© rasailojaraid.com

مضمون سوم

از رسالہ مضامین نمبر ۵ وغیرہ جلد (۱۵)

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس

پر

اسلامی رائے

اس جنگ کے متعلق ایک مختصر رائے ہم اس جنگ کے واقع ہونے سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور ایک مفصل اب ظاہر کرتے ہیں۔ ہرچند وہ مختصر رائے وقوع جنگ سے پہلے چھپ چکی تھی مگر اہل اسلام امرتسر کی (جنکے اہتمام میں وہ رائے چھپی تھی) غفلت سے وہ عام طور پر شائع نہیں ہو سکی صرف خاص خاص لوگوں میں اسکی اشاعت ہوئی اور کادیانی کے پاس بھی اسکی ایک کاپی اسکے ایک حواری کے ہاتھ بھیجی گئی۔ اور چونکہ وہ رائے باوجود وقت اشاعت گذر جانے کے اب تک بھی فوائد پہنچا رہی ہے (۱) اس سے کادیانی کی غرض مباحثہ مسلمانوں کو معلوم ہوگی۔ (۲) اس مباحثہ کے جس نتیجہ سے اس میں پیشگوئی کی گئی تھی اسکی مسلمانوں کو اب تصدیق ہوگی تو وہ رائے اور اسکی پیشگوئی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جائیگی۔ (۳) اس سے کئی مسلمانان دام افتادگان کادیانی کو اسکے دام سے مخلصی حاصل ہوگی۔ (۴) کذاب کادیانی کے اشتہار مبلغ پانچہزار روپیہ مندرجہ صفحہ ۱۹ رسالہ الحق نمبر ۷ جلد ۲ کی یہ دروغگوئی کہ وہ مختصر رائے مسلمانوں کی لعنت ملامت کے باعث شائع ہونے سے روکی گئی تھی اور اسکے ایک **خلیفہ کاذب حامد سیالکوٹی کی صفحہ ۴ فوٹو جنگ مقدس** کے یہ دروغگوئی کہ اس مختصر رائے کی اشاعت مولوی صاحب کو اسلئے ملتوی کرنی پڑی تھی کہ بحث زور شور سے ہوپڑی تھی مسلمانوں پر ظاہر ہوگی۔ اور یہ بات ثبوت کو پہنچیگی کہ وہ اشاعت کارکنوں کی غفلت سے ملتوی ہوئی تھی۔ راقم کو اسکا التوا ......

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پسند ہوتا اور اس التوا میں وہ فائدہ دیکھتا تو اب اسکی اشاعت رسالہ میں کیوں کرتا (۵) کادیانی کی اشتہار پانچہزار روپیہ مطبوعہ ۱۰ مارچ ۱۸۹۴ء کی یہ دعوی کہ وہ اشتہار (یہ مختصر رائے) مسلمانوں کے سوء ظن کی باعث سے شائع ہونے سے رک گیا۔ مسلمانوں پر ظاہر ہو گی اور یہ بات ثابت ہو گی کہ اس التوا کا باعث سوء ظن تھا تو اب اس رائے کو کیوں شائع کیا جاتا۔ وعلی ہذا القیاس اور فوائد ہیں لہذا اس مختصر رائے کا اس مقام میں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات کے پاس اصل سابق مطبوعہ پرچہ بھی ارسال کیا جائیگا۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ جو اس میں پیشگوئی کی گئی ہے وہ کادیانی کی طرح بعد الوقوع نہیں کی گئی۔

وہ مختصر رائے

یہ ہے

پرانے عیسائیوں (حضرت عیسی مسیح صادق علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے پیروان) اور نئے عیسائیوں[1] (عیسی مسیح کاذب دجال کادیانی علیہ ما یستحقہ کے متبعان) میں ایک مقدس جنگ (مذہبی مباحثہ) قرار پائی ہے (جسکا ذکر قدیم عیسائیوں کے اخبار نور افشاں اور جدید عیسائیوں کے رسالہ حجت میں چھپکر مشتہر ہوا ہے) مگر مسیح کاذب اپنی عادت قدیم دروغ گوئی (حیلہ جوئی سے جو گریز کے لئے اس کے استاذ و ملہم (معلم الملکوت) نے اسکو سکھا رکھی ہے جنگ کے لئے ایک ایسی مشکل شرط مباہلے کی بیخ لگادی جس سے وہ جنگ ہوتی ہوتی رہ گئی[2] لہذا اب ہم کو حاجت نہیں رہی

---

[1] مرزائیوں کو عیسائی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ غلام احمد کادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں جیسے قدیم عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں اور یہ عیسائیوں کی طرح ایک قسم کی تثلیث اور فدیہ کے بھی قائل ہیں گو ان کے اُنکے تثلیث و کفارہ میں کسی قدر فرق ہے ۔

[2] جس عذر سے پرانے عیسائیوں نے اس جنگ کو موقوف کرنا چاہا تھا (کہ بیان صفحہ ۱۹۰ نمبر ۱ جلد ۱۵) میں اس عذر کا جواب کادیانی نے پرانے عیسائیوں کو وہ دیا تھا جو صفحہ ۲۰۰ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں منقول ہے اسپر پرانے عیسائیوں نے چشم پوشی کی اور کادیانی کو ایک فرضی طور پر مسلمان قرار دیکر اس سے جنگ منظور کر لی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اِس جنگ کے متعلق زیادہ خامہ فرسائی کریں - ہاں آئندہ اِس جنگ کے وقوع کے احتمال کے خیال سے دو باتیں ایک تو مسلمانوں کو اور دوسری عیسائیوں کو کہدینا اپنا فرض سمجھتے ہیں +

مسلمانوں کو یہ بات کہ اِس جنگ میں (اگر آئندہ بہ تسلیم شرط مباہلہ یہ وقوع میں آوے) کوئی مسلمان شریک نہ ہو - جو مسلمان اِس میں کادیانی کا طرفدار ہوکر شریک ہوگا - اُسکو عیسائیوں سے ضرور شرمندہ ہونا پڑیگا اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف مسائل اختلافیہ مابین اہل اسلام و فرقہ نصرانیہ میں گفتگو ہوتی تو اس وجہ سے کہ اسلام کے اصول و مسائل غالب اور حق ہیں اور الاسلام یعلو ولا یعلےٰ

میں ڈاکٹر کلارک کا ایک خط نور افشان ۲۰ جون سنہ ۱۸۹۳ء میں جو شائع ہوا ہے اُس کی نقل یہ ہے +

"مشفق مہربان مرزا صاحب

بعد ما وجب واضح ہو کہ - آپکا خط پہنچا - چونکہ اس امر کی ہمیں کچھ پروا نہیں کہ - آیا آپ کافر ہیں یا جنہوں نے آپکو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا وہ کافر ہیں - یہ آپ کے گھر کی باتیں ہیں - آپ جانیں اور وہ جانیں - فریقین میں سے کون غلطی پر ہیں - اسکا فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں - لیکن چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء و ارکین دین آپ کو نہ کسی فرقہ محمدی سے پر دائرہ اسلام سے ہی - جس میں کل فرقے شامل ہیں خارج کرتے ہیں + آپ پر خوب روشن ہو گا کہ - اس حالت میں آپ اسلام کیطرف سے پیشوا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آسکتے + جنڈیالہ کے محمدیوں نے آپکو پیش کیا جیسی اُنکی عقل ہو - آپ خوب جانتے ہیں - چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں + **خلاصہ** ان ساری باتوں کا یہ ہے کہ - اگرچہ شرط آپسے پوری نہیں ہو سکتی - اور الہام تو درکنار - اتنے ہی میں بموجب ان شرائط کے ہم آپکو شکست یافتہ تصور کر سکتے ہیں - اور اہل اسلام کی طرف سے میں آپکو قبول بھی نہیں کر سکتا - تاہم جس حال میں آپ اپنے آپکو محمدی قرار دیکر مباحثہ پر آمادہ ہیں - اور قرآن کی رو سے کلام کرینگے - تو خاطر خواہ آویں اور مباحثہ ضرور ہووے +

راقم (ڈاکٹر) ایچ - ایم - کلارک میڈیکل مشنری امرتسر

اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کا کادیانی کو مسلمان فرض کرنا اثناء تقریرات مباحثہ میں ہوا ہے اصل مباحثہ دیکھو -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھا ہوا کلیہ ہے غرض اس وجہ سے کہ کادیانی کی تقریر یا تحریریں بابرکت ولیاقت سے کچھ بھی متوقع تھا کہ سنئے عیسائیوں کو اپنے عیسائیوں پر فتح ہوگی اور اسکے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بحکم حدیث اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ الدِّینَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ مدد پہنچتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ مسیح کذ ب نے اِس گفتگو کے ساتھ مباہلہ کی بیخ لگادی ہے اور یہ امر کہ کادیانی کے ہاتھ سے نشان آسمانی ظاہر ہو ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ فتح بھی ناممکن ہے اور اس سے اُن مسلمانوں کو جو کادیانی کے طرفدار ہو کر شامل مباہلہ ہونگے ندامت اُٹھانا ایک لازمی ولابدی امر ہے۔

اس امر کی دلیل کہ کادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان یقین رکھتے ہیں اور کادیانی نے بھی اس یقین کو ظاہر کیا اور مان لیا ہے۔ کہ اِسوقت آسمانی نشان بجز اہل اسلام کوئی دکھا نہیں سکتا۔ اور یہ بات باتفاق جمہور علماء پنجاب و ہندوستان مسلّم ہو چکی ہے کہ کادیانی مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ ملحد و مرتد زندیق اور دائرہ اہل اسلام سے خارج ہے تو پھر مسلمانوں کے اعتقاد میں اُسکا نشان آسمانی دکھانا کیونکر ممکن ہے۔؟

جو مسلمان کادیانی کے عقاید سے ناواقف ہونیکی وجہ سے اُسکو مسلمان جانتے ہیں وہ اس اتفاقی دلیل کو نہ مانیں تو اُنکے لئے یہ دلیل تسلّی بخش ہے کہ اگر کادیانی کے پاس آسمانی نشان دکھانے کی طاقت ہوتی تو اِسوقت تک وہ آسمانی نشان دکھا کر ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں۔ عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان کر لیتا۔ اور نہیں تو ڈاکٹر جگن ناتھ ملازم ریاست جموں جیسے مدعیان تسلیم و تصدیق کو ہی نشان دکھا کر اسلام میں لاتا۔ اس سے یہ امر آجتک نہیں ہوا۔ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اُسکے پاس نشان آسمانی کی طاقت نہیں۔ جو جو ہر ہے وہ صرف لفّاظی۔ حیلہ سازی۔ دھوکہ بازی۔ افترا پردازی ہے۔ دیگر ہیچ +

اِس دلیل میں بھی اُن مسلمانوں کو شک ہے تو وہ پہلے کادیانی کا کوئی نشان آسمانی جو اس سے پہلے جو وہ دکھا چکا ہو ہم مسلمانوں پر ظاہر کریں اِسکے بعد وہ کادیانی کے طرفدار ہو کر عیسائیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مباہلہ و مقابلہ کے مدعی نہیں۔ مسلمان اسکے سابق نشانوں کو نہ مانینگے۔ تو آئیندہ وہ عیسائیوں کو کیونکر نشان دکھا سکیگا۔ وہ مسلمان ہماری اس دلیل و سوال پر غور کرتے بوقت اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ لغایت ۸ جلد ۱۵ کو جسمیں اُسکے سابق نشانات پر بحث کی گئی ہے ملاحظہ کرینگے۔ تو امید ہے کہ اس دلیل کو حق جانکر ہمارے سوال کے جواب میں یہی کہینگے کہ کادیانی نے آجتک کوئی نشان نہیں دکھلایا اور نہ آیندہ وہ دکھا سکتا ہے۔

عیسائیوں کو جو بات کہنی تھی وہ بات بغیر ہماری ہدایت یا اشارہ کے ڈاکٹر ایچ۔ ایم کلارک میڈیکل مشنری امرت سر نے اپنے ایک مطبوعہ خط آسمی کادیانی میں کہدی ہے کہ

ف اسمیں کادیانی اور اُسکے حواریوں کی اس تہمت کے ردّ و جواب کی طرف اشارہ ہے۔ جو وہ کر رہے ہیں کہ پادریوں کو ابو سعید محمد حسین نے کہ کر یہ مباحثہ موقوف کرایا ہے۔ کذاب کادیانی کے خلیفہ کاذب حامد سیالکوٹی فوٹو جنگ مقدس صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں۔ افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہو جانے اور بے اثر ثابت ہونے میں بہت سا حصہ شیخ بٹالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہو سکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پانے میں اُنہوں نے روک تھام کی۔ اس پر ہم یہ کہنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ کادیانی اور اُسکے حواری اپنے خیال و مقال میں سچے ہیں تو اسپر بشیش بار کہیں۔ اور نعرہ آمین پکاریں۔ اور اگر خلیفہ حامد صاحب کہیں۔ کہ اگر تم نے اس بحث کے ملتوی ہو جانے میں حصہ نہیں لیا۔ تو پھر اس بحث کے ملتوی ہو جانے کی خوشی میں وہ دو ورقہ (یہی مختصر رائے) کیوں چھپوایا۔ اسکے جواب میں ہم پھر وہی کلمہ کہتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین اس دو ورقہ میں نہ موقوفی بحث کی صلاح دیگئی ہے اور نہ موقوفی پر مسرت ظاہر کی گئی ہے اسمیں تو صرف دو باتیں ایک مسلمانوں کو ایک پادریوں کو کہی گئی ہیں جو متن میں مشرح ہیں پادریوں کو جو ....

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ "کادیانی صاحب آپ باتفاق میجارٹی اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج کیے گئے ہیں۔ لہذا آپ سے مباحثہ کرنا محمدیوں سے مباحثہ متصور نہ ہوگا۔ اور نہ آپ پر الزام مسلمانوں پر الزام سمجھا جاویگا کوئی محمدی (مسلمان) مباحثہ کرے تو ہم اس سے مباحثہ کرینگے" اور یہ بات بھی اس مباحثہ کی موقوفی کا ایک سبب بن گئی ہے +

پادری صاحب کے اس بات کے کہنے پر بعض اسلام کے نادان دوست اور کادیانی کی حقیقت سے ناواقف ہم پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اشاعۃ السنۃ کی سعی و کوشش سے کادیانی اسلام سے خارج تصور کیا گیا تو پادریوں کو یہ بات کہنے کا موقع ملا۔ اور یہ کہکر انہوں نے کادیانی سے اپنا پیچھا چھوڑایا۔ یہ امر اشاعۃ السنۃ سے وقوع میں نہ آتا۔ تو کادیانی جیسا کیسا تھا آج مسلمانوں کے کام آتا۔ پادریوں سے اُن کو بچاتا۔ اسلام کی لاج رکھ لیتا۔ جیسا کہ پہلے سالہا سال سے مخالفین اسلام سے وہ مقابلہ کر رہا ہے خواہ اپنی ذات سے وہ کافر و ملحد ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس کے سوا اور کون ہے جو اس وقت پادریوں سے مقابلہ کرے اور مسلمانوں کی عزت رکھے +

اس کا جواب یہ ہے کہ اے میرے بھولے بھالے بھائیو! اسلام کے نادان دوستو!

بات کہی ہے وہ صرف یہ کہ کادیانی مسلمان اور مسلمانوں کا وکیل نہیں ہے لہذا اس بحث میں جو الزام اس پر قائم ہوگا وہ مسلمانوں پر الزام نہ سمجھا جائیگا جس کا خلاصہ مقصود صرف اتنا ہے کہ کادیانی سے بحث شوق و ذوق سے کرو مگر اسکو مسلمان سمجھکر اسکے الزام کو مسلمانوں کا الزام قرار نہ دو۔ سو اس مقصود کو ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے اس خط میں جو صفحہ ۷ میں منقول ہے بخوبی سمجھ لیا اور مان لیا اور اسکو خارج از اہل اسلام تسلیم کرکے اور صرف فرضی طور پر مسلمان قرار دیکر اس سے مباحثہ منظور کیا جسکا نتیجہ مفید و بحق اہل اسلام یہ نکل رہا ہے کہ اب جو پادری کادیانی پر فتح کا فخر کر رہے ہیں یہ فخر بمقابلہ اہل اسلام متصور نہیں ہو سکتا +

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کادیانی نے ابتدا سے آجتک اسلام اور مسلمانوں کی کیا مدد کی ہے کہ آئندہ اس سے امید ہو سکے کس کس مخالف اسلام سے اس نے مباحثہ کر کے اُس پر فتح نمایاں پائی کس اصول مخالفین اسلام پر اس نے پوری بحث کر کے اُس کی بیخ کنی کی ہے۔ کونسی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے کتاب براہین احمدیہ میں اُس نے بیان تین سو ۳۰۰ دلائل حقیت اسلام کا جھوٹا وعدہ دیکر اور خلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خورد برد کیا اور اُس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی اور نہ دس برس کے عرصے میں کتاب چھپوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اُس کے دلائل ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہیں +

سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں اُس کو محدود کر دیا اور اُسکو اور بخارات نکالنے کا موقع دیکر اُن کو دفع نہ کیا اور نہ خود جملہ اعتراضات عقلیہ کو بیان کر کے اُن کا جواب دیا اُسی رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اُس کو بھی ادھورا چھوڑا۔ تحقیقی دلائل عقلیہ سے اُسکا کلی استیصال نہ کیا +

اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعویٰ کیا مگر شرمناک شروط و قیود دیر کیود اور لمبی لمبی میعادیں لگا کر آجتک کوئی نشان نہ دکھلایا اور مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا اس کی ان کارروائیوں کو اے میرے بھولے بھالے بھائیو! غور سے دیکھکر بتاؤ کہ وہ اسلام و مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے یا سراسر نقصان پہنچا رہا ہے اور اُن کی ہتک کر رہا ہے +

ہاں ان کارروائیوں سے فائدہ ہے تو اُس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے زاید لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا و تازہ بن گیا ہے اور جہلا عوام اور بعض ناواقف خواص و عوام میں وہ مسیح موعود و مہدی و ولی و پیغمبر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے اب اُس کے کفر کو اسلام اور حقائق سمجھا جاتا ہے۔ اس میں اُن بیچارے مسلمانوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین اور دُنیا دونوں کا نقصان ہوا ہے۔ دُنیا کا نقصان یہہ کہ ہزارہا روپیہ برباد ہوا۔ دین کا نقصان یہہ کہ اسلام چھوٹا کفر ہاتھ آیا۔ ایسے شخص سے آیندہ بھی مباحثہ مخالفین اسلام سے اسلام و مسلمانوں کو یہی فائدہ پہنچیگا جو ابھی بیان ہوا ہے ٭ جُہلا میں وہ حامی اسلام متصوّر ہوکر اور بھی لوگوں کو دام تزویر میں لائیگا اور سیدھی جہنّم کی راہ دکھائیگا۔ اور اُنکا صدہا روپیہ اس مباحثے کے بہانہ سے برباد کریگا۔ اور آخر نشان آسمانی دکھانے سے عاجز ہوکر خود تو وہ شرمندہ نہ ہوگا کیونکہ بڑا صاحب حوصلہ ہے۔ مگر اُن مسلمانوں کو جو اُسکے طرفدار ہونگے ضرور شرمندہ کرائیگا۔ اِس اعتراض کے اخیر میں جو اُن بھولے مسلمانوں نے یہہ سوال کیا ہے کہ کادیانی اِس مباحثے کے لائق نہیں تو پھر اَور کون بحث کریگا ؟ اِسکا جواب یہہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے علماء اسلام اِسوقت لاہور و امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں موجود ہیں۔ اور پہلے ہی سے تحریرًا تقریرًا پادریوں سے مباحثے کر رہے ہیں۔ پادری صاحبان کو مباحثہ منظور ہے تو اُنہیں سے جس سے چاہیں خط و کتابت کریں جیسکہ وہ اپنی ناواقفی سے یا کسی کی دھوکہ دہی سے کادیانی سے خط و کتابت کر چکے ہیں۔ پھر ہمارے وہ بھولے بھالے مسلمان اور پادری صاحبان دیکھ لینگے کہ کس قدر علماء اِس مباحثہ کے لئے مستعد ہیں۔ اُنکو اختیار ہے کہ سب سے پہلے خادم دین سیّد المرسلین اڈیٹر اشاعۃ السنّۃ النبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہی کو اپنا مخاطب بناویں اور اس باب میں اُس سے خط و کتابت کرکے امور لائق بحث و شروط مباحثہ کا تصفیہ کریں ٭

© rasailojaraid.com

یہ مختصر رائے کی نقل ہے - اس میں جو یہ پیشینگوئی کی گئی تھی کہ کادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن امر ہے - لہذا جو مسلمان اس نشان کی امید پر اسکے ساتھ شامل ہونگے انکو ضرور ندامت اٹھانی پڑیگی پوری ہوگئی - کادیانی نے باوجود دعوی نشان نمائی کوئی نشان نہ دکھایا اور ان مسلمانوں کو شرمندہ کیا اور جو کادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کو نشان قرار دیا ہے یہ نشان آسمانی نہیں ہے بلکہ لاف زنی اور مکر شیطانی ہے اسکی نسبت اشاعۃ السنہ کے نمبر ۹ جلد ۱۵ میں بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنے اجل سے فوت ہو گیا تو اس کو کوئی مسلمان باخبر و صاحب عقل آسمانی نشان نہ سمجھیگا بلکہ ایک رملی یا جوتشی کی پیشینگوئی سے بڑھکر نہ سمجھیگا - چہ جائے کہ مخالفین اسلام اس کو آسمانی نشان سمجھہ لیں +

اب اس جنگ کی نسبت اسلامی مطول رائے بیان کی جاتی ہے +

وہ مطول رای

یہ ہے

اس مطول رائے کا پہلے اجمال اور خلاصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے ناظرین کو تفصیل کا شوق اور انتظار پیدا ہو پھر تفصیل عمل میں آئیگی - انشاء اللہ تعالی +

اس جنگ میں دونو فریق کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست دینے کا دعوی زبان پر لانا ایک شرمناک جھوٹ ہے - نہ کادیانی نے اپنے بھائیوں پرانے عیسائیوں کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور بادلیل و تفصیل جواب دیکر ان کو شکست دی اور نہ پرانے عیسائیوں نے کادیانی کے ملحدانہ دلائل - اور لچر جواب کو اٹھا کر اسکو لاجواب کیا اسکے ان دلائل کو اٹھانا کیا تھا اور اسکو لاجواب کرنا کیسا انہوں نے اسکے ان دلائل کو سمجھا ہی نہیں +

© rasailojaraid.com

اسلام کا یہ دعویٰ کہ مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ایک ایسا اجلیٰ دعویٰ ہے کہ اگر کوئی عقلمند اور باخبر بچہ بھی یہ دعویٰ کرے اور اسکے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بڑے بڑے بڈھے اور پرانے اور مدعیان علم و فضل عیسائیوں کے سامنے پیش کرے تو ایک لحظہ میں انکو لاجواب و عاجز کردے مگر نادان اور بحسب دعویٰ ہمہ دان کادیانی نے اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کے وقت صرف ادلہ نقلیہ قرآنیہ اور عقلیہ برہانیہ سے کام نہ لیا بلکہ اسکے ساتھ اپنے ملحدانہ دلائل کا اولجھاؤ ڈال دیا اور اسکے جواب و مقابلہ کے لئے اپنے خصوم کو یہ موقع دیدیا کہ وہ اپنے محرف اور کایا پلیٹ کتابوں سے جو چاہیں پیش کرتے چلے جائیں اور اسکے ملحدانہ دلائل پر جب تک چاہیں عقلی اعتراضات کرتے رہیں اور بحث کو ختم نہ ہونے دیں اور اپنے عجز کے معترف نہ ہوں +

پرانے عیسائیوں کی طرف سے جو مسئلہ رحم بلا مبادلہ یعنے کفارہ اور مسئلہ جہاد و جبر و اختیار کی بابت سوالات پیش ہوئے ہیں وہ ایسے کمزور دلائل اور بیہودہ پیرایہ میں ہوئے ہیں کہ ادنیٰ طالب العلم اسلامی کتابوں میں نظر رکھنے والا تھوڑی دیر میں اُن کا جواب دیکر عیسائیوں کو لاجواب کرسکتا ہے مگر نادان کادیانی نے اِن سوالات کے جواب میں بھی اپنی ٹیڑھی عقل اور بیہودہ اور طولانی تقریروں سے کام لیا اور اسلامی کتابوں کی طرف رجوع کرکے ان کو مسکت جواب نہ دیا اگر وہ اشاعۃ السنۃ ہی کی طرف جو ہمیشہ سے اُس کے پاس جاتا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اُٹھاتا رہا ہے مراجعت کرتا تو اُسکے نمبر ۱ جلد ۶ میں کفارہ مجوزہ نصاریٰ کا جواب اور نمبر ۱ وغیرہ جلد ۱۲ میں اعتراض جبر کا جواب اور نمبر ۹ جلد ۹ میں اعتراض جہاد کا جواب ایسا پاتا جس سے وہ ایک دم میں عیسائیوں کو لاجواب کردیتا +

کادیانی کی اس بےخردی۔ بےضبطی۔ ملحدانہ دلائل کی طرف رجوع کرنے اور خصوم کو محرفات معنوی و لفظی بیبل کے پیش کرنے کا موقع دینے کی نظر سے عموماً اہل اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جو اہل علم ہیں اور کادیانی کے دام تزویر میں مبتلا نہیں ہیں اس مباحثہ کی نسبت یہی رائے ہے کہ کادیانی نے اس مباحثہ سے اسلام کو ضرر پہنچایا ہے اس سے کوئی نفع اس کو نہیں پہنچا۔

مولوی تاج الدین احمد صاحب لاہوری نے جو مشہور اہل علم خاندان سے ہیں اور لاہور میں پیشہ وکالت کرتے ہیں میرے سامنے فرمایا کہ مرزا غلام احمد نے اس مباحثہ سے مسلمانوں کی اس عزت کو کھو دیا ہے جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پادریوں کے مقابلہ میں ان کو حاصل تھی یعنے اس رعب کو اٹھا دیا جو حافظ ولی اللہ نے عیسائیوں سے مباحثہ کرکے اور انکو عاجز و لاجواب کرکے ان پر جما رکھا تھا +

مولوی سید احمد علی صاحب مشہور واعظ دہلوی نے جو مدت سے لاہور میں رہتے ہیں کادیانی پر بہت ناراضی ظاہر کی۔ اور یہ بات فرمائی کہ اس سے ان آیات بین کے جواب میں جو عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے باب میں پیش کی ہیں کچھ بن نہ آئی اور ان آیات کی جو عیسائی معنوی تحریف کرکے انکو مسیح پر جماتے ہیں صحیح تاویل نہ بتائی گئی بلکہ سید صاحب نے اس باب میں ایک تحریر خاکسار کے پاس بھیجی جسکی اصل عبارت یہ ہے۔

عبد اللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد کادیانی کا مباحثہ

اس مباحثہ کو ہم نے خوب دیکھا اور غور کیا نہ معترض کا اعتراض درست ہے اور نہ مجیب کا جواب یہ مباحثہ محض بے فائدہ ہوا اسی باعث کوئی نتیجہ نہ نکلا ہر دو فریق نے اپنی اپنی فتحیابی کا ڈنکا بجا دیا مرزا غلام احمد کادیانی کو مباحثہ کا ڈہنگ یاد نہیں بلکہ مباحثہ بیبل کے کلام الٰہی ہونے پر کرنا لازم تہا تاکہ عبد اللہ آتھم عیسائی کتب بیبل کا رطب یا یابس پیش نہ کرسکتا اور اگر یہی طرز مرزا کو پسند تہی تو مرزا کادیانی کو عبد اللہ آتھم کی پیش کردہ رطب یا یابس پر گرفت اور مواخذہ کرکر اسکی غلطی ظاہر کرنا لازم تہا مرزا نے کچھ گرفت نہ کی صرف اپنی طول طویل تقریر کا بار بار بیان کیا کہ ۱۲ یا ۱۳ روز میں ایک مسئلہ بھی حل نہ ہوا مرزا کادیانی نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے دعوی الہام کا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے ویسے ہی وہ اہل کتاب سے مباحثہ کرنا سہل و آسان سمجھے تھے اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنی قوم کے کسی مناظرہ مباحثہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو غیر قوم پر کیسے غالب آتے۔ یہ حصہ سلطان مناظرین واعظین رد نصاری جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم اور اُن کے شاگردوں کا ہے یہ ہر ایک کا کام نہیں الخ

مولوی غلام نبی صاحب امرتسری نے جو پنجاب کے مناظرین اہل کتاب میں مولوی رحمت اللہ صاحب کے قائمقام ہیں۔ اور مولوی ابو المنصور دہلوی کی مانند امام فن مناظرہ اہل کتاب کا خطاب پانیکا استحقاق رکھتے ہیں خاکسار کے اس سوال کے جواب میں کہ "آپ کی رائے اس مباحثہ کی نسبت کیسی ہے"۔ فرمایا ہے کہ میں پہلے جلسہ مباحثہ میں شریک ہوا تھا۔ مجھے مرزا غلام احمد کے مباحثہ کا ڈھنگ پسند نہ آیا۔ لہذا میں پھر شریک جلسہ نہ ہوا۔ اور کادیانی کی اس بے عقلی پر بڑی افسوس اور رنج آمیز رائے ظاہر کیا کہ اس نے عیسائیوں کو انجیل سے آیات الوہیت مسیح پیش کرنے کا موقع دیا اور پھر ان آیات کے مقابلہ میں یہ ثابت نہ کیا کہ یہ آیات مسیح کے حق میں نہیں اور اُن سے اُنکی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

ان سب شہادات سے بڑھکر طرفہ شہادت سنو۔ حکیم نور الدین جمونی بھیروی نے جو درحقیقت پیر و مرشد اور گائڈ (رہنما) کادیانی ہیں اور بظاہر اُن کے مرید و فدائی۔ اس مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے ایک معزز دوست نے (جو انکا بھی دوست ہے) ہمارے پاس بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ بجائے مرزا صاحب میں ہوتا تو ایک دم میں عیسائیوں کا منہ بند کر دیتا۔ (انکے الفاظ پورے یاد نہیں ہیں مطلب یہی تھا جو یہاں لکھا گیا ہے) حکیم صاحب اب اس رائے کو ظاہر کرنے سے انکار کرینگے تو ہم ایک مجلس عام اہل اسلام میں اپنے اس دوست کو پیش کرینگے اور جو کچھ ہم اُن سے نقل کیا ہے اُن سے کہلا دینگے پھر وہ جانیں اور وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہم نے متعدد اشخاص کی رائے پیش کی ہے۔ ناظرین اگر جس اہل علم سے جو مرزائی نہ ہو اس مباحثہ کی نسبت رائے پوچھینگے اُس سے یہی رائے سُنینگے ہم ان شہادتوں کی زیادہ تفصیل کرتے ہیں تو اس سے بہت طویل ہوتی ہے جس سے مطول رائے معترض التوا میں پڑتی ہے۔ یہ اجمال وخلاصہ رائے مطول ہے۔ اب تفصیل رائے مطول سنو جس میں پہلے کادیانی کی تقریر سوال کو نقل کیا جائیگا۔ پھر اس کے خصم مقابل کے جواب کو۔ اس کے بعد وہ رائے بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

تقریر کادیانی

کادیانی کے پہلے سوال ۲۲ مئی سنہ ۱۸۹۳ء کا خلاصہ یہ ہے کہ "قرآن کی تعلیم جامع اور مکمل ہے اور اس کا ثبوت قرآن نے خود دیدیا ہے۔ اور اگر تعلیم انجیل کی نسبت عیسائیوں کا یہی دعوی ہے تو وہ پہلے یہ دعویٰ انجیل سے نقل کریں۔ پھر اُسی انجیل سے اسکا ثبوت پیش کریں" +

اس سوال کی تقریر میں کادیانی نے ایک یہ اصول مقرر کیا جس کو اُس نے سوال مذکور کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ الہامی کتاب کی نسبت جو دعویٰ کیا جائے اس دعوی کا اس کتاب میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اور اسکی عقلی یا تاریخی دلیل بھی اسی کتاب میں سے پیش کرنا ایک لازمی امر ہے۔ اور جس کتاب کے کسی دعوی کی دلیل عقلی یا تاریخی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی +

چنانچہ اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے "میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اس امر میں جو مناظرہ کی علت غائی ہے انجیل شریف اور قرآن کریم کا موازنہ کیا جائے لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ و موازنہ میں کسی فریق کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی کتاب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ دعوی اس کتاب الہامی کے حوالہ سے کیا جاوے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل
پیش کریں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ کیونکہ یہ بات بالکل سچی ہے اور کامل کتاب
کی شان سے بعید ہے کہ اسکی وکالت اپنے تمام ساختہ پرداختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے
اور وہ کتاب بکلی خاموش ہو اور اس کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے اللہ جلشانہ جو قوی اور قادر
نہایت درجہ کے علوم وسیع رکھتا ہے جس کتاب کو ہم اسکی طرف منسوب کریں وہ کتاب
اپنی ذات کی آپ قیوم چاہیئے انسانی کمزوریوں سے بالکل مبرا اور منزہ چاہیئے کیونکہ اگر کسی
دوسرے کے سہارے سے اپنے دعوی اور اثبات دعوی میں محتاج ہے تو وہ خدا کا
کلام ہرگز نہیں ہو سکتا"۔

اس عبارت سے خصوصاً اس کے ان فقرات سے جن پر نشان خط لگا یا گیا ہے۔ وہ اصول جو ہم نے کادیانی سے نقل بجز اس تفصیل کے کہ وہ دلیل عقلی ہو یا تاریخی، صاف ثابت ہے۔ اب رہی وہ تفصیل سو اس کے پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲ و ۳ اور پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ اور پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ و ۹ و ۱۰ میں موجود ہے۔ پرچہ ۲۳ مئی کے صفحہ ۲ و ۳ میں لکھا ہے "میرا مطلب یہ تھا کہ جس کتاب کی نسبت یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ وہ فی حد ذاتہ کامل ہے اور تمام مراتب ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے۔ تو پھر اسی کتاب کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے دعاوی کے لئے دلائل معقول بھی آپ ہی پیش کرے جس کتاب نے اپنے کامل ہونے کا دعوی کیا ہے وہ دعوی بھی بتصریح ثابت کیا جائے اور پھر وہی کتاب اس دعوی کے ثابت کرنے کے لئے معقول دلیل پیش کرے"۔ اور پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے اگر دلائل معقولی سے یا تاریخی سے سلسلہ استقرار کے مخالف کوئی امر خاص پیش کیا جائے اور اسکو ادلہ عقلیہ یا ادلہ تاریخیہ سے ثابت کر کے دکھلا دیا جاوے تو ہم اس کو مان لینگے۔ اور اس کی شرح کادیانی نے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے دوسرے سوال میں صفحہ ۸ و ۹ و ۱۰ کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "اگر کوئی شخص مقدس کتاب

© rasailojaraid.com

پیش کرے اور اُس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا اور کانوں کے ذریعہ سے بولتا تھا۔ گو ہم فرض کے طور یہ تسلیم کرلیں کہ ان عجیب تحریروں کے لکھنے والا کوئی مقدس اور راستباز آدمی تھا مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدھر گریز کرسکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے میری رائے میں ایسا بزرگ نہ صرف ایک بلکہ کروڑ سے بھی زیادہ ہوں اور قیاس استقرائی سے نتائج یقینیہ کو توڑنا چاہے تو ہرگز توڑ نہ سکینگے۔ بلکہ اس بزرگ کو ہم درحقیقت ایک بزرگ سمجھتے ہیں اور اسکے ایسے الفاظ میں ایسے ایسے کلمات خلاف حقیقت مشہودہ محسوسہ کے پاتے ہیں تو ہم اس بزرگ کی خاطر سے صرف عن الظاہر کرینگے اور ایسی تاویل کرینگے جس سے اس بزرگ کی عزت قائم رہجائے ورنہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو حقائق استقرا کے یقینی اور قطعی ذریعہ سے ثابت ہوچکے ہیں وہ ایک روایت سے ٹال دیئے جائیں۔ اگر ایسا کسی کا خیال ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے ××× مثلاً اگر ایک ڈاکٹر سے اس بات کا تذکرہ ہو کہ ہم الفار اور بیش زہریں نہیں ہیں اور اسکا ثبوت یہ دیوے کہ ایک مقدس کتاب میں ایسا لکھا ہے اور راوی معتبر ہے۔ تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب کا لحاظ کرکے ایک ایسے امر کو چھوڑ دینگے جو قیاس استقرائی سے ثابت ہوچکا ہے"۔

یہ عبارات صاف ناطق ہیں کہ دلیل سے (جو دعاوی کتاب اللہ کی مثبت ہوسکتی ہے اور اسکے سوائے کوئی دعوی کتاب اللہ کا کادیانی کے نزدیک لائق سماعت نہیں) عقلی یا تاریخی دلیل مراد ہے اور جو کتاب الہامی آسمانی اپنے کسی دعوی کی کوئی دلیل عقلی یا تاریخی جس کو عقلا اور تاریخ دان تسلیم کرلیں پیش نہ کرے وہ کتاب کادیانی کے نزدیک الہامی نہیں ہوسکتی اسی دلیل اور اصول کی دستاویز سے کادیانی نے فریق ثانی کے دعوی الوہیت مسیح پر پہلا سوال وارد کیا ہے چنانچہ پرچہ ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ میں آیۂ قرآن مجید کی ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقہ کانا یاکلان الطعام انظر کیف نبین لھم الآیت ثم انظر انی یوفکون۔ س۔ ۶۔ ر ۱۴ یعنے حضرت مسیح ابن مریم

© rasailojaraid.com

میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اُس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں، نقل کرکے اسکی ملحدانہ تفسیر و تقریر استدلال میں کہا ہے +

یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام میں سے استقرار کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبے سے اسکو نظر انداز کردیا جائے تو دین اور دُنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جاتا ہے اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیرہ دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے واقعات کا ثبوت اسے استقرار کے ذریعہ سے ہوا ہے" +

اسکے بعد استقرار کے قطعی ہونے کی تفصیل تمثیل میں آنکھ سے کھانے اور کان سے بولنے کی مثالیں ذکر کی ہیں جو صفحہ ۱۹ میں ان سے منقول ہوئی ہیں پھر صفحہ ۱۰ میں کہا ہے

غرض جبکہ قیاس استقرائی دُنیا کے حقائق ثابت کرنے کے لئے اول درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے تو اسی جہت سے اللہ جلشانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا۔ اور فرمایا قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنے حضرت مسیح علیہ السلام بے شک نبی تھے اور اللہ جلشانہ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے تم نظر اُٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام آلٰہی کے نازل کرنیکا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پاکر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آیا ہے +

پھر عیسائیوں کے اس سوال سقدر کا کہ بئیبل میں نبیوں کو بیٹا کہا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ بیٹے ہی رسول ہو کر آتے ہیں یہ جواب دیا ہے +

"ہاں اگر بئیبل کے وہ تمام انبیار اور صلحا جنکی نسبت بائیبل میں بھی الفاظ موجود ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے یا خدا تھے حقیقی معنوں پر حمل کرلئے جاویں تو بیشک اس صورت میں ہمیں اقرار کرنا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ بیٹے بھی بھیجا کرتا ہے بلکہ بیٹے کیا کبھی کبھی بیٹیاں بھی اور بظاہر یہ دلیل تو عمدہ معلوم ہوتی ہے اگر حضرات عیسائی صاحبان اسکو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پسند فرمادین ـ مادہ کوئی اوسکو توڑ بھی نہین سکتا کیونکہ حقیقی غیر حقیقی کا تو وہان کوئی بھی ذکر نہین ـ بلکہ بعض کو تو بہلوٹا ہی لکھدیا ـ ہان اس صورت مین بیٹون کی میزان بہت بڑھ جائیگی"

اسکے بعد اسی پرچہ ۲۲ مئی کے صـ۱۱ مین کادیانی سنے اور دلائل کو جو اس آیت سے اوسنے نکالے ہین ذکر کیا اور کہا ہے "غرض اللہ جلشانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت کے لئے یہی دلیل استقرائی پیش کی ہے ـ پھر اسکے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے ـ وامہ صدیقہ ـ یعنی والدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی راستباز تھی ـ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ جل شانہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جاوے تو پھر ضروری امر ہے کہ وہ دوسرون کی طرح ایسی والدہ کو اپنے تولد مین محتاج نہوون ـ جو باتفاق فریقین انسان تہے ـ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی کھلی ہے ـ کہ قانونِ قدرت اللہ جل شانہ اسی طرح واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اوسکے نوع کے موافق ہوا کرتی ہے ـ مثلاً دیکھو کہ جسقدر جاندار ہین ـ مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا ـ اور ہر ایک پرندہ وہ اپنے نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہین ـ یہ تو نہین ہوتا کہ انسان سے پرند پیدا ہو جائے ـ یا پرند انسان کے پیٹ سے نکلے ـ پھر ایک تیسری دلیل یہ پیش کی کانا یاکلان الطعام یعنی وہ دونون حضرت مسیح اور آپکی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتی [illegible] لوگ سمجھتے ہین کہ انسان کھانا کیون کھاتا ہے اور کیون کھانے کا محتاج ہے ـ اسمین [illegible] یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن مین سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہانتک کہ تحقیقات قدیمہ [illegible] جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہو جاتا ہے ـ اور دوسرا بدن [illegible] ماتحلل ہو جاتا ہے ـ اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اسکا بھی روح پر اثر [illegible] کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتا ہے ـ اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے ـ جیسے اگر روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور [illegible] بھی نمودار ہوتی ہے ـ اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہین ـ آپ جبکہ [illegible] ہے تو کسقدر مرتبہ خدائی سے بعید ہوگا ـ کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے ـ اور [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برس کے بعد دوزخ آوے - ماسوا اسکے کھانیکا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالے کی ذات مین مسلم ہے - اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ ان حاجتمندیون سے بری نہین تھے - جو تمام انسانون کو لگی ہوئی ہین - پھر یہ ایک عمدہ دلیل اسبات کی ہے کہ وہ باوجود ان دردون اور دکھون کے خدا ہی تھے - یا ابن اللہ تھے - اور درد ہمنے اسلیئے کہا کہ بھوکھ بھی ایک قسم درد کی ہے - اور اگر زیادہ ہو جائے تو موت تک نوبت پہنچاتی ہے"۔

یہ سوال اول الوہیت مسیح کے متعلق کادیانی کے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کی بلفظہ نقل ہے اب اس کے مقابلہ مین اسکے پہلے خصم[ملہ] ڈپٹی عبداللہ آتھم کے پہلے پرچہ کی بعینہ نقل کیجاتی ہے -

تقریر فریق ثانی

کادیانی کے پہلے خصم (ڈپٹی عبداللہ آتھم) اپنے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء مین لکھتے ہین - "اگر یہ جناب کا قول صحیح ہے کہ ہر امر کی حقیقت تجربہ ہی پر مدار رکھتی ہے - یعنی جو تجربہ کے برخلاف ہے وہ باطل ہے تب تو ہمکو صفت خالقیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا - کیونکہ ہمارے تجربہ مین کوئی چیز خالق نہین ہوتی - اور آدم کا بغیر والدین پیدا ہونیکا بھی انکار کرنا پڑیگا - اور ہم یہ نہین جانتے کہ ایسا ہم کیون کرین - کیونکہ ناممکن مطلق ہم اسکو کہتے ہین - جو کوئی امر کسی صفت ربانی کے مخالف ہو - اور یہ چیزین جو ہمارے تجربہ کے باہر ہین مثلاً خلقت کا ہونا یعنی بلا سامان کے عدم سے وجود مین آنا - اور آدم کا بخلاف سلسلہ موجودہ کے پیدا ہونا ہم کسی صفت مقدسہ خدا تعالے کے مخالف نہین دیکھتے - دوم - یہ جواب آپکے دوسرے مقدمے کے آپکو یقین ہونا چاہیئے کہ ہم اس شئے مرئی کو جو کھانے پینے وغیرہ حاجتون کے ساتھ ہے - اللہ نہین مانتے - بلکہ مظہر اللہ کہتے ہین - اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جیسا قرآن مین بابت اس آگ کی جو جھاڑی مین نظر آتی تھی لکھا ہے کہ اے موسیٰ اپنی نعلین اتار کیونکہ یہ وادی طوی ہے - اور کہ مین تیرے باپ ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا خدا ہون - موسیٰ نے اسکو تسلیم کیا اور یہ شئے مرئی تو خدا نہین ہو سکتی - اور وہ وقت مرئی تھی - بس ہم اسکو مظہر

ملہ - اس مباحثہ مین کادیانی کے خصم مباحث دو تھے - اول ڈپٹی آتھم دوسرے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ کہتے ہین۔ اللہ نہین کہتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہین۔ کیا یہ ستون جو خشت وخاک کا سامنے نظر کے ہے۔
اسمین ہے اگر خدا آواز دیکر کہنا چاہیئے کہ مین تمہارا خدا ہون۔ اور میری فلانی بات سنو تو گو تجربہ کے برخلاف
یہ امر ہے تو گیا امکان کے بھی برخلاف ہی کہ خدا ایسا نہین کرسکتا۔ (ہمارے نزدیک تو امکان کے برخلاف نہین)
سوم ہمنے ابن اللہ کو جسم نہین مانا ہم تو اللہ کو روح جانتے ہین جسم نہین۔ چہارم۔ امر کے بارہ مین
ہماری التماس یہ ہی کہ بیشک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیئے۔ لیکن حقیقت کو چاہیئے کہ تاویل نہ لگاڑی
اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہے۔ تو بالمرہ حکم بطلان کا اسپر دینا چاہیئے۔ نہ کہ بطلان کو مروڑ کے
حق بنانا۔ پنجم۔ امر کے بارہ مین جناب کی خدمت مین واضح ہو کہ لفظ بیٹے اور یہاں بھی کا بائبل مین دو طرح پر
بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ وہ یکتن ساتھ خدا کے ہو۔ دوم یہ کہ یکمن ساتھ رضا آلہی کے ہو۔ (ایک
تن وہ ہے جو ماہیت مین واحد ہو۔ اور ایکمن وہ ہے جو ماہیت کا شریک نہین بلکہ رضا کا شریک ہو)
کسی نبی یا بزرگ کے بارہ مین بائبل مین یہ لکھا ہے کہ لے تلوار میرے جڑواں ہے۔ اور ہمتا پر اٹھہ ذکریا
۱۳۔ ۷۔ اور پہر کسی کے بارہ مین ایسا لکھا ہے۔ کہ تخت داؤدی پر یہوواہ صدقنو آویگا۔ یرمیاہ ۲۳۔ ۶۔ اور کسی نے
یہ کہا کہ مین الفا۔ اومیگا قادر مطلق خداوند ہون۔ اور کسی کے بارہ مین یہ لکہا گیا۔ کہ مین جو حکمت ہون
قدیم سے خدا کے ساتھ رہتے تھے۔ اور میرے وسیلہ سے یہ ساری خلقت ہوئی۔ اور یہ کہ جو کچھ خلقت کا
ظہور ہے اسی کے وسیلہ سے ہے۔ خدا باپ کو کسی نے نہین دیکھا۔ لیکن اکلوتے (خدا) نے اسے ظاہر
کردیا۔ یوحنا۔ ۱۔ ۱۸۔ اب اسپر انصاف کیجئے کہ یہہ الفاظ متعلق یکتن کے ہین۔ یا یکمن کے۔
نیز یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ یسعیاہ۔ ۹۔ ۶۔ مین کہ وہ جو بیٹا ہمکو بخشا جاتا ہے۔ اور
فرزند تولد ہوتا ہے۔ وہ ان خطابون سے مزین ہے۔ یعنی خدا قادر۔ آپ ابدیت شاہ سلامت مشیر
عجوبہ۔ تخت داؤدی پر آنیوالا جسکی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔ ششم۔ جو آپنے قرآن سے استدلال کیا ہے تو
مجھے افسوس ہے کہ مین اتبک اسکے الہامی ہونیکا قائل نہین۔ جب آپ اسکو الہامی ثابت کرکے قائل کرینگے
تو اسکی سندات آپ ہی مانی جائینگی۔ ہفتم جناب من فطرت یا خلقت فعل آلہی ہے۔ اور الہام قول آلہی۔ فعل
اور قول مین تناقض نہین ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی کلام مبہم معلوم ہووے یا بادی النظر مین مشکل معلوم ہو تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اوسکی تاویل ہم معقولات ہی سے کرین گے۔ ورنہ کہان جائینگے۔ چنانچہ جناب نے خود ہی فرمادیا کہ اسکی تاویل طلب کی تاویل واجب ہے اور جناب اس سے بھی بڑھکر فرماتے ہین کہ تجربہ کے برخلاف ہم کچھ نہ لیوین گے تو گویا یہ بھی رجوع کرتا طرف تثلیث کے ہے۔ جسکو ساتھ ہم کلیۃ متفق نہین ہین۔ ہشتم بجواب آٹھوین کے اتنی ہی عرض ہے کہ جہان بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل مین نہو تو ہماری عقل کو روک نہین کہ ہم اسمین امتیاز نہ کرین اور دوسرون کے ساتھ بھی اگر یہی صفات ملحقہ ہون جیسے مسیح کے ساتھ ہین تو ہم انکو بھی مسیح جیسا مان لین گے"

یہ فریق ثانی کے پہلے پرچہ کی بعینہ نقل ہے۔ اب فریقین کے باقی پرچون کے مطالب کا خلاصہ باختصار نقل کیا جاتا ہے۔ اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ کادیانی کے پرچہ اول کے بعد اسکا جو پرچہ نکلا ہے اسمین پرچہ اول کے سوال و اصول و دلائل کا بار بار تکرار و اعادہ ہوا ہے۔ اور جہان کوئی نئی بات کہی ہے وہ اصل سوال الوہیت مسیح سے اجنبی ہے ایسا ہی فریق ثانی کیطرف سے جو پرچہ پرچہ اول کے بعد نکلا ہے وہ تکرار مطالب اور اجنبی باتون کے بیان پر مشتمل ہے۔ لہذا فریقین کی اصل کلام کو پورا پورا نقل کرنا عبث و فضول اور بلا ضرورت اپنے اوقات کا خون کرنا ہے۔ اور ان کے نقل مین خلاصہ و اختصار واجب ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین ہماری اس رائے کی تصدیق کرین گے اور خود بخود جان لین گے کہ اس بحث کو فریقین نے بلا فائدہ طول دیا۔ اور اصل بحث سے خروج کیا۔ اور وہ اس خلاصہ کو پڑھکر اسکے متعلق اسلامی ریویو کے منتظر رہینگے۔ سو مع ہذا ہم اس خلاصہ پر بھی ریویو کرین گے۔ اگر ہمارے ناظرین پہلی دو تقریرون فریقین کے متعلق اسلامی ریویو کو پڑھکر اس خلاصہ کے متعلق ریویو کرنیکی درخواست کرین گے۔ اور اسکا شوق ظاہر فرمادین گے۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی کادیانی

۱۸۹۳ء

کادیانی نے پرچہ اول ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء مین ص ۲ سے ص ۵ تک اصول دلائل پرچہ ۲۲ مئی کا بہت تطویل کے ساتھ اعادہ کیا۔ (۲) پھر ص ۵ مین کہا ہے کہ آدم کا بغیر باپ کے پیدا ہونا فریقین کے نزدیک مسلم ہے (۳) پھر ص ۶ مین کہا ہے کہ استقرار کی تسلیم سے خدا کی خالقیت کا انکار لازم نہین آتا۔ کیونکہ فریقین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کتاب سے ثابت ہی کہ خدا تعالے نے جیسا زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے وہ ایسا ہی اسکی مثل پیدا کرسکتا ہے۔ اور
اسکی قدرت اور قوت جو استقرار سے ثابت ہی۔ اس حد تک ختم نہین ہوگی۔ پہر[۴] مٹ مین کہا ہے کہ جو پیشگوئیان
ڈپٹی صاحب نے الوہیت مسیح کے متعلق پیش کی ہین وہ زبردستی ان پر لگائی جاتی ہین۔ ان پیشگوئیونکو
نہ حضرت مسیح نے اپنے اوپر لگایا نہ یہودیون نے انکو مسیح کے حق مین سمجہا اور نہ ان کے وہ معنے کیے۔ جو
عیسائی کرتے ہین۔ آپ پہلے اصل عبرانی زبان مین ان پیشگوئیون کو نقل کرین۔ پہر یہ ثابت کرین کہ مسیح
نے انکو اپنے اوپر لگایا ہے۔ پہر یہ بہی ثابت کرین کہ کل مفسرین اور یہودی انکے یہی معنے کرتے ہین۔ تو
ہم اسکو قبول کرین گے۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۹۳ء فریق ثانی

اسکے جواب مین ڈپٹی آتہم نے پرچہ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۹۳ء مین اول استقرار کی شرح کا سوال کیا
ہے۔ پہر[۲] کادیانی کے اس اصول کو کہ الہام اپنی شرح آپ کرے تسلیم کیا۔ مگر اسکے ساتھ یہ ضمیمہ لگا دیا ہے کہ الہام
کو سمجہنے کے لئے عقل ایسی ہے جیسی آنکہہ کے لئے خارجی روشنی۔ پہر کہا ہے[۳] پیشگوئیون کے معنے سمجہنے
کے لئے یہودیون کا اتفاق کیون مانگا جاتا ہے۔ عبرانی لغت اور قواعد موجود ہین جس لفظ پر آپ گرفت
کرین گے پیش کیا جائیگا۔ پہر کہا ہی[۴] پہلی نوشتون مین یہ پیشگوئیان مسیح پر لگائی گئی ہین اور اس پر متی
۲۶ باب ۳۱۔ یسعیا ۶۔ باب ۱ سے ۱۲۔ بمقابلہ یوحنا ۱۲ ایات ۴۰ و ۴۱ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ اور ۴ سطرون
کو ناحق سیاہ کیا کیونکہ ان حوالجات مین سے عہد عتیق سے ایک بہی ایسا نہین جسمین الوہیت کا ذکر یا
اشارہ ہو۔ اور عہد جدید سے جو اس الوہیت کا متضمن ہے اسکا ذکر پہلے پرچہ ۲۲ مین ہو چکا ہی۔ اور
پہر پرچہ ۲۵ مئی مین مفصل ہوگا۔ یہان اسکا مجمل ذکر فضول ہے۔ اخیر[۵] مین کتاب اللہ کی کمال اور نجات کی بابت
سوال کیا ہے۔ اور ایک اجنبی بحث کو چہیڑ دیا۔ اور کادیانی کو اسمین تطویل کرنی اور اصل بحث سے نکل جانیکا
خوب موقع دیدیا۔

کادیانی

اسکے جواب مین کادیانی پرچہ دوم ۲۳ مئی سنہ ۱۸۹۳ء خوب کہل کہیلا ہے۔ اور کہین کا کہین نکل گیا

© rasailojaraid.com

اس جواب میں قادیانی نے دس باتیں کہی ہیں۔

(۱) ڈپٹی عبداللہ جسم کو صرف مظہر اللہ جانتے اور اللہ روح کو جانتے ہیں۔ تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ ہم مسیح کو خدا جانتے ہیں (۲) جسم کو کسی شخص کا اسکا جزو نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ چند برس کے بعد بدل جاتا۔ اور ایک نیا جسم آجاتا ہے تو مسیح کا پہلا جسم جسکے ساتھ انہوں نے تولد پایا تھا کفارہ نہ ہوا اور نہ کسی کام آیا۔ (۳) اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح درحقیقت خدا تعالے ہے تو مظہر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہم انسان کو مظہر انسان کہہ سکتے ہیں۔ (۴) اگر حضرت مسیح کی روح انسانی روح نہ تھی۔ تو اسکا ثبوت دین کہ انہوں نے مریم کے رحم میں اس طریق اور قانون قدرت سے روح حاصل نہیں کی جسطرح انسان حاصل کرتے ہیں۔ (۵) خدا اپنے صفات کاملہ میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ ایک صفت بھی باقی رہجائے۔ تو اُسپر خُدا کا لفظ نہیں بولا جاتا پھر خدا تین کیونکر ہوگئے۔ تفریق ناموں کی چاہتی ہے۔ کہ کسی صفت میں کمی بیشی ہو سکے جب عیسائی مان چکے ہیں۔ کہ کسی صفت میں کمی بیشی نہیں تو پھر تینوں اقنوم میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ (۶) جھاڑی کی جو تمثیل پیش کی گئی ہے۔ اسکی نسبت سوال ہے کہ قرآن میں کہاں آیا ہے کہ یہ آواز کہ میں تیرا رب ہوں آگ میں سے آئی تھی۔ (۷) قرآن میں اسموقع پر کہاں کہا ہے کہ میں اسحق ابراہیم کا باپ ہوں۔ (۸) توریت میں یکستن ایکسمن کی تشریح کہاں ہے۔ (۹) اگر مسیح کو ابن اللہ کہنے سے یکتن ہونا نکلتا ہے تو اور انبیا اس لقب کے زیادہ مستحق ہیں جنکو خدا کہا گیا ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۰۔ باب ۳۵۔ (۱۰) ابن اللہ سے بڑھکر تعریفوں کے متضمن جو مسیح کے حق میں پیشگوئیاں پیش کیں گئیں۔ وہ ہماری شرط کے مواقف نہیں۔ نہ یہودیوں نے ان کے وہ معنے کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح نے بلکہ مسیح نے انکو صاف رد کردیا ہے۔ چنانچہ یوحنا ۱۰۔ باب ۳۰ میں ہے۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ اول ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں اول کادیانی کے اس امر کو

© rasailojaraid.com

تسلیم کر لینے پر کہ آدم کی پیدائش استقرار سے مستثنےٰ ہے خوشی ظاہر کی ہے۔ پھر (۲) کادیانی کو سوال اول کے جواب سے سکوت اختیار کر کے اسکے دوسرے سوال کے جواب مین کہا ہے کہ ہم انسانی جسم کو مسیح نہین کہتے۔ اسکو مظہر اللہ کہتے ہین۔ یعنے جائے ظہور اللہ۔ لہذا اسکا قائم و دائم رہنا کفارہ ہونیکے لیے ضروری نہ تھا۔ پھر (۳) اُس کے تیسرے سوال کے جواب مین کہا ہے۔ انسان مین تین چیزین (جسم جان۔ روح۔) علیحدہ علیحدہ ہین مسیح کا خدا یا مظہر اللہ ہونا ان ساری چیزون سے علیحدہ ہے۔ اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔ پھر (۴) اسکی چوتھی بات کے جواب مین کہا ہے کہ مسیح کی انسانی روح قانون قدرت کے موافق پیدا نہین ہوئی۔ تاہم وہ خلقت مین مساوی ہے۔ اور ایک روح دوسری روح سے حاصل نہین ہوتی۔ پھر کیون کہا کہ مسیح کی روح مریم کی روح سے حاصل ہوئی۔ کیون کہین کہ وہ نئی مخلوق ہوئی۔ ماسوا اس کے الوہیت سے اسکو علاقہ نہین۔ ہم بارہا کہہ چکے ہین کہ مظہر اللہ ماسوا انسانیت کے ہے۔ پھر (۵) بجواب سوال پنجم کے کہا ہے تثلیث ایک صورت مین ایک ہے دوسری صورت مین تین جیسے بحیدی بے نظیری ہے کہ ان میں ایک مثل بحیدی قائم فی نفسہ ہے دوسری مثل بے نظیری لازم و ملزوم۔ پھر (۶) بجواب سوال ششم کادیانی کے سورہ قصص و سورہ طٰہٰ جھاڑی مین سے یہ آواز آنا کہ "مین تیرا رب ہون" نقل کر کے کادیان کو شرمندہ کیا۔ پھر (۷) بجواب سوال ہفتم کادیانی اپنی غلطی کو مانکر یہ کہا ہے کہ یہ ذکر توریت مین ہے نہ قرآن مین۔ پھر (۸) بجواب سوال (۹) ہشتم کادیانی یہ اعتراف کیا کہ یہ ہمارا استنباط و اجتہاد ہے۔ توریت مین یہ صریح الفاظ نہین ہین۔ پھر بجواب سوال نہم و دہم کادیانی کہا ہے کہ کسی نبی کے حق مین وہ الفاظ نہین کئے گئے جو مسیح کے حق مین کہے گئے ہین۔ اور زکریا و یسعیاہ پر سیاہ کے ۱ باب ۸ کو رومیوں ۲۲۳ کا اعادہ کہا اور کہا۔ اور کہا یوحنا ۱۰ باب ۳۵ مین مسیح نے نہ تو ان پیشگویون سے انکار کیا نہ اثبات بلکہ صرف یہودیون کی دہان بندی کی۔

کادیانی

اس کے جواب مین کادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی سنہ ۱۸۹۳ء مین پہلے استقرار کی وہ شرح کی جو اسکے پرچہ اول سے صفحہ (۲۱۹) منقول ہو چکی ہے۔ پھر ڈپٹی آتھم سے اس قاعدہ کو تسلیم کر نیکو نقل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہا ہے کہ الہام اپنی غرض آپ کرے مگر اس کے ضمن مین ایک ایسی بات ان کے ذمہ لگا دی ہے۔
انکی کلام سابق مین پائی نہین جاتی۔ ڈگو اسپر ڈپٹی آتہم کا سکوت کرنا اسکا اسکو قائل بناتا ہے۔
وہ یہ کہ آپکے نزدیک الہام کے لئے یہ ضروری نہین۔ کہ وہ اپنے دعادی کو آپ دلائل عقلیہ سے ثابت کرے
پہر اس بات پر انکو وہ الزام دیا ہے۔ جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۱ مین کا دیانی کی کلام سے منقول ہوا ہے
پہر (۳۰) انجیل یوحنا باب ۱۰ کی یہ اصل عبارت نقل کی ہے۔ کہ "میرا باپ جسنے انہی مجھے دیا ہے سب سے بڑا
ہے۔ اور کوئی انہین میرے باپ کے ہاتھ سے چہین نہین لے سکتا۔ مین اور باپ ایک ہین۔ تب یہودیون نے
پہر پتہراو اٹھائے۔ کہ اسپر پتہراؤ کرین یسوع نے اونہین جواب دیا کہ مین نے اپنے باپ کے بہت سے اچھے
کام تمہین دکہائے ہین۔ ان مین کسی کام کے لئے تم مجھے پتہراؤ کرتے ہو۔ یہودیون نے اسے جواب دیا
اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہین بلکہ اسلئے تجھے پتہراؤ کرتے ہین کہ تو کفر کہتا ہے۔ اور انسان
ہو کے اپنے تئین خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہین جواب دیا کیا تمہاری شریعت مین یہ نہین لکہا ہے
کہ مین نے کہا تم خدا ہو جبکہ اوس نے اونہین جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ خدا کہا۔ اور ممکن نہین کہ
کتاب باطل ہو تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا۔ اور جہان مین بہیجا کہتے ہو۔ کہ تو کفر بکتا ہے۔ کہ مینے
کہا مین خدا کا بیٹا ہون ہون" پہر کہا۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہودیون کا یہ اعتراض اور
خیال تھا۔ کہ مسیح اپنے تئین خدا تعالے کا حقیقی بیٹا قرار دیتا ہے۔ اس کے جواب مین حضرت مسیح نے
صاف لفظون مین کہدیا کہ مجھ مین کوئی بات زیادہ نہین۔ دیکھو تمہارے حق مین تو خدا کا اطلاق بہی ہوا ہے
اب ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح درحقیقت اپنے تئین ابن اللہ جانتے تو اس بشارت پر خاش کے وقت مردمیدان
ہو کر صاف کہتے کہ مین درحقیقت ابن اللہ ہون۔ اور وہ تمام پیشگوئیان پیش کر دیتے جو ڈپٹی صاحب نے
پیش کی ہین۔ اور یہ کہتے کہ تم تو صرف خدا کا بیٹا کہنے پر ناراض ہو گئے ہو۔ مین تو بموجب فلان وفلان
پیشگوئی قادر مطلق بہی ہون۔ خدا کا بیٹا بہی ہون۔ کونسا مرتبہ خدائی ہے۔ جو مجھ مین نہین ہے
(۳۳) آخر مین کادیانی نے کہا ہے کہ یہودیون کا اتفاق اسلئے طلب کیا گیا ہے کہ مسیح نے خود کہا ہے کہ فقیہ
و فریسی موسیٰ کے گدی پر ہین۔ وہ جو کچھ تمہین ماننے کو کہین۔ وہ عمل مین لاؤ۔ لیکن ان کے سے کام

© rasailojaraid.com

ذکر و کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ پر کرتے نہیں (۲۳) متی ۲۳ ٭

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم ۲۴ مئی سنہ ۱۸۹۳ء میں انجیل کی فضیلت و کمال اس انجیل کے چھ حوالوں سے بیان کی جسکو اصل مدعا سے کوئی تعلق نہیں (۲) پھر کادیانی کے معنے استقراء کو تسلیم کر کے کہا ہے۔ کہ مسیح کا مقدمہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ جس پر پیشگوئیاں سابق الذکر دلیل ہیں و مزید براں مسئلہ کثرت فی الوحدت عہد عتیق میں موجود ہے۔ اول پیدائش باب آیت ۲۶ میں کہ خدا نے کہا کہ ہم آدم کو اپنی صورت اور اپنی شکلوں پر بناویں۔ اور پیدائش ۳۔ باب ۲۲ میں کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا (۳) پھر یہودیوں نے اور سید احمد خان بالقابہ سے جا لپٹے ہیں۔ اور اُن کی تاویل کے بعدم صحت کے متظہر ہوئے (۴) پھر کہا الوہیت مسیح و تثلیث ادراک سے باہر ہے۔ جسنے اسکا امکان عقل سے ثابت کر دیا (۵) آخر میں یوحنا باب ۱۰ کا وہی جواب دیا۔ جو پہلے پرچہ ۲۲ مئی میں دے چکے ہیں۔ ٭

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی پرچہ اول ۲۵ مئی سنہ ۱۸۹۳ء میں قرآن کے کمال کی بحث کی ہے جسکو اصل سوال الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ ٭

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی سنہ ۱۸۹۳ء میں ایک فہرست پیش کی ہے جسمیں پہلے الوہیت مسیح کے ثبوت میں یرمیاہ ۲۳۔ باب ۶ سے نقل کیا ہے۔ اسکے دنوں میں یہودا نجات پاویگا۔ اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کریگا۔ اور اُسکا یہہ نام رکھا جاویگا۔ خداوند ہماری صداقت اصل میں ہے یہوواصدقینو۔ (۱) پھر یسعیاہ ۷ باب ۱۴، ۹ باب ۱۰ سے نقل کیا ہے۔ دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اور اُسکا نام عمانوئیل رکھیں گے۔ تم منصوبہ باندھو پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہریگا۔ کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور اسکے تائید میں چند حوالے اور دیئے ہیں (۲) پھر مسیح کے چند لازمی صفات سے اسکی الوہیت ثابت کی ہے اور اسپر عہد جدید کا حسب تفصیل ذیل حوالہ دیا۔

© rasailojaraid.com

اوّل ازلیت

اسکے ثبوت میں یوحنا ۱ باب ۱ سے ۳ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئی ہیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جو بغیر اسکے ہوئی ہو" اور یوحنا ۸ باب ۵۸ سے نقل کیا ہے۔ یسوع نے کہا "میں تمسے سچ سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہوئیں ہوں۔ اور مکاشفات ۱ باب ۸ سے نقل کیا ہے۔ کہ میں الفا اور اومیگا اوّل آخر جو ہے اور تھا۔ اور آنے والا قادر مطلق ہوں۔

دوم خالقیت

اسکے ثبوت میں یوحنا ۱ باب ۳ و ۴ سے نقل کیا ہے۔ سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اسکے ہوئی ہو۔

سوم محافظ کل ہستی

اسکے ثبوت میں قلسی ۱ باب ۱۷ سے نقل کیا ہے وہ سب سے آگے ہے اور اس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

چہارم لاتبدیل

اسکے ثبوت میں عبرانی ۱۳/۸ سے نقل کیا ہے یسوع مسیح کل اور آج ابد تک ایکسان ہے۔

پنجم دانی

اسکے ثبوت میں مکاشفات ۲/۲۳ سے نقل کیا ہے۔ میں وہی ہوں یعنی مسیح جو دلوں اور گردوں کا جانچنے والا ہوں۔ اور میں تم میں سے ہر ایک کو اسکے کاموں کا بدلہ دونگا۔

ششم حاضر و ناظر (مکانی)

اس کے ثبوت میں متی ۱۸/۲۰ سے نقل کیا ہے۔ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔ (زمانی) اس کے ثبوت میں متی ۲۸/۲۰ یوحنا ۳/۱۵ کا صرف حوالہ دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہفتم قادر مطلق

اسکے ثبوت میں یوحنا ۲۱/۵ سے نقل کیاہے جسطرح باپ مردو اُٹھاتا ہے اور جلاتا ہو بیٹا بھی جنہیں چاہتاہے جلاتا ہے اور مکاشفات ۸/۱ سے قول سابق الذکر نقل کیاہے۔

ہشتم جسکو خوش بیانی سے سوم قرار دیا ہے المسیح مالک کل ہو

اسکے ثبوت میں رومی ۱۴ باب ۹ سے نقل کیاہے کہ مسیح اسلئے ہوا۔ اور اٹھا اور جیا کہ مردوں اور زندوں کا بھی خداوند ہووا۔ ططاوس ۱۳/۲ اعمال ۲۸/۲۰ وغیرہ۔

نہم (یا بقول آتھم چہارم) مسیح کل عالم کا اختیار رکھتا ہو

اس کے ثبوت میں متی ۱۸/۲۸ سے نقل کیاہے کہ یسوع نے پاس آکر اسے کہا کہ آسمان وزمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا۔

دہم (یا بقول آتھم پنجم) المسیح کی پرستش

اس کے ثبوت مین متی ۱۱/۲ وغیرہ کو پیش کیا ہے۔

یازدہم (یا بقول آتھم ششم) المسیح سے دعا مانگی جاتی ہے

اس کے ثبوت میں اعمال ۵۹/۷ وغیرہ کو پیش کیا۔

دوازدہم (یا بقول آتھم ہفتم) المسیح دنیا کی عدالت کریگا۔

اس کے ثبوت مین متی ۲۷/۱۶ سے نقل کیا ہے مسیح ہر ایک کو اوس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

سیزدہم (یا بقول آتھم ہشتم) المسیح گناہ بخشتا ہو۔

اس کے ثبوت میں متی ۶/۹ سے نقل کیا ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔

چہاردہم (یا بقول آتھم نہم) مسیح اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے

اسکے ثبوت میں مکاشفات ۱/۱ و ۱۶/۲۲ و متی ۴۱/۱۳ کو پیش کیا ان حوالجات و عبارات کو نقل کرنے کے بعد ڈپٹی آتھم نے ایک نوٹ کی ضمن میں کہا ہے کہ اگر مسیح محض انسان ہوتا تو صفات مذکورہ بالا جو فقط ذات باری پر عائد ہو سکتین ہیں اُسپر کس طرح عائد ہو سکتیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی پرچہ دوم ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں وہی پرانا رونا رویا ہے - کہ پیشگوئیاں مری شرط کے موافق نہیں - میری شرط یہ تھی - کہ پہلے الہامی کتاب سے دعوے الوہیت مسیح پیش کیا جاوے پھر عقلی دلائل سے انکا ثبوت دیا جاوے - اور یہ پیشگوئیاں عقلی دلائل نہیں - بلکہ خود دعاوے ہیں جو محتاج ثبوت ہیں - اسکے بعد وہی پرانا قول مسیح کا یوحنا باب ۱۰ سے نقل کیا اور کہا کہ اس قول میں مسیح نے اپنی الوہیت سے صاف انکار کیا ہے - اسکے بعد کہا کہ مسیح خدا یا خدا کا حقیقی بیٹا ہوتا تو یہودیوں کے جواب میں بقول ڈپٹی عبد اللہ آتھم گریز نہ کرتا اور تعقیہ نکرتا - بلکہ صفات الوہیت کے مدعی ہوتا - اور اسکے ثبوت میں پیشگوئیاں پیش کرتا - اور دوسرا ثبوت اپنی الوہیت کا یہ پیش کرتا کہ میں نے فلاں چیز پیدا کی ہے - اسکے بعد ان پیشگوئیوں کے مقابلہ و معارضہ میں چار مقام انجیل کے پیش کئے - اوّل وہ مقام جس میں مسیح نے قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی تھی دوم وہ مقام متی ۱۹ جسمیں آپنے اُس شخص کو جس نے آپ کو نیک کہا تھا - فرمایا ہے کوئی نیک نہیں - مگر ایک - خدا سوم وہ مقام متی ۲۰ جسمیں آپ نے بہشت کی دائیں بائیں بٹھانے کی درخواست کے جواب میں فرمایا ہے کہ اُس میں میرا اختیار نہیں چہارم وہ مقام متی ۲۶ جسمیں آپ کا صلیب سے بچنے کے لئے رو رو کر دعا کرنا پایا جاتا ہے - پھر کادیانی نے کہا ہے کہ آپ نے حواریوں سے بھی دعا کرائی تھی جیسے عام انسان مصیبتوں کے وقت بیماروں میں جا کر دعائیں کراتے ہیں مگر وہ دعا قبول نہ ہوئی - پھر کہا اس سے وہ تمام پیشگوئیاں رد ہو گئیں آخر میں کادیانی نے یہ کہا کہ اگر آپ مسیح کو قادر مطلق کہتے ہیں تو آپ اس سے نشان طلب کریں - اور میں خدا تعالے سے (جو درحقیقت قادر مطلق ہے نہ مکلف تھی اور وہ مجھ سے بالمقابلہ نشان دکھانیکا وعدہ کرچکا ہے) طلب کرتا ہوں - اگر بالمقابلہ میرے نشان دکھانے سے قاصر رہا - یا آپ نے بھی میرے مقابلہ کوئی نشان دکھا دیا تو میں ہر ایک سزا کو اپنے اوپر اُٹھا لونگا -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ اوّل ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء نے اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا اور بعض جو نئی لکھیں وہ اصل مدعا سے غیر تھیں کہیں آیۃ اوّل یوحنا باب ۱ کا وہی پرانا جواب دیا جسمیں اسقدر بڑھا دیا کہ یہ جواب اپنی انسانیت کے لحاظ سے دیا تھا اور آپ نے یہ فرمایا کہ اگر میں اپنی انسانیت سے بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہوں تو اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ تمہارے بنی خدا ہیں اسلئے (۲) پھر کہا وہ اپنی انسانیت میں بھی معصوم اور مرسل شخص تھا جسکے معنے الوہیت کے کئے گئے ہیں۔ پھر (۳) کہا اُسنے جو قیامت اور بہشت کے داہنے بائیں بٹھانے کے اختیار کی نفی کی ہے اسکے انسان ہونیکی نظر سے ہے۔ اور ایسی ہی نیک ہونیکی اور اسلئے خدا کے نیک ہونے کا اثبات اُس شخص کے خطاب میں تھا جو اُسکو نیک نہ سمجھتا تھا۔ پھر (۴) کہا قرآن کا راہ نجات میں کمال کیونکر ہے (۵) کہا کلمۂ توحید سے حصول نجات ناممکن ہے شیطان بھی خدا کو ایک جانتا اور ایک کہتا تھا۔ اور (۶) کہا صداقت محتاج دلیل نہیں ہوتی لہذا وہ پیشگوئیاں جو خود صداقت و دلائل ہیں محتاج ثبوت و دلائل نہیں ہیں۔ پھر (۷) کہا مسیح نے بحیثیت انسانی کچھ نہیں بنایا۔ مگر بحیثیت الوہیت سب کچھ اوس نے بنایا۔ (۸) مسیح یہودیوں سے ڈر نہیں گیا بلکہ انکے غصہ کو فرو کیا۔ پھر (۹) کہا مسیح نے مظہر اللہ ہو کر وہ صفات ظاہر کئے ہیں جو اور طرح ہو نہ ہو سکتے تھے۔ اور (۱۰) کہا خدا کا باپ ہونا متی ۶/۱ خدا محبت ہے یوحنا ۴/۱ خدا روح ہے یوحنا ۲۴/۴۔ اور (۱۱) کہا کثرت فی الوحدت توریت میں صاف لکھی تھی اور اسپر آیات منقولہ صفحہ ۲۲۹ کا حوالہ دیا۔ اور (۱۲) کہا فریسی اور فقیہوں کے حق میں مسیح کے قول کی (جو کادیانی کے پرچہ ۲۴ مئی سے بصفحہ ۲۲۸ رسالہ ہذا منقول ہے) یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ مخالف توریت میں۔ اور (۱۳) کہا بدن مسیح کے زوال کو کفارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کادیانی

کادیانی نے اسکے جواب میں پرچہ اول ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں کمال و نجات کی طولانی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجنبی بحث کی ہے اور اسکا ثمرہ نجات یافتہ سے نشان نمائی و صدور کرامات قرار دیا ہے۔ اور اسمیں اپنی مخاطب سے چیلنج (طلب معارضہ مقابلہ) کیا۔ اور کہا ہے کہ اگر آپ نجات پر ہیں تو نشان دکھادیں یا اپنے عجز کا اقرار کرکے مجھ سے نشان طلب کریں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے فتح اور نشان نمائی کا وعدہ دیا ہے میں ضرور نشان دکھاؤنگا۔ اور آپ پر فتح پاؤنگا۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا ہے کہ مسیح نے یہودیوں کو یہ کہا تھا۔ کہ میں انسان ہو کر بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں اور کہا ہے (۱) اس جواب کی نسبت یہ کہنا کہ مسیح نے یہ کیوں نہ کہا کہ میری الوہیت کی تصدیق فلان فلان پیشگوئی میں ہے خدا کی کلام میں چون و چرا کرنا ہے اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے دو آنکھیں پیشانی کی پیچھے کیوں نہ لگادیں۔ (۲) پھر کہا کہ کادیانی نے یہ سچ نہیں کہا کہ مسیح نے حواریوں سے دعا چاہی۔ (۳) پھر کہا نشان دکھانے سے ہم عاجز ہیں۔ اپنی اندر اس کی استطاعت نہیں رکھتی۔ لیکن جناب کو اسپر ناز ہی تو آپ نشان دکھادیں یہ تین شخص پیش کئے جاتے ہیں ایک اندھا۔ ایک لنگڑا۔ ایک گونگا آپ انکو اچھا کر دکھاویں۔ اور خلق خدا پر رحم کریں۔ اور اپنا چیلنج پورا کریں (۴) پھر کہا نجات کے بارہ میں جو آپ نے کہا ہے اُسکی پڑتال ہم آئیندہ کرینگے۔ کیونکہ اسکا موقعہ وہی ہے۔ جب ہمارے حملے شروع ہونگے (اس قول میں ڈپٹی آتھم نے صاف اقرار کیا۔ کہ اس موقعہ پر نجات کی بحث اجنبی ہے اور یہ نہ سوچا کہ پھر ہم نے اس بحث کو کیوں چھیڑا۔ اور پرچہ نمبر ۲۳ و ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں اس کی بابت سوال کیا اور کادیانی کو خروج از بحث کا کیوں موقعہ دیا)

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی نے پرچہ دوم ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء پھر مسیح کا قول انجیل یوحنا باب ۱۰ سے پیش کیا۔ (۲) اور لفظ مخصوص اور مرسل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ موسیٰ اور ہارون کے حق میں بھی آئے ہیں۔ اور اسپر چند حوالے دیئے۔ (۳) پھر نشان نمائی کی درخواست کا جواب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ دیا ہے کہ ایسے خاص نشان دکھانا مسیحیوں کے لئے حضرت عیسے نشان قرار دے گئے اور فرما گئے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہ علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے وہ چنگا ہو جاوے گا اور حضرت مسیح یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ بنا بر علیہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہی ان بیماریوں پر ہاتھ رکھ کر انکو چنگا کر دیں۔ ورنہ رائی برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ (۴) پھر کہا کہ یہ الزام ہم پر عاید نہیں ہوتا ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ہماری یہ نشانی مقرر نہیں کی۔ اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تمکو یہ اقتدار دیا جائیگا۔ کہ تم اقتداری طور پر جو نشان چاہو گے دکھاؤ گے بلکہ صاف فرما دیا ہے قل انما الایات عند اللہ یعنے انکو کہدے کہ نشان اللہ کے پاس ہیں جس نشان کو خدا چاہتا ہے اوسکو ظاہر کرتا ہے۔ (۵) اور کہا حضرت مسیح بھی اقتداری نشان دکھلانے سے عاجز رہے ہے۔ مرقس ۱۸ ۱۱ و ۱۲ میں ہے کہ اُسنے فریسیوں سے آہ کھینچ کر نشان دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ مسیح اسرائیل کا بادشاہ ہو تو صلیب سے اُتر آوے۔ مسیح نہ اُتر سکے متی ۱۲۔ ۳۸ میں ہے کہ اُس نے کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دکھلایا جاویگا۔ (۶) اور کہا خدا تعالےٰ نے مجھے جو نشان دکھانے کا وعدہ دیا ہے۔ اُس سے یہ مراد ہے کہ کوئی ایسا نشان ہوگا جو انسانی طاقتوں سے باہر ہوگا معلوم نہیں کہ کس طور کا ہوگا اگر میں اسمیں جھوٹا نکلوں تو جو سزا آپ چاہیں مجھے منظور ہے۔ اور اگر مجھ سے ایسے خاص نشان چاہیں گے جیسے حضرت مسیح بھی نہیں دکھا سکے۔ بلکہ سوال کرنیوالوں کو دو گالیاں سنا دیں تو میرے نزدیک ایسے نشان دکھانے کا دم مارنا کفر ہے ۔۔

(۵) یہاں تو یہ تصریح ہے۔ اور کتاب وساوس کے صفحہ ۶۵۔۶۶۔۶۷ وغیرہ میں اہل کمال کے لئے اقتداری خوارق حاصل ہونے کا دعوے کیا ہے صفحہ ۶۷ میں کہا ہے اور ہمارے ہادی و مقتدا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق صرف آپ ہی دکھلائے ہیں بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا الخ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۴ مئی ۱۸۹۳ء میں پہلے راہ نجات و نشانی نجات کی بحث کو آئندہ ہفتہ پر ملتوی کیا (اب آپکو سوجھا کہ اس اجنبی بحث کو ہمنے بے وقت اور بے محل چھیڑا تھا) ـ (۲) پھر قول یوحنا باب ۸ اکے نسبت کہا کہ ہم اسکا جواب بار ہا دے چکے ہیں ـ اسکا اعادہ و تکرار کیوں چلا جاتا ہے ـ (۳) پھر لفظ مخصوص مرسل کے بحث غیر صحیح پائے جانے سے انکار ظاہر کیا ـ (۴) پھر کہا عیسائی مذہب میں نشان نمائی کی علامت ہمیشہ کے لئے نہیں ہے ـ بلکہ ہمیشہ کی علامت محبت ہے اور اسپر اعمال [illegible] اول قرنتی ۱۳/۴ و ۸ کا حوالہ دیا ـ (۵) پھر کہا مسیح نے مطلق نشان دکھانے سے انکار نہیں کیا ـ بلکہ خاص کر بد اور حرام کار لوگونکو جو نشان دیکھ کر ٹھٹھا کرنے کو اَور نشان مانگتے تھے ـ نشان دکھلانے سے انکار کیا ـ (۶) پھر کہا اور حرام کار کو بد اور حرام کار کہنا گالی نہیں ـ آپ ایک معصوم بیٹے کی طرف گالی دینے کو منسوب کرتے ہیں ـ اور آپ اسلام کی موافقت نہیں کرتے ـ

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی پرچہ ۴ مئی ۱۸۹۳ء میں وہی پرانا رونا رویا ہے ـ کہ میرے سوال کا جواب میری شرط کے موافق نہیں دیا گیا ـ شرط یہ تھی کہ پہلے انجیل سے دعوے الوہیت مسیح پیش کیا جاوے ـ پھر اسی انجیل سے اسکے عقلی دلایل نکالے جائیں مگر ڈپٹی صاحب نے ایسا نہیں کیا ـ بلکہ بجائے دلایل عقلیہ انجیل ہی کے چند پیشگوئیوں کو جو خود دعاوی ہیں ـ نہ دلایل پیش کر دیا ہے ـ ایسے دعاوے تو ہنود بھی اپنے پرانوں اور شاستروں سے پیش کرتے ہیں ـ اور اُنکے برہما بشن مہادیو کی الوہیت ثابت کرتے ہیں ـ پھر جب اُنکے نقلی دلایل سے برہما بشن مہادیو کی الوہیت ثابت نہ ہوئی تو اُن پیشگوئیوں سے حضرت مسیح کی الوہیت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے ـ (۲) پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ سے قول مسیح پیش کیا ـ اور اس سے مسیح کا انکار الوہیت نکالا ـ جو کادیانی کی [illegible] صفحہ ۲۲۸ میں نقل ہو چکا ہے ـ (۳) پھر ان پیشگوئیوں کے مقابلہ چند آیات قرآن کو پیش کیا جنہیں یہ بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہود لفظ ایسے کے معبود عزیر و مسیح و احبار و رہبان لایق عبادت نہیں ہیں۔ یہ لوگ کسی چیز کے خالق نہیں (۴)۔ پھر اسکے بیچ میں محض اجنبی بات یہ بھی کہدی کہ مسیح نے کہا ہے کہ روح حق آوے تو تمہیں سچائی کی راہ بتاوے اور اس سے آنحضرت مراد ہیں نہ روح القدس۔ پھر ڈپٹی آتھم کے اس بات کا کہ چاند سورج وغیرہ حضرت مسیح نے پیدا کئے ہیں۔ یہ جواب دیا ہے کہ یہ دعوے ہے نہ دلیل (۵)۔ پھر عیسائی مذہب میں نشان نمائی کے عام ہونے پر یوحنا $\frac{14}{12}$ سے نقل کیا کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے۔ جو میں کام کرتا وہی کام کرے گا (۶)۔ پھر اسکے دست آویز سے عیسائیوں سے نشان طلب کیا (۷)۔ پھر کہا ہے کہ مسیح نے اگر خاص لوگوں کو نشان دکھانے سے انکار کیا تھا۔ جو دیکھ چکے ہیں تو میں بھی تم کو ایک نشان دکھا چکا ہوں جسکا انوار نشان ۱۰۔ مئی ۱۸۸۸ء میں ذکر ہے دیعنے پھر مجھ سے دوبارہ نشان مانگتے ہو تو میں بھی انکار کر سکتا ہوں۔ جیسے مسیح نے کیا تھا) (۸)۔ پھر اخیر میں کہا کہ میں آئندہ بھی نشان دکھانے کو تیار ہوں۔ صرف درخواست اور تحریر شرائط کی دیر ہے (۹)۔ پھر گالی دینے کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک الزامی جواب ہے۔ آپ ہی کے مذہب کے موافق کہنا گیا ہے۔ میں حضرت مسیح کو ایک سچا نبی جانتا ہوں ۔ ❊

فریق ثانی

اسکے جواب میں کادیانی کے دوسرے خصم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک ڈپٹی عبداللہ آتھم کے بیماری کی علت سے میدان میں آئے اور انہوں نے بھی اپنے پرچہ اول ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں کئی پرانی باتیں ڈپٹی آتھم کی کہی ہوئی کہیں۔ اور کچھ نئی کہیں جنمیں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔ اول آپ لکھتے ہیں۔ المسیح اور رام چندر اور جلالی انجیل اور ہندوؤں کی کتابیں یکساں نہیں۔ ایسی تشبیہہ گناہ ہے (۱)۔ مدعیان الوہیت اگر جھوٹے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی سچا بھی ضرور ہوگا۔ جیسے کھوٹے روپیوں میں کھرا بھی ہوتا ہے (۲)۔ پیشگوئیاں جو پیش کی گئی ہیں خود مصداقتیں ہیں نہ دعاوی انکو عقل سے پرکھنا ہمارا حق نہیں۔ خدا کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے (۳)۔ ان سب پیشگوئیوں کو مسیح نے اپنے اوپر کئی دفعہ لگا لیا ہے۔ دیکھو متی ۲۴ باب ۴۱۔ آیت یوحنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متی ۲۵/۱۱ وغیرہ (۵) یوحنا باب ۱۰ کا جواب بارہا دیا گیا ہے معلوم نہیں کیوں خیال میں نہیں آتا - اسمیں مسیح نے الوہیت کا دعوےٰ کب کیا ہے آپ نے فرمایا ہے - ابتدا میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا - کلام خدا تھا - کلام مجسم ہوا جسکے پاس کلام پہنچا اُسکا اتنا درجہ ہو گیا تو تم کلام مجسم کو کہتے ہو - کہ کفر کہتا ہے (۶) لفظ مخصوص کا غیر مسیح کے حق میں استعمال ہونا جن حوالوں سے آپ نے بتایا ہے انکا پتہ ندارد ہے - لفظ مرسل یا بھیجا گیا مسیح کے حق میں اور ہی طرح تھا - یوحنا ۱۶/۲۸ میں ہے میں باپ سے نکلا ہوں اور پھر باپ کے پاس جاتا ہوں (۷) مسیح نے جو یوحنا باب ۱۰ میں کہا ہے اسکی نسبت آپکا یہ کہنا کہ مسیح نے یوں کیوں کہا یوں کیوں نہ کہا اس بزرگی سے اپنے آپ کو نا کہتا ہے (۸) جو حبیب یوحنا باب اول مسیح نے سب کچھ بنایا ہے آپ نہیں مانتے تو انجیل کو جھوٹی کہیں (۹) مسیح نے انکار علم قیامت وغیرہ صفات بشری میں اپنے آپ کو فرو کیا (۱۰) رائی کے دانہ برابر ایمان ہم لوگوں میں نہ ہونے کے دعوے میں آپنے ہمارے سر پر چھینٹ میں لپیٹ کر جوتی چلائی ہے - اس باب میں جو آپنے مرقس باب ۱۶ پر بنیاد قایم کی ہے وہ خام ہے - اسمیں حال کے لوگوں کے لئے نشانی کا بیان ہے نہ آیندہ کے لوگوں کے لئے مسیح نے صاف کہدیا ہے کہ دائمی نشان جس سے دنیا جانے گی کہ تم میرے ہو - نہ کرامات و معجزہ پر محبت ہے دیکھو یوحنا ۱۳ باب ۳۴ و ۳۵ یوحنا ۱۶/۱۱ میں مسیح حواریوں سے مخاطب تھے نہ آپ سے اور نہ مجھ سے (۱۱) معجزہ و نشان ابتدا میں تھے تاکہ دینی تعلیم کو کامل کریں نہ ہمیشہ کیلئے کیونکہ جو شئے ایک دفعہ کامل کی گئی اوسکو دوبارہ کامل کرنیکی ضرورت نہیں (۱۲) مسیح معجزہ دکھانے سے انکاری نہیں ہوئے - اسوقت بھی اُنہوں نے یونس نبی کا معجزہ دکھانیکا دعوےٰ کیا تھا (۱۳) مسیح کی صلیب سے اُتر نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہودی سنگدل تھے وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے (۱۴) انسان کا بدن چار سال کے بعد تبدیل نہیں ہوتا - بلکہ سات سال کے بعد ہوتا ہے - آپکے نزدیک ایسی تبدیلی کے باعث کفارہ محال ہے تو چاہیئے کہ سات برس کے بعد شوہر اپنی بیوی کا خاوند نہ ٹھیرے نہ باپ بچوں کا والد جب سات برس گذر جائیں

© rasailojaraid.com

دوبارہ نکاح اور رجسٹریاں کرائیں —

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی نے پرچہ ۲۹ مئی سنہ ۱۸۹۳ء میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور جو
نئی کہیں وہ اجنبی و فضول کہیں اولاً آپ کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کی قرآن نفی کرتا ہے (پھر اس
مضمون کی چند آیتیں او نقل کیں (۲) یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جو دنیا میں خدا ہوکر
آنے والا ہے باوجودیکہ وہ ان پیشگوئیوں کو دن رات پڑھتے تھے جن سے مسیح کی الوہیت نکالی جاتی
ہے کسی نے انکے معنے وہ نہ سمجھے جو عیسائی کہتے ہیں وہ سب کے سب متعصب نہ تھے (۳) توریت خروج
۲۰ باب ۴ میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو خدا نہ بناؤ — اور لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی معجزہ
دکھا کر غیر معبودوں کی پیروی کو کہے تو تم اسکی بابت نہ سنو (۴) مسیح نے خود فرمایا ہے کہ حیات
ابدی یہہ ہے کہ وہ تجھے اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں یوحنا ۱۷ (۵) بیٹا کا
لفظ توریت کے کئی مقام میں ان ہی معنوں سے ہے کہ خدا تعالے کسی بندہ کو نبی بنا کر بھیجے —
عیسائی اس لفظ کے اور معنی ثابت کریں تو بطور شرط جو چاہیں وصول کریں (۶) عیسائیوں میں
سے فرقہ یونی ٹیرین مسیح کو خدا نہیں جانتے کیا وہ انجیل کو نہیں مانتے یا ان پیشگوئیوں سے واقف
نہیں (۷) خود مسیح نے یوحنا باب ۱۰ میں اپنے تئیں خدا کہنے میں دوسروں کا ہمرنگ قرار دیا ہے —
اور قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور اپنے آپ کو نیک کہنے کی اجازت نہیں دی (۸) مسیح نے
کہا ہے کہ پیشگوئیوں کے معنے وہ کرو جو یہودی کرتے ہیں (۹) آپ کے معجزات دوسرے نبیوں سے
کم ہوئے ہیں بوجہ اس تالاب کے جسکی مٹی میں صحت امراض کی تاثیر تھی (۱۰) عقل بھی ان نامعقول
خیالات کے مخالف ہے — پھر اسقدر دلائل اس عقیدہ الوہیت پر ہو رہے ہیں تو آپ کو الوہیت
مسیح ثابت کرنے کے لیے ایسا ثبوت دینا چاہیے جسمیں کوئی اختلاف نہ کر سکتا ہو (۱۱) یہ پیشگوئیاں
ایسی نہیں انکی بابت اول یہودیوں سے فیصلہ کیجئے — پھر یونی ٹیرین سے پھر مسلمانوں کے سامنے
انکو پیش کیجئے (۱۲) نشان دکھانا مسیح کے مخاطبوں حواریوں سے مخصوص ہے تو چاہیے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام انجیل ان ہی سے مخصوص ہو جسکی اخلاقی تعلیم میں حواری ہی مخاطب تھے۔ (۱۳) اخیر میں نشان دیکھنے یا دکھانیکا بڑی تطویل کے ساتھ سوال کیا اور اسکو پورا فیصلہ ٹھیرایا اور کہا عیسائی مذہب کیوں سچا ہے کہ آپ نشان نہیں دکھا سکتے۔ ❊ ❊

فریق ثانی

اسکے جواب میں کادیانی کے خصم دوم ڈاکٹر کلارک صاحب نے پرچہ دوم ۹ مئی ۱۸۹۳ء میں بہت سی پچھلی باتوں کا اعادہ کیا اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں اول آپ لکھتے ہیں کہ یہودی گمراہ اور سنگدل تاریکی کے بیٹے پیشگویوں کا فیصلہ اونکے سپرد کیوں ہوتا ہے (۲) یونی ٹیرین کوئی عیسائی فرقہ نہیں ہے (عیسائیو! انصاف کرو۔ ڈاکٹر کا یہ قول حق ہے؟) (۳) ایسی دلیل پیش کرنی ہے جسمیں کسی کا شک واختلاف ہو خدا بھی عاجز ہے (نعوذ باللہ منہا۔) خدا کے وجود سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز روشن نہیں ہزاروں احمق اسمیں بھی اختلاف کرتے ہیں (۴) عیسائی مذہب کو بے پھل کہا ہے۔ اسمیں ہم کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔ پہلے تو آپ کا دعوے پیغمبری سنا جاتا تھا۔ اب آپ دعوے الوہیت کرنے لگے۔ دلونکی باتیں تبانے لگے (۵) اگر خدا کی ذات کو ہم سمجھ لیں تو پھر ہم اوسکے مساوی ہوگئے۔ اسلئے میں محمدی توحید کا قائل نہیں۔ اسکو تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس وحدانیت کا کونسا امر سمجھ سے باہر ہے ولیکن کثرت فی الوحدت ایک مسئلہ ہے۔ تو نہ اسکا سمجھنے والا پیدا ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ ذات الٰہی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ عقل سے ثابت کیجاتی ہے نہ عقل سے اسکی تردید کیجا سکتی ہے (۶) صحیح تعلیم اللہ کی کتابونکی یہی ہے کہ تین اقنوم اور ایک خدا خدا تعالےٰ ظاہر کرتا رہا ہے کہ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ وقت پر کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اور تم نے اسکا نام عمانوائیل رکہنا۔ فرشتونکی گواہی حواریونکی گواہی روح القدس کبوتر کی شکل میں اتر آئے۔ دشمنوں نے بھی گواہی دی انجیل میں سب گواہیاں موجود ہیں (۷) نشان چھوٹے نبیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں استثناء ۱۳ باب ۱ نیز مرقس ۱۳ باب ۲۲ وغیرہ باانیہمہ آپنے دعوے کر کے کچھ نہ دکہایا اور تاویل کر کے ٹال گئے (۸) ہمنے امور ذیل کا اثبات کیا۔ اور آپ کے سوالات کا بخوبی جواب دیا (۱) آپکے استقرا کا یہ جواب کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسیح کا رسالت لیکر دنیا میں آنا مستثنے ہے۔ الوہیت مسیح کا عقل سے امکان اور آیات بائبل سے وقوع ثابت کیا۔(۳) یوحنا باب ۱۰ کا جواب دیا گیا۔(۴) توریت وانجیل سے پیشگوئیاں پیش کی گئی ہیں یہودا صدقنو وغیرہ۔(۵) مسیح کا انسان کامل و خدائے کامل ہونا ثابت کیا گیا۔(۶) علم قیامت وغیرہ سے مسیح کے انکار کا جواب دیا گیا۔ قرآن کے آیات کا جواب کہ ہم اُسکو مستند نہیں جانتے۔(۸) مرقس ۱۶ باب کا جواب دیا گیا۔(۹) آپ کے دعوائے کرامات ونشان نمائی کا جواب دیا گیا۔ مگر آپ نے ہمارے کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جو کہا ہیچ (۹) مباہلہ اور نشان نمائی کا جواب یہہ ہے کہ لعنت کہنا تو ہمارا نامذہب نہیں۔ نشان آپنے خوب دکھایا۔(۱۰) آپکو فتح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر آپ سے نہ عقلی دلائل کا مقابلہ ہوسکا نہ نقل کا نہ الہام وکرامت آپ کے کام آئی۔ مگر فتح کسی اور پر شگفتہ ہوئی۔ یہہ فتح اور ہر ایک جنگ میں فتح عیسائیونکی ہے"۔

یہہ حصہ اول مباحثہ او سوال الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے

حصہ دوم مباحثہ میں اور سوال متعلق کفارہ وجبر واختیار میں

جو گفتگو ہوئی ہے اُسمیں بھی شیر بہادر کادیانی الوہیت مسیح کی بحث کو کھینچ کر لے گیا اور آخر فریق ثانی کو بھی ناچار ہو کر اسمیں کچھ کہنا پڑا۔ اس حصہ میں سے بھی ہم اس گفتگو کا جو الوہیت مسیح کے متعلق ہوئی ہے۔ اسمقام میں خلاصہ نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ فریقین یہہ نہ کہیں کہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق ہمارا ریزرو فورس (محفوظ روز کے دلائل) حصہ دوم مباحثہ میں تھے۔ صاحب اشاعت نے انکو کیوں نقل نہیں کیا۔

کادیانی

کادیانی نے پرچہ ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتہم کے نزدیک حضرت مسیح میں دو روحیں تھیں ایک انسانی دوسری خدائی۔ اُسپر ایک یہہ سوال ہے کہ مدبر بدن دو روحیں تو ہو نہیں سکتیں۔ پس اگر ایک ہی خدائی روح مدبر ہے۔ تو پھر مسیح انسان کامل کیونکر ہوئے۔ جسم کے لحاظ سے تو کوئی انسان انسان نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ جسم جز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحلل ہیں پڑا ہوا ہے۔ اور اگر انسانی روح مدبر بدن تھی تو پھر خدائی روح کس کام آئے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر مسیح روح کے لحاظ سے انسان تھے تو پھر خدا نہ ہوئے۔ اور اگر روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے (۲) عیسائیوں کی نزدیک باپ بیٹا روح القدس تینوں کامل تھے تو تینوں کے ملنے سے خدا کا زیادہ کمال ہونا چاہیئے۔ جیسے تین تین سیروں کے جمع ہونے سے ۹ سیر ہو جاتے ہیں (۳) حضرت مسیح کی الوہیت پر عقلی دلائل بیان نہیں ہوئے صرف پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں جو دعاوی ہیں نہ دلائل۔ اور یہودی انکے وہ معنے نہیں کرتے جو عیسائی کرتے ہیں*

فریق ثانی

اسکے جواب میں کادیانی کے حضم اول ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہی کہ ہم اس مسیح کو جو مرئی و مخلوق ہے اللہ نہیں کہتے ہیں بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور اس باب میں ہم امکان عقل سے اور وقوع نقل سے ثابت کر چکے ہیں۔ امکان ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا قادر ہے کہ ستون میں سے جو مٹی اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے جواب دے۔ اس سے کون چیز مانع ہے۔ اور اس سے کونسی صفت الٰہی گھٹتی ہے؟ ایسا ہی اسکا مخلوق میں ظہور ممکن ہے۔ وقوع کلام الٰہی سے بیان کیا ہے۔ آپ اسکو کلام الٰہی نہیں جانتے تو یہ دیگر بات ہے (۲) مسیح میں دو روحیں نہیں بلکہ مخلوق کامل مسیح میں ایک روح کامل تھی لیکن خدا تعالےٰ اپنی ہستی سے بہ نسبت اسکی کہ بے حد ہے۔ ہر جگہ اندر و باہر موجود ہے (یعنے وہ روح مظہر اللہ تھی) (۳) وزنوں کے بیان میں اپنے خدا لطیف کو کثیف بنایا۔ ہم خدا کی ذات کو کثیف نہیں جانتے وحدت فی الکثرت کی مثال بے حدی و بے نظیری ہے کہ ایک صورت میں ایک ہے۔ ایک صورت میں یہ تین ہیں ایسے ہی اقانیم ثلثہ اقنوم اول قائم فی نفسہٖ ہے۔ باقی دو اقنوم لازم و ملزوم۔ (۴) کلام الٰہی (یعنے پیشگوئیوں) کو آپ دعاوی کہتے ہیں۔ اور انکے ثبوت کے لئے اور دلیل طلب کرتے ہیں کیا آپ اسکے کلام الٰہی ہونے میں متردد ہیں یقین نہیں رکھتے۔*

کادیانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسکے جواب میں کادیانی پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہے۔ ڈپٹی صاحب کے نزدیک مسیح کی روح مخلوق تھی اور جسم بھی مخلوق تھا۔ اور خدا تعالے سے انکا تعلق ایسا تھا جیسا کہ ہر چیز سے اور ہر جگہ سے ہے تو پھر خاصکر وہ مظہر اللہ کیسے ہوئے۔ ایسے مظہر تو ہر چیز ہے۔ (۲) روح القدس کے نزول سے وہ مظہر اللہ ہو گئے۔ تو اس سے بھی آپ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہ روح القدس اوروں پر بھی نازل ہوئی ہے۔ (۳) آپ کے نزدیک اقنوم دوم حضرت (عیسےٰ) خدا مجسم تھے۔ اقنوم سوم روح القدس بھی کبوتر مجسم کی شکل میں اُترا۔ اقنوم اول خدا تعالے بھی مجسم ہے۔ کیونکہ یعقوبؑ سے کشتی کی یعنے پھر آپکا خدا کو کثیف نہ ماننا کیا معنے رکھتا ہے۔ (۴) وحدت حقیقی و کثرت حقیقی ایک جگہ جمع کیونکر ہو سکتے ہیں ایک کو اعتباری کہنا تو آپ کا مذہب نہیں (۵) حضرت مسیح دائمی طور پر مظہر اللہ تھے یا اتفاقی اور کبھی کبھی ہوتے تھے۔ دائمی تھے تو اُن میں دائمی طور پر عالم الغیب و قادر مطلق ہونا پایا جانا ضروری تھا۔ حالانکہ انجیل اس کی تکذیب کرتی ہے۔ (۶) مسیح کی روح ایک ہی انسانی تھی جسمیں الوہیت کی آمیزش نہ تھی۔ اور خدا کی روح اُس کے ساتھ ایسی رہتی تھی جیسی ہر چیز کے ساتھ اور ہر جگہ ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ یوسف میں بھی اسکی روح تھی۔ تو پھر حضرت مسیح اپنی ماہیت کے لحاظ کیونکر اقنوم دوم اور خدا ٹھیرے۔ (۷) تینوں اقنوم برابر کامل ہیں تو تینوں کے ملنے سے خدا کی طاقت کیوں زیادہ نہ ہو گئی۔ (۸) وزنوں کی ہمنے ایک مثال دی ہے سو بھی آپکی کتابوں سے ثابت کر دکھائی۔ آپ کثیف جسموں کیطرف ناحق کھینچکر لے گئے۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۳ مئی ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں۔ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے (۲) ہر سہ اقانیم کا مجسم ہونا آپنے بہت صحیح نہیں فرمایا تاہم مجسم ہونے سے وہ وزنی* ہو جاتے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ (۳) ہمارا تثلیث کو ماننا یوں ہے کہ ایک صورت میں ایک دوسری صورت میں تین۔ اور ان تین میں اس قسم کا علاقہ ہے جیسے بے نظیری بے حدی سے نکل کر زمان و مکان دوسرا نہیں چاہتے تاہم وصفات کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے۔ اور یہ

* اصل میں ایسا ہی ہے مگر شاید لفظ "نہیں" کاتب سے چھوٹ گیا ہے۔ ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں صفات ایک جیسے ہیں۔ ایسے ہی اقانیم کی صورت ہے کہ ایک قائم فی نفسہ ہے۔ دو لازم ملزوم ساتھ اسکے۔

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی اپنے پرچہ دوم ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء میں اول وہی پرانا رونا رویا ہے کہ ڈپٹی آتھم نے سوالات و جواب میری شرط کے موافق پیش نہیں کئے۔ میری شرط یہ تھی کہ ہر ایک دعوے انجیل سے پیش کیا جاوے اور دلائل معقول بھی اسی انجیل سے نکالے جائیں۔ آپ اس شرط کو چھوڑ کر گویا ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں۔ (۲) پھر کہا آپ کا یہ کہنا کہ روح القدس کے نزول کے وقت سے مسیح مظہر اللہ ہوئے۔ پہلے مظہر اللہ نہ تھے۔ اسبات کو تسلیم کرنا ہے کہ تیس برس کی عمر تک مسیح محض اور خالص انسان تھے مظہر اللہ نہ تھے۔ اور یہ آپ پر اقبال ڈگری ہے۔ اور ہمارے لئے فتح عظیم ہے۔ (۳) پھر اس روح القدس کے نزول سے مظہر اللہ ہو جانا بھی دعوے بلا دلیل ہے روح القدس تو حضرت یحییٰ و زکریا و یوسف و یشوع پر بھی اُتری ہے۔ اور کل حواریوں پر اُتری تھی۔ پھر چاہیئے کہ وہ بھی سب کے سب خدا ہو جائیں۔ (۴) پھر کہا آپ کا ہر ایک خدا مجسم ہے تو پھر ازلی نہ ہونے کے کیا معنے۔ کوئی ایسا جسم آپ پیش کر سکتے ہیں جو ازلی نہ ہو۔ مگر شکر ہے آپ نے باپ بیٹے روح القدس تینوں کو مجسم تو مان لیا ہے۔ (۵) پھر کہا آپ نے کثرت فی الوحدت اور وحدت کے بلحاظ جہات مختلفہ ایک جگہ پائے جانیکا دعوے کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آپ حقیقت کسکو جانتے ہیں وحدت کو یا کثرت کو۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسیح تیس برس تک الوہیت سے خالی رہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ خصوصیت مظہریت تب نمودار ہوئی جب مسیح ہوئے۔ جب تیس برس کے ہوئے بپتسما پا کر پانی سے نکلے۔ اور یہ آواز آئی کہ میرا پیارا بیٹا ہے میں اس سے راضی ہوں۔ تم اس کی سنو اُسوقت سے وہ مسیح ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم کے پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء کی اصل عبارت نقل کر دی جو اس رسالہ میں بصفحہ (۲۴۳) منقول ہے اور اسمیں صاف تصریح ہے کہ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔ نہ یہ کہ مخفی طور پر وہ پہلے بھی مظہر اللہ تھے علانیہ تب ہوئے۔ جب روح القدس اترے۔ یہ بات انکی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی۔؛

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم یکم جون میں لکھا ہے کہ مینے تیس برس کے بعد مسیح کا مسیح ہونا بیان کیا ہے۔ نہ یہ کہ تیس برس تک وہ الوہیت سے خالی رہے۔ بے حدی سے تو کوئی چیز خالی نہیں۔ چہ جائے مسیح۔ (۲) پھر کہا ہمارے نزدیک مظہر اللہ کے معنے جائی ظہور اللہ کے ہیں واسطے عہدہ مسیحیت کے روح القدس اس امر کی گواہی کے لئے آیا تھا۔ کہ یہ میرا بیٹا ہے نہ اسلئے کہ وہ اسوقت اسکے اندر آنکر گھس جائے (۳) پھر کہا آپنے اس سوال کا جواب نہ دیا کہ جبرئیل مریم کے پاس آئے تھے یا نہیں اور مسیح کی پیدائش معجزہ ہے یا نہیں۔؛

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی پرچہ ۲ جون ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ ڈپٹی آتھم نے فرمایا ہے کہ بیحدی سے کوئی چیز خالی نہیں۔ چہ جائے کہ مسیح اس سے خالی رہے۔ یعنے نزول روح القدس سے پہلے بھی مظہر اللہ تھے کیونکہ عام معنوں میں تمام مخلوقات مظہر اللہ ہے۔ اور یہ صاف اقرار ہے کہ مسیح خاص طور پر مظہر اللہ نزول روح القدس کے بعد ہوئے۔ پہلے عام مخلوق کی طرح مظہر تھے۔ (۲) پھر کہا تین اقنوم کے ثبوت میں کوئی دلیل عقلی نہیں دی۔ یوں تو ہر ایک نبوت کے سلسلہ میں تین چیزوں (یعنے خدا اور روح القدس یعنے فرشتہ و رسول) کا ہونا ضروری ہے آپ صاحبوں نے خوش فہمی سے انکا نام تین اقنوم رکھ لیا (۳) روح القدس جیسے مسیح پر آئی۔ ویسے اور نبیوں پر آئی مسیح میں نئی بات کونسی تھی۔؛

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۴ جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے سے بھی مظہر تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ اقنوم ثانی اور انسانیت کا باہم علاقہ رہا مظہر تو وہ تب ہی ہوئے جب مسیح ہوئے۔ یعنے تیس برس کے بعد۔ (۲) تثلیث کا کافی ثبوت دیا گیا ہے۔ عقل سے اسکا امکان بتایا گیا ہے۔ کلام الٰہی سے وقوع۔ (۳) بجز مسیح کس نبی پر روح القدس بشکل کبوتر اترے کون نبی اس امر میں انکا مساوی ہے۔

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی نے پرچہ ۴ جون میں لکھا ہے۔ کہ مظہریت سے پہلے اقنوم ثانی کا انسانیت سے علاقہ ہونا لائق تسلیم نہیں جب تک صریح نقل انجیل سے اس امر کو ثابت نہ کیا جاوے۔ (۲) پھر کہا عقل سے امکان تثلیث ثابت نہیں کیا گیا۔ عقل کا فیصلہ ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اگر عقل مسیح کا داخل تثلیث ہونا روا رکھتی ہے تو اوروں کے لیے بھی امکان واجب کرے گی۔ (۳) پھر کہا کبوتر چھوٹا سا جانور ہے۔ اگر قوی الجثہ ہاتھی یا اونٹ کی شکل پر روح القدس نزول کرتے تو اسپر ناز کی جگہ تھی۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۳ جون ۱۸۹۳ء میں اوّلاً کہا ہے جناب نے کلام کے مجسم ہونے پر تکرار کیا ہے۔ کلام یعنے اقنوم ثانی انجیل یوحنا کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ کلام مجسم ہوا گو مظہریت اسکے واسطے تیس برس کی عمر میں ظاہر ہوئے۔ (۲) پھر کہا آپ تو تثلیث فی التوحید پر بار بار اعتراض کرتے ہیں۔ آپ پہلے توحید مطلق کو تو بدون صفات متعددہ ثابت کریں۔ (۳) پھر کہا صفت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک قوت ہو۔ جو خاص قسم واحد پر حاوی ہو۔ واقنوم وہ ہے جو جامع صفات ہو۔ ہم صفت کو اقنوم قرار نہیں دیتے۔ اقنوم شخص معین کو کہتے ہیں جو جامع صفات ہے۔ اقانیم ثلثہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شئے قائم فی نفسہ ہے۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے مساوی اسکے لازم بلزوم - اقنوم اول اب ہے - اور وہ قائم فی نفسہ ہے اور دوسرے
اقانیم ابن و روح القدس لازم ملزوم - روح القدس[۴] کو کادیانی کے ہاتھی سے نسبت
یا تشبیہ دینے پر آتھم نے آنحضرت[ؐ] کو سیمرغ سے تشبیہ دی اور آنحضرت
کی سخت توہین کی جسکا مظلمہ کادیانی پر ہے - اسنے آیت لاتسبوا الذین یدعون من
دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم کو پس پشت ڈالکر عیسائیوں کے ایک معبود
(روح القدس) کو ہاتھی بنایا - تو انہوں نے اسکے مقابلہ میں آنحضرت کو ... بنایا پھر[۵] کہا سوائے
خدا کوئی شخص نیک نہیں - مسیح نے اس شخص کو کہا تھا جو حضرت مسیح کو خدا نہیں جانتا تھا

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ آپ کے اس اعتقاد سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا جسم بھی خدا تھا لیجئے حضرت یک نشد دو شد - پھر[۲] کہا آپ کے
اس قول پر کہ اقنوم کے معنے شخص معین کے ہیں - اور یہ تین جدا جدا شخص ہیں - اور ماہیت ایک
ہے - یہ سوال ہے کہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل ہیں تو پھر باوجود اس حقیقی تفریق کے اتحاد
ماہیت کیونکر بے نظیر بے حدی و بے نظیری کی استقام سے کچھ تعلق نہیں رکھتی کیونکہ وہاں
حقیقی تفریق قرار نہیں دی گئی - پھر[۳] کہا ستون میں خدا بولنے کا امکان ہے - تو اس سے یہ لازم
نہیں آتا کہ وہ ستون خدا یا ابن اللہ کہلاوے - بلکہ جیسا پہلے تھا ویسا کہلاوے گا - اور نیز
ایک ستون میں بولنا دوسرے ستون میں بولنے سے مانع نہیں - ایک ہی سکینڈ میں ہزار دلت
ستونوں میں وہ بول سکتا ہے - مگر یہ آپکے اصول کے برخلاف ہے - مسیح[۴] کا بلا پدر پیدا ہونا میری نگاہ
میں عجوبہ بات نہیں - حضرت آدم کے ماں باپ دونو نہ تھے - اب برسات آتی ہی عنقریب ہر جا کر
دیکھیں کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں - اس سے مسیح کی خدائی کا ثبوت
نکالنا صرف غلطی ہے ۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں آتھم نے ... ۶ جون ۱۸۹۳ء ... میں کہا ہے ... [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مظہریت پر ایمان ہے نہ یہ کہ جسم خدا ہے۔ بے نظیری بے حدی کی نظیر کیوں باطل ہے ۔ کیا ان دونو صفات کی ایک ماہیت نہیں ۔

کادیانی

اسکے جواب میں کادیانی اپنے پرچہ اخیری ۵ جون ۱۸۹۳ء میں پہلے تو وہی پُرانا رونا رویا ہے کہ جس شرط سے بحث شروع کی گئی تھی۔ اُس شرط کا ایفا ڈپٹی آتھم نے نہیں کیا پھر اس شرط اور اسکے خلاف ورزی کو بیان کیا جو بارہا ہو چکا ہے۔ اخیر میں پھر وہی سوال نشان نمائی ڈپٹی عبداللہ آتھم سے نقل کرکے اسکے جواب میں پیچیدہ الفاظ اور قیود پر قیود کے ساتھ اس پیشگوئی کو نشان بنایا۔ اور کہا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جائینگے۔ اسکے بعد کہا کہ میں اسوقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے یعنے وہ فریق جو خدا تعالے کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آجکی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسّہ ڈالدیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ آسمان زمین ٹل جائیں پر اوس کی باتیں نہ ٹلیں۔ اور اسپر مباحثہ کا خاتمہ کیا ۔

یہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی اس گفتگو کا خلاصہ مطلب ہے جسکو انہوں نے تقریباً ۳۴۶ صفحہ میں ادا کیا ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین کو تمام گفتگو کا مطلب ایسا عمدگی اور شائستگی سے سمجھ میں آئیگا کہ ویسا اُن کے اصل تحریرات سے سمجھ میں نہ آئیگا۔

اس خلاصہ سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ فریقین نے اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت یا دعاوی فریق مخالف کے رد میں جو کچھ کہا ہے اسمیں غالباً علم و فہم و عقل و انصاف سے کام نہیں لیا۔ اور جو کچھ کہا ہے اسمیں اکثر حصہ لغو و فضول ہے اور کسی ایک فریق نے دوسرے فریق کی بات کا معقول جواب نہیں دیا کادیانی نے اپنے بھائیوں پر اسلئے عیسائیوں کے توڑے ہوئے دلائل کا کافی جواب نہیں دیا۔ اور عیسائیوں نے اپنے بھائی کادیانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی شرط کیمو افق الوہیت مسیح کا ثبوت پیش نہیں کیا اور مقابلے میں ملحدانہ اصول و دلائل کو رد کیا ہے۔ اس خلاصے سے اس امر کا تعین حاصل ہو گیا ہے ناظرین کو اس امر کی ضرورت نہ رہی کہ اس گفتگو پر مفصل ریویو کیا جائے اور اس گفتگو کی لغویت کو بدلائل ثابت کیجائے۔ معہذا ہم حسب وعدہ اسپر مفصل "ریویو" کرتے ہیں۔

وھو ھذا

تقریر پرچہ اول کادیانی کے متعلق رائے اسلامی

سوال اول کی تمہید میں کادیانی نے جو اولاً اصول مقرر کیا ہے کہ "جو دعوے کتاب الہامی کی نسبت کیا جائے اسکا ثبوت بھی دلیل عقلی یا تاریخی سے اسی کتاب سے پیش کیا جائے اور جس دعوے کتاب آسمانی کا ثبوت عقلی یا تاریخی اس کتاب میں نہ پایا جاوے وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی"۔ یہ ایک ملحدانہ و زندیقانہ اصول ہے جس سے کادیانی کا مقصود اگرچہ بظاہر انجیل کے دعوے ابنیت و الوہیت مسیح کا ابطال ہے مگر در پردہ اور فی الحقیقت مطلق نبوت کی بنیاد اکھاڑنا اور جملہ مذاہب خصوصاً اسلام کی بیخکنی کرنا (خاکش بدہن) اور لوگوں کو کتب سماوی خصوصاً قرآن مجید کی پیروی سے آزاد کرنا اور ان میں لا مذہبی اور الحاد و دہریہ پن پھیلانا ہے۔ کسی کتاب کو الہامی یا آسمانی مان لینے کے بعد ماننے والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اس کتاب کے جملہ دعاوی و بیانات و احکام و ہدایات کا عقلی یا تاریخی ثبوت اسی کتاب میں یا خارجاً تلاش کرے۔ پھر اگر اس کتاب میں یا خارجاً انکا ثبوت عقلی دلائل یا تاریخی شواہد سے نہ پاوے تو اس کتاب کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے۔ اور اس کتاب کی پیروی سے دست برداری اختیار کرے۔ بلکہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کے بعد اسکے ماننے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ اس کتاب کے ہر ایک بیان و ہدایت کو بغیر کسی انگزمینیشن (امتحان) عقلی یا تاریخی کے سراسر حق و درست سمجھے اور اسپر آمنا و صدقنا کہے۔ گو اسکا کوئی بیان و ہدایت اسکی عقل ناقص میں نہ آوے یا کوئی تاریخ اسکی مصدق نہ ہو۔ اور وہ یہ یقین کرے کہ ایک صاحب الہام کا دعوے عقلاء تمام جہان سے بڑھ کر لائق وثوق ہے۔ اور وہ انکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ اور ایک ملہم کا بیان لاکھ مورخ کے بیان سے مقدم۔ اور احق بالتصدیق ہے اور وہ اُنکی شہادت کی ضرورت نہیں رکھتا۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ نہیں پہنچتا کہ جب خُدا اور اُسکا رسول کسی امر میں فیصلہ فرما دیں تو انکو اُسکے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی رہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا نافرمان بن گیا یعنے اُس نے اسمیں اپنا اختیار باقی سمجھا وہ صاف بھول گیا۔

ہر چند آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید و فرقان حمید نے اپنے بہت سے دعاوی

وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا۔ (سورۃ احزاب ع ۵)۔

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوة فھل انتم منتھون (سورۃ مائدہ رکوع ۱۲)

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا (سورۃ النساء رکوع ۵)

فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان

و بیانات و احکام و ہدایات کو خود دلائل عقلی سے ایسا مدلل کر دیا ہے کہ اوسکو عام اہل عقل یا خواص دقائق شناس بخوبی سمجھ رہے ہیں۔

(چنانچہ قرآن میں حکم حرمت خمر و قمار کو اس دلیل سے مدلل فرمایا ہے کہ اُنسے آپس میں عداوت اور لڑائی اور خدا کی یاد سے غفلت اور روک پیدا ہوتے ہیں۔ اور حکم افسری شوہر بہ نسبت زوجہ کو دو دلیلوں سے مدلل فرمایا ہے کہ ایک تو ان کو قدرتی فضیلت ہے اور دوسری وہ مال خرچ کرتا ہے (یا جو وکیہ ما جتہ روائی میں وہ نو مساوی ہیں) اور شہادت میں دو عورت کو ایک مرد کے قائم مقام کرنے کو اس دلیل سے مدلل فرمایا ہے۔ کہ ایک عورت بھول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من الشهدآء ان تضل احدٰهما فتذكر احدٰهما الاخرىٰ (سورۂ بقرہ رکوع ۳۹)	تو دوسری اُسکو معاملہ یاد دلائے گی وعلیٰ ہذا القیاس)

ولیکن کلیت کے ساتھ ان کتابوں کے ہر ایک دعوے میں بیان عقلی دلائل کا التزام پایا نہیں جاتا۔ اور ان میں بہت سے ہدایات اور بیانات ایسے پائے جاتے ہیں جنکا عقلی یا تاریخی ثبوت نہ ان کتابوں نے پیش کیا گیا ہے اور نہ اُن کتابوں کو الہامی ماننے والے اشخاص سے ہر شخص اپنی طرف سے اسکا عقلی یا تاریخی ثبوت پیش کرسکتا ہے (جیسے وجود و صفات ملائکہ ہیں جنپر ایمان لانیکا قرآن میں حکم آچکا ہے۔ پھر اسکا ثبوت عقلی اس کتاب میں پیش نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہر ایک مسلمان انکے وجود و صفات پر عقلی دلایل بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا حکم حرمت نکاح اُمہات و اخوات وحلت نکاح اجانب ہے جو قرآن میں فرمایا گیا ہے مگر اس حکم کا عقلی ثبوت اسمیں نہیں دیا گیا اور نہ عام مسلمانوں سے وہ ثبوت بیان ہو سکتا ہے۔ گو خواص علماء اسلام نے اسکا ثبوت کافی دیدیا ہے یا قصۂ اصحاب کہف و قصۂ ذوالقرنین ہے جنکے واقعہ ہونے کی نسبت قرآن نے صرف دعوے کیا ہے اور اُسکا کوئی تاریخی ثبوت وحوالہ نہیں دیا جسکی وجہ سے قرآن کو (حقیقۃ یا ادعاءً) ماننے والے[1] اسکی مختلف تفسیریں کر رہے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں (وعلیٰ ہذا القیاس) پھر کیا ان کتابوں کو ماننے والے کی یہ شان اور یہ مقتضائے ایمان ہے کہ ایسے دعاوی و بیانات کے صحت سے انکار کرے۔ اور ان دعاوی و بیانات کے قرآن میں غیر مدلل ہونے سے اوسکے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا التزام تمام کہ ان کتابوں میں

[1] سر سید ازالۃ الغین میں اسکی تفسیر کچھ کر رہے۔ حکیم نور الدین (جو حقیقۃ بیرو بظاہر مرید کادیانی ہیں) رسالہ تصدیق براہین احمدیہ میں کچھ اور مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب رسالہ ازالۃ الرین میں کچھ۔ اور اگر قرآن میں اسکا تاریخی ثبوت یا حوالہ ہوتا تو یہ اختلاف کیوں پڑتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر ایک دعوے و بیان و ہر حکم و ہدایت پر عقلی دلائل و تاریخی شواہد کا ایراد ہو ان کتابوں کے الہامی ہونے کو بٹہ لگاتا ہے۔ اور ان کتابوں کی ہدایات و احکام و اخبار پر ایمان بالغیب کو مٹاتا ہے۔ اور انکے تسلیم ایمان کو صرف عقلی و تاریخی دلائل سے مستفاد ایمان قرار دیکر شرعی ایمان کی حد سے خارج کرتا ہے۔

الہامی کتابوں کا ہر ایک دعوے و بیان ان ہی کتابوں میں عقلی دلائل و تاریخی شواہد سے مدلل کیا گیا ہوتا۔ تو پھر انکا الہام کس کام آتا۔ اور اُسکا اثر و نتیجہ کیا ہوتا۔ اور جب ان دعاوی و بیانات کو عقلی دلائل و تاریخی شواہد سے مدلل و مستند دیکھ لیتے تو پھر ان کتابوں پر ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ اور ایسا ایمان محل تکلیف و موجب اجر و ثواب کیونکر ہو سکتا ہے۔

کیا دو دونے چار یا ایک کو دو کا نصف مان لینے یا آفتاب کو روشن و شعاع دار تسلیم کرنے یا حاتم طائی کو سخی۔ اور سکندر۔ دارا بادشاہ کو تاریخی شہادت سے مان لینے کو شرعی ایمان کہا جاتا ہے۔ اور کوئی عاقل اسکو محل تکلیف موجب ثواب قرار دے سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام و عقائد کے صدہا اسرار علماء اسلام نے ایسے بیان کئے ہیں جنکا بیان صریح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔ اور اس امر کو قرآن مجید کے نقائص نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ اسکا کمال تسلیم کیا گیا ہے جسکی طرف نص لا تنقضی عجائبہ مشعر ہے۔ علماء اسلام کا عجائبات و اسرار احکام قرآن کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اگر روئے زمین کے علماء اور عقلاء ملکر اسرار قرآن بیان کریں۔ تو وہ اسکو پورا بیان نہ کرسکیں گے۔ اسکے بعد ایسے علماء و عقلاء اور پیدا ہونگے کہ وہ برطبق ع ہر کہ آمد براں مزید نمود اور ہی اسرار بیان کرینگے۔

اور اگر بقول قادیانی بیان اسرار دلائل کتاب الہامی کا اسی کتاب میں انحصار ہوتا اور اس کتاب کے پیروان اور حامیوں کا یہ حق نہ ہوتا۔ کہ وہ ان احکام کے اسرار و دلائل اپنے خداداد فکر رسا سے بیان کریں تو علماء اسلام احکام قرآن کے دلائل و اسرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسرار کے بیان سے تعرض نکرتے ۔ اور اپنے اس بیان کو قرآن کا فخر وکمال نہ سمجھتے ۔ قرآن کے عدم التزام بیانِ اسرار و دلائلِ جملہ احکام اور علماء کے تعرض بیانِ اسرار و دلائلِ احکام قرآن سے صاف ثابت ہے کہ کادیانی نے جو اس کے برخلاف اصول مقرر کیا ہے ۔ کہ "الہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے دلائل خود بیان کرے ۔ کوئی دوسرا اسکے دعاوی کے دلائل سے تعرض نہ کرے ۔ اور جس کتاب کے دعاوی کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کریگا اس کتاب کو الہامی تسلیم نکیا جاویگا" ملحدانہ اصول ہے جس سے کادیانی کا مقصود یہ ہے کہ اہل مذاہب خصوصًا اہل اسلام جب اپنی کتابون کی دعاوی واحکام کے دلائل اپنی کتابون مین موجود نہ پائین گے تو ان کتابون کی پیروی سے دست بردار ہو جائینگے اور اپنے مذہب خصوصًا اسلام کو سلام کرکے کادیانی کی طرح ملحد و دہریہ بن جائین گے ۔

اس پردہ دری اور افشار راز دلی کادیانی پر اگر وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید کا ہر ایک دعوے یا حکم قرآن ہی مین عقلی اور تواریخی دلائل سے مدلل ہے ۔ لہذا اس اصول کی تاثیر سے لوگون کا قرآن اور اسلام سے دست بردار ہو جانا ناممکن ہے ۔ تو اسکے جواب مین اس سے یہہ سوال کیا جائیگا کہ اگر آپ کا زبانی اعتقاد یہی ہے تو براہ مہربانی آپ یہ فرما دین کہ زمانہ قدیم سے اسوقت تک کتنے مسلمان ایسے چلے آئے ۔ یا اب موجود ہین ؟ جو قرآن کے ہر ایک دعوی یا حکم کے دلائل عقلی یا تاریخی اس قرآن سے نکال سکتے ہین ۔ اس سوال کے جواب مین وہ ضرور یہی کہیگا کہ تہوڑے اور بہت تہوڑے جو ایک ہاتھ کی انگلیون پر شمار کیے جا سکتے ہین اور اس زمانہ مین تو ہمارے (خود بدولت کادیانی کے) اور ہمارے مخلص احباب حکیم نوردین وغیرہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہین ہے ۔ جو قرآن سے اسکے احکام اور دعاوی کے دلائل عقلی نکال کر بیان کر سکے اور اس جواب سے صاف نتیجہ نکلیگا کہ اکثر مسلمان جو اسوقت قرآن سے اسکے احکام و دلائل کا ثبوت عقلی یا تواریخی نہین نکال سکتے ۔ اس اصول کے ذریعہ سے قرآن کے منکر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائینگے جبکہ وہ ان دلائل کو اپنے سمجھ و خیال مین قرآن مین نہ پاوین گے اور یہ وہی نتیجہ ہے جو ہمنے آپ کے اس ملحدانہ اصول سے نکالا ہے ہم نے اسمین اور کونسا پیچ ملا دیا ہے ؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کادیانی اگر دل سے مسلمان ہوتا۔ اور مذہب سے اسکو کچھ تعلق ہوتا تو بجائے اس ملحدانہ اصول کے کہ "کتاب الہامی کے دعوے کی عقل یا تاریخ مصدق ہو تو وہ الہامی کتاب ہو سکتی ہے" یہ اصول بیان کرتا۔ کہ "الہامی کتاب وہ ہے جسکا کوئی دعوی محال وقرارداد عقل انسانی کے مخالف نہو۔ یا واقعات اتفاقیہ تاریخیہ اس کی مکذب نہون" اس اصول سے وہ اپنے ظاہری حریفون عیسائیون پر فتحیاب بھی ہوتا۔ اور اس اصول سے وہ ان کے عقیدۂ الوہیت مسیح یا تثلیث کو آسانی سے باطل کر سکتا۔ اور اسلام کے کسی اصول و مسئلہ پر حملہ آور بھی نہ سمجھا جاتا۔ اور ملحد و زندیق نہ کہلاتا۔ کیونکہ الوہیت مسیح محال اور فتوی عقل انسانی کے مخالف ہے۔ اسلئے اس اصول سے اسکا ابطال ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کا کوئی اصول و مسئلہ عقل انسانی اور واقعات اتفاقیہ تاریخی کا مخالف نہین ہے۔ (گو اس کے بعض احکام وعقائد ادراک عقل سے خارج ہین۔ عقل انکی کنہ اور حقیقت کو نہین پہنچتی اور اس وجہ سے ان کی تصدیق و تکذیب دونو سے قاصر و عاجز ہے۔) ایسی ہی تاریخ ان کی تصدیق یا تکذیب سے ساکت ہے ولہذا اسلام پر اس اصول کا کوئی اثر نہین پڑتا۔

اور محال اور مجہول الکنہ مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اول کو عقل جائز نہین رکھتی بلکہ صاف رد کرتی ہے۔ اور ثانی کے ادراک سے عاجز ہونیکے سبب اسکی نہ تصدیق کرتی ہے اور نہ اسکو رد کرتی ہے۔ ایسا ہی تواریخ کی تصدیق یا موافقت اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت مین فرق ہے۔ تاریخ کسی امر کی تصدیق یا موافقت اسی صورت مین کرتی ہے۔ جبکہ وہ امر تاریخ مین مذکور ہو۔ اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت سکوت محض سے بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی جس امر سے تاریخ ساکت ہو اوسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ اس کی مکذب یا مخالف نہین ہے۔ مگر کادیانی چونکہ فلسفہ و منطق سے جاہل ہے وہ ان الفاظ اور انکے مفاہیم مین فرق نہین کرتا۔ اور ہر ایک کی جگہہ دوسرے کو استعمال مین لاتا ہے۔ اور اس سے اپنا جاہل اور زندیق ہونا ثابت کر رہا ہے

اس اصول ملحدانہ کی تقریر کے ضمن مین کادیانی نے جو ثانیاً استقرار کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخی سلسلہ کا ایک جزو ٹھیرایا ہے - اسمین اسنے اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے - اور اتنا نہین سمجھا کہ استقرا عقلی دلیل ہے - (چنانچہ خود کادیانی نے قول آئندہ مین اسکو قیاسات کا یقینی قسم ٹھیرایا ہے -) اور تاریخ نقلی سلسلہ ہے - پہر امر عقلی سلسلہ نقلی کا جزو کیونکر ہو سکتا ہے - ؟

سوال اول کی تقریر مین جو ثالثاً آیت "قد خلت من قبله الرسل" سے کادیانی نے استدلال کر کے کہا ہے کہ یہ (آیت) قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام سے استقرا کا وہ اعلی شان کا مرتبہ ہے کہ اگر اسکو یقینی اور قطعی مرتبہ سے نظر انداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا سلسلہ بگڑ جائے - اسی جہتہ سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو پیش کیا ہے - اور فرمایا کہ حضرت مسیح بیشک نبی تھے - مگر وہ انسان تھے تم نظر اٹھا کر دیکھو - کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الٰہی نازل ہونیکا شروع ہوا ہے تب سے انسان ہی رسول ہو کر آئے ہین یا کبھی اللہ کا بیٹا بھی آیا ہے " - اس مین کادیانی نے جہالت اور کفر کو کوٹ کوٹ کر بہر دیا ہے - جہالت اسکا اس بات پر زور دینا ہے - کہ قیاس استقرائی قطعی و یقینی دلیل ہے - قیاس استقرائی سے جو کادیانی کی مراد ہے اسکی تفصیل اسنے پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء مین باین الفاظ کی ہے "مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب مجھ سے دریافت فرماتے ہین کہ استقرار کیا چیز ہے اور استقرار کی کیا تعریف ہے - اسکے جواب مین واضح ہو کہ استقرار اسکو کہتے ہین کہ جزئیات مشہودہ کا جہانتک ممکن ہو تتبع کر کے باقی جزئیات کا ان ہی پر قیاس کر دیا جائے - یعنی جسقدر جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہون - یا تاریخی سلسلہ مین ان کا ثبوت ملسکتا ہو تو جو شان خاص اور ایک حالت قدرتی طور پر وہ رکھتے ہین اسپر تمام جزئیات کا اس وقت قیاس کر لین "

اور پہر اسی مراد سے قیاس استقرائی کو قطعی و یقینی بہی کہدیا ہے - یہ ایسی جہالت ہے جسپر ادنی طالب علم جس نے منطق کے کوچہ مین جہولے سے بہی گذر کیا ہو - اور اسکے ابتدائی رسائل ایساغوجی تہذیب وغیرہ کو دور ہی سے دیکہا ہو جرٔت نہین کر سکتا - ایسا استقرار جسکی

© rasailojaraid.com

کادیانی نے تعبیر کی ہے باتفاق عقلا ظنی ہے - اور چھوٹی بڑی کتابوں میں اسکے ظنی ہونے پر تصریح موجود ہے - ہم کادیانی اور اسکے ان اتباع کو جو کسیقدر اہل علم کہلاتے ہیں - اور پھر کادیانی کی ایسی جاہلانہ باتوں پر اسکے ہان مین ہان ملاتے ہین - اور اسکو جاہل سمجھکر اسکا ساتھ نہین چھوڑتے (جیسے حکیم نورالدین بھیروی جمونی - اور منشی (یا) مولوی محمد احسن امروہی بھوپالی) کو نادم کرنیکے لئے منطق کی ایک چھوٹی سی کتاب تہذیب اور اسکی شرح کی عبارت مع ترجمہ و تشریح نقل کرتے ہین - جو اس استقرار کو ظنی قرار دیتے ہین - تہذیب مین کہا ہے - استقرار جزئیات کی تتبع و تلاش

الاستقراء تصفح الجزئيات لاثبات حكم كلى - هو اما تام يتصفح حال الجزئيات باسرها وهو يرجع الى القياس المقسم كقولنا كل حيوان اما ناطق او غير ناطق وكل ناطق حساس وكل غير ناطق حساس ينتج كل حيوان حساس وهذا القسم يفيد اليقين واما ناقص يكتفى فيه بتتبع اكثر الجزئيات كقولنا كل حيوان يحرك فكه الاسفل عند المضغ لان الانسان كذلك والفرس والبقر كذلك الى غير ذلك مما صادفناه من افراد الحيوان وهذا القسم لا يفيد الا الظن اذ من الجائز ان يكون من الحيوانات التى لم نصادفه ما يحرك فكه الاعلى - عند المضغ كما نسمعه فى التمساح (شرح تهذيب المنطق)	(جس سے حکم کلی ثابت کرنا مد نظر ہو) کا نام ہے - اس کی شرح مین کہا ہے استقرار دو قسم ہے - ایک کامل دوسرا ناقص - کامل وہ ہے جسمین تمام جزئیات (یعنے نہ صرف اکثر) کا تتبع پایا جائے - یہ استقرار قیاس مقسم کی طرف رجوع کرتا ہے - (جو تقسیہ منفصلہ اور حملیہ سے مرکب ہوتا ہے) جیسا ہمارا یہ کہنا کہ جو حیوان ہے وہ دو حال سے خالی نہین - وہ ناطق ہوگا - (جیسا انسان ہے) یا غیر ناطق (جیسے گھوڑا) اور جو ناطق ہے - وہ دیکھنے والا چھونے سننے والا ہے - اور جو غیر ناطق ہے - وہ بھی دیکھنے یا چھونے سننے والا اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حیوان ہے وہ دیکھنے چھونے سننے والا ہوتا ہے - یہ قسم استقرار (قیاس مقسم) یقین کا سبب ہوتا ہے - ناقص وہ ہے جسمین اکثر جزئیات کے حال کا تتبع کیا جاتا ہے اور اس سے تمام جزئیات کا حکم لگاکر اس حکم کو

© rasailojaraid.com

کلی بنایا جاتا ہے۔ (اور اسی استقرار کی قطعیت کا کادیانی کو دعوے ہے) اور یہ قسم استقرار بجز ظن کسی امر کے مثبت نہین ہو سکتا۔ اسکی مثال ہمارا یہ قول و قیاس ہے کہ جو حیوان ہے وہ کسی چیز کو کہانے اور اسکو چبانے کے وقت اپنے منہ کا نیچے کا جبڑا ہلایا کرتا ہے جو اس تتبع و تلاش بعض جزئیات سے پیدا ہوا ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے۔ گہوڑے۔ گائے بہینس کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتے ہین۔ ایسا ہی جس حیوان کو ہمنے پایا اسکے نیچے کا ہی جبڑا ہلتا دیکہا ہے۔ اس سے ہمنے قیاس کیا اور حکم کلی لگا دیا کہ جو حیوان ہے وہ نیچے ہی کا جبڑا ہلاتا ہے مگر یہ قسم قیاس بجز ظن کسی امر کا مثبت نہین ہوتا۔ کیونکہ اس امر کا جواز و امکان ہے کہ جن حیوانات کو ہمنے نہین دیکہا وہ نیچے کا نہین بلکہ اوپر کا جبڑا ہلاتے ہون۔ جیسا کہ سنسار (جسکو عربی مین تمساح کہتے ہین۔ اور فارسی مین نہنگ) کا ایسا ہی حال سنا گیا ہے"

کادیانی صاحب! اس عبارت کو پڑھکر ڈوب مرو۔ حکیم نور دین صاحب اور منشی احسن صاحب کادیانی شرم نکرے تو آپ ہی کچھہ شرم سے کام لین اور کچھہ کہا کر مر جائین یا آیندہ ایسی جاہل کا (جا استقرار قیاس غیر منقسم کو قطعی کہتا ہے) ساتھ چہوڑ دین یا ہمکو کسی چہوٹی بڑی کتاب منطق مین دکھلا دین کہ ایسا قیاس جسکی کادیانی نے تفسیر کی ہے۔ قطعی و یقینی ہوتا ہے۔ اطلبیر جو چاہین انعام لین

اس قول مین جو کفر ہے وہ کادیانی کا یہ کہنا ہے کہ خدا تعالے نے اس آیت مین قیاس استقرائی سے کام لیا ہے۔ اور تتبع جزئیات کرکے اسپر قیاس کیا۔ اور اس سے یہ عام اور کلی حکم نکال لیا ہے کہ جو نبی ہوا ہے وہ انسان ہوا ہے۔

اسمین کادیانی کی تکفیر بکا ہی (۱) خدا تعالی کے علم کو جزئیات سے مستفاد ٹھیرایا ہے۔ (۲) اور اسکے لئے استکمال بالغیر تجویز کیا ہے۔ (۳) اور اسکے علم تابع و فرع حوادث بنا کر حادث ٹھیرایا ہے۔ قرارداد اہل اسلام مین خدا تعالے کا علم ذاتی و ازلی ہے خدا تعالے حوادث جزئیہ کو انکے موجود ہونے سے پہلے جانتا تہا۔ ان جزئیات سے اس نے علم حاصل نہین کیا۔ اس آیت مین اس نے اپنے علم ذاتی اور قدیم کا اظہار کیا۔ اور اپنے ذاتی علم سے فرمایا ہے کہ حضرت عیسٰی بہی ایسے ہی انسان تہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے پہلے رسول انسان گذرے ہین - یہ ہرگز نہین ہوا - کہ خدا تعالے نے حضرت آدمؑ و حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ وغیرہ انبیاء کو انسان دیکھکر انپر قیاس کیا ہو اور اس سے نکال لیا ہو - کہ آو رسول بھی ایسے ہی انسان ہونگے یہ قیاس تو انسان کا کام ہے جو جزئیات کی تتبع سے علم حاصل کرتا ہے نہ خدا تعالے و تقدس کا جسکی ذات اپنے غیر سے غنی - اسکا علم قدیم ساری صفات قدیم - ع

کہ علمش قدیم ست و ذاتش غنی *

عیسائیون کے اس سوال مقدر کے کہ بیبل مین مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا کے جواب مین جو **کادیانی رابعًا** کہتا ہے کہ اس صورت مین بیٹون کی تعداد بڑھجائیگی کیونکہ بیبل مین اورون کو بھی بیٹا کہا گیا ہے - بلکہ بعض کو پہلوٹھا - یہہ جواب **درحقیقت لاجواب** ہے - اسمین کادیانی مسلمانون کے ساتھ رہا - اور قدیم عیسائیون کا مخالف اور مقابل بنا - عیسائیون سے اسکے جواب مین کچھہ ہی بن نہین پڑا - چنانچہ ریویو جوابات عیسائیون کے ذیل مین بیان کیا جاوے گا -

آیت قد خلت من قبلہ الرسل سے **جو کادیانی** نے دوسری دلیل نکالی ہے - اور **خامسًا** یہ بات کہی ہے - کہ "امہ صدیقہ" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیحؑ اگر خدا کے حقیقی بیٹے ہوتے تو اورون کی طرح اپنے تولد مین والدہ کے محتاج نہوتے - یہانتک تو **کادیانی کا کہنا درست و بجا** ہے - بیشک مطلق احتیاج و افتقار خواہ کسی چیز کی طرف ہو الوہیت کی منافی ہے - خدا تعالے صمد ہے - وہ کسی امر مین کسیکا محتاج نہین - اور ہر ایک کی حاجت وہ پوری کرتا ہے - اس کے بعد جو **کادیانی نے سادسًا** کہا ہے کہ مسیحؑ کی والدہ انسان تھی تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح بھی انسان ہون - کیونکہ ہر ایک جاندار کی اولاد اوس کی نوع کے موافق ہوتی ہے - اور قانون قدرت خداوندی اسیطرح واقع ہے" - اسپر آیت مذکورہ بالا یا تمام قرآن مین کوئی حرف شاہد نہین اور نہ قرار داد اہل اسلام مین اسکی تائید و تصدیق پائی جاتی ہے - نہ قانون قدرت خداوندی اسکا مصدق ہے - نہ عقل اسپر شاہد ہے - بلکہ اسکا ماخذ و اصل کادیانی کا چھپا مذہب نیچری ہے - اور اسی مذہب نیچری سے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ ایک حیوان سے اسکی نوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مغائر پیدا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے- قانون قدرت سے اسکی مراد یہی نیچر ہے جس کے نام لینے سے اسکو تقیہ مانع ہے-

قرآن کا تو یہ حکم ہے- اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ- یعنی خدا تعالےٰ ہر شے پر (جو صلاحیت وجود و امکان رکہتی ہے اور مشیت ایزدی اسکے متعلق ہو سکتی ہے) قادر ہے- وہ چاہے تو مٹی سے انسان پیدا کر دے- جیسا کہ اوس نے پہلے حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا- اور آخر حشر کے وقت یونہی زمین سے انسان کو کہڑا کر دیگا- **قرار داد** اہل اسلام یہ چلا آیا ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو پہاڑ شق کر کے پیدا کیا- جب سے اس وقت تک کسی مسلمان نے انکار نہین کیا- ہان اس سے منکر ہین تو آپ کا دیانی صاحب ہین- یا آپکے پیر و مرشد و ہادی در ہبر سید جنہون نے اپنی تفسیر مین اس سے انکار کیا ہے-

قانون قدرت یا (کا دیانی کے سمجہانے کو یون کہو کہ) نیچر محسوس و مشاہد مین بہی ایسا ہی دیکھا گیا ہے- کہ بعض حیوان اپنی نوع کے مخالف مادہ سے جفت ہوتے ہین تو ان سے ایسے مولود پیدا ہوتے ہین جو نہ تو نر کی نوع سے ہوتے ہین نہ مادہ کی- بلکہ تیسرا اور ہی نوع کے ہوتے ہین- **از انجملہ** ایک خچر ہے جو نہ گدہے کی نوع سے ہے- نہ گہوڑے کی نوع سے بکری کے پیٹ سے بہیڑیا پیدا ہوتا دیکہا نہین پر سُنا ہے- اور اسکو اشاعۃ السُّنۃ نمبر ۱۲ جلد ۲ مین بصفحہ ۳۵۶ بیان کیا گیا ہے- **درختون** مین اسکی نظیر **سنگترہ** (یا رنگترہ) ہے جو دونو جانب (نر مادہ) کی نوع سے نہین- بلکہ تیسرا نوع ہے- رنگترہ پر میٹہے کا پیوند کرنے سے پہر رنگترہ کی نوع کے مخالف میٹہے لگنے شروع ہو جاتے ہین-

عقل کے فتویٰ سے یہ امر کہ ایک چیز سے اوسکی نوع سے مغائر چیز پیدا ہو جائے حد امکان مین داخل ہے- اور کوئی عقلی دلیل اس امر کے محال ہونے پر قائم نہین ہے- اور نظائر مذکورہ بالا اس امکان کی فعلیت ظاہر کر رہی ہین- **اس بیان** سے صاف ثابت ہے کہ کا دیانی کی وہ بات قرآن اور قرار داد اہل اسلام اور قانون قدرت اور عقل سب کے مخالف ہے- معہذا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسکو آیت مذکورہ سے کوئی تعلق نہین ہے۔ اور نہ ابطال الوہیت مسیح کے لئے اس بات
کہنے کی کچھ ضرورت ہے۔ اس ابطال کے لئے یہی بات کافی ہے۔ جو آیت مذکورہ سے سمجھی جا
ہے۔ (اور کادیانی نے بھی کہی ہے) کہ حضرت مسیحؑ کی والدہ تھی۔ جس سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپ
پیدایش مین اسکے محتاج تھے وبس۔

آیت مذکورہ سے جو کادیانی نے تیسری دلیل نکالی۔ اور سابقًا یہ بات کہ
ہے کہ حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ کہانا کہایا کرتے۔ اور اسکے محتاج تھے۔ اور یہ احتیاج کہانی ک
الوہیت کی منافی ہے۔ یہ بہی درست و بجا ہے۔ بیشک مطلق احتیاج کہانے کی طرف
یا کسی اور چیز کی طرف الوہیت کے مخالف ہی۔ مگر جو اس کے ساتھ کادیانی نے اپنے خانگی وجہ
فلاسفی بگہارے۔ اور یہ بات کہی ہے کہ انسان کو کہانے کی احتیاج اسلئے ہوتی ہے کہ اسکا
بدن تحلیل ہوتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ چند سال مین پہلا بدن معدوم ہوکر دوسرا بدن پیدا
ہو جاتا ہے۔ اور کہانا تحلیل شدہ بدن کا بدل بنتا ہے۔ یہ محض لغو بیہودہ بات ہے۔ اسکو
نہ آیت کے کسی لفظ یا اوسکی تفسیر سے تعلق ہے۔ نہ ابطال الوہیت مسیح اسپر موقوف ہے۔
کادیانی نے یہ اجنبی بات کہکر خروج از مبحث کیا۔ اور اپنے خصوم کو اس کے متعلق فضول
نکتہ چینی کا موقع دیا۔ چنانچہ ملاحظہ اقوال آیندہ فریقین سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے

یہ کادیانی کی تقریر پرچہ اول کے مطابق اسلامی رائے ہے۔ اب فریق ثانی
کے پرچہ اول کے متعلق رائے ظاہر کیجاتی ہے۔ اس مقام مین گو صرف مضامین پرچہ اول
فریق ثانی کا ریویو مد نظر ہے۔ مگر اس فریق کے جملہ متمسکات کا (جو الوہیت مسیح کے متعلق
اس فریق نے پیش کئے ہین۔ اور وہ اون کے دوسرے پرچون مین مذکور ہین۔ ریویو بہی
اس مقام مین کیا جائیگا۔ تاکہ بار بار اس کے ریویو کی نوبت نہ آوے اور ضرورت نہ رہی۔

تقریر اول فریق ثانی کے متعلق اسلامی رائے

ڈپٹی آتہم نے جو کادیانی کی تیسری بات کے جواب مین اولًا کہا ہے۔ اسکا مضمون اور

© rasailojaraid.com

مطلب درست ہی - اور اسکا جواب کادیانی سے کچھ بن نہیں سکا - مگر ڈپٹی آتہم کا طرز بیان عمدہ و مطلب خیز نہیں - اور اس سے اسکا مطلب بخوبی ادا نہیں ہوا - ڈپٹی آتہم کی جو تحریر و تقریر ہمنے دیکھی وہ ایسی ہی پائی جسکا مطلب اس سے بخوبی سمجھ میں نہ آیا - اور وہ معنی در بطن شاعر کا مصداق معلوم ہوا -

اس مقام میں ہم اسکا مطلب اپنی عبارت میں ادا کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ وہ مطلب درست ہے - اور جو جواب اس مطلب کا کادیانی نے دیا ہے وہ درست اور مطابق سوال نہیں ہے - ڈپٹی آتہم کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالی کی قدرت و افعال و اقوال کا امتحان بھی انسانی استقرار سے ضروری ہے - اور جو بات خدا کی انسانی استقرار کے موافق معلوم نہو وہ لائق تسلیم نہیں ہے تو چاہیئے کہ خدا کی صفت خالقیت کو بھی نہ مانیں کیونکہ انسانی استقرار و تتبع سے مخلوقات خلق کی یہی صورت نظر آتی ہے - کہ ایک مادہ (لکڑی یا مٹی یا لوہے وغیرہ) سے ایک چیز بنائی جاوے - اور اسکے بنانے کے لئے آلات اوزار تیشہ ہتھوڑہ وغیرہ ہوں - جو چیزیں انسان بناتا ہے اسمیں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر مادہ اور بغیر آلات کے بنائی گئی ہو - اور خاصکر انسان کی خلق و پیدایش کی صورت انسانی استقرار و تتبع میں یہی نظر آتی ہے کہ مرد و عورت جفت ہوں - اور ان دونوں سے بچہ تولد ہو - مگر عام خلق خداوندی میں بقول اہل مذہب سماوی یہ صورت خلق جو استقرار میں آتی ہے - پائی نہیں جاتی - اور نہ خاص خلق آدم و مسیح میں یہ صورت استقرائی خلق کی پائی گئی ہے - بلکہ اہل اسلام خصوصاً مسلمان عام صفت خلق کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے عالم کو بغیر مادہ کے بنایا - اور اس خلق میں وہ آلات و اوزاروں کا محتاج نہیں ہوا - اور خلق حضرت آدم کی نسبت مسلمان و اہل کتاب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت آدم کو خدا تعالے نے بغیر کسی مرد و عورت کے صرف مٹی سے پیدا کیا - اور خلق حضرت مسیح کی نسبت مسلمان اور نصاری یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انکو خدا تعالے نے صرف والدہ سے پیدا کیا

> ام خلقوا من غیر شیٔ (یعنے بغیر مادہ و آلات) ام ہم الخالقون (الطور ع ۲)

© rasailojaraid.com

اور اگر خدا کی قدرت و افعال مین انسانی استقرار واجب اللحاظ ہے۔ اور جو چیز اسکے موافق معلوم ہو اس سے انکار لازم ہے تو چاہیے کہ خدا تعالے کی تمام صفت خالقیت سے انکار کیا جاے اور حضرت آدم کا بلا مادر و پدر پیدا ہونا اور حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم نکیا جائے۔ حالانکہ اس سے کادیانی کو بھی انکار نہین ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ خدا نے عالم کو بغیر مادہ و آلات پیدا کیا۔ اور حضرت آدمؑ کو بلا مادر و پدر اور حضرت مسیح کو بلا پدر پیدا کیا ہے۔ اور جبکہ خدا کی صفت کی خالقیت۔ اور حضرت آدم و حضرت مسیح کی پیدایش برخلاف صورت استقرار انسانی تسلیم کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے افعال و اقوال مین اس انسانی استقرار کا کچھ لحاظ نہین ہے۔ اور جس چیز کی نسبت خدا تعالے نے فرما دیا ہو۔ کہ ہم نے اسکو ایسا کیا۔ یا وہ چیز باتفاق کل خدا کا فعل تسلیم کیجاے۔ اس مین انسانی استقرار کی موافقت کی شرط ایک ڈھکوسلہ ہے۔ اور محض الحاد۔

مسٹر آتھم کا اس قول سے یہی مطلب ہے تو مسٹر آتھم پر واجب ہے۔ کہ اپنے تصور بیانی کے معترف ہو کر آیندہ تقریر و تحریر کا کبھی نام نہ لین۔ قلم کو توڑ دین۔ اور کاغذ کو پھاڑ ڈالین۔ اور ہمارا شکریہ ادا کرین۔ کہ ہم نے ان کی مردہ تقریر مین جان ڈالدی۔ اور اسکے جواب سے کادیانی کی عاجزی ظاہر کردی۔ اور اس صورت مین جو کچھ کادیانی نے اس مطلب کے جواب مین کہا ہے وہ ہیچ و پوچ ہے۔ چنانچہ ناظرین کو اسکے جواب کے ملاحظہ سے یقین ہوگا۔ مگر اس سے وہ یہ نہ سمجھ لین کہ جس مدعا کے واسطے اونہون نے یہ تقریر کی تھی ہمنے وہ مدعا مان لیا۔ نہین نہین ہرگز نہین۔ ہمنے انکی تقریر کو شائستہ پیرایہ مین ادا کرکے صرف یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت و فعال و اقوال کے لئے انسانی استقرار معیار و پیمانہ صحت نہین ہوسکتا۔ اور کادیانی کا مجوزہ استقرار ایک ڈہکوسلہ ہے۔ اس سے زیادہ یہ نہین مانا (اور نہ ڈپٹی آتھم کی کلام مین اسکا ثبوت پایا ہے۔) کہ خدا تعالے نے بجز انسان کسیکو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یا اپنی پاک کلام مین اسکا اظہار فرمایا ہے۔ کہ ہمنے اپنے حقیقی بیٹے یا اپنی جزو اور تیسرے حصہ (روح آف ہتری ایکل گاڈ) کو رسول بنایا ہے۔ اسباب مین جو کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈپٹی آتہم یا اسکے ثانی اثنین ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک یا روئے زمین پر کسی عیسائی نے کہا ہے۔ وہ صرف دعوی ہی ہے جسکا کوئی ثبوت انہون نے نہین دیا۔ اور اسکا خلاف (حضرت مسیح کا خدا یا تیسرا حصہ خدا نہونا۔) ہمارے اس پرچہ مین اور دیگر تصانیف اہل اسلام اور توحیدی عیسائیون مین ایسا ثابت ہے کہ اسمین تثلیثی عیسائیون کو دم مارنے کی جگہہ نہین ہے۔

ڈپٹی آتھم نے کادیانی کی ساتوین بات کے جواب مین جو ثانیاً و ثالثاً کہا ہے کہ ہم مسیح کے جسم کو (جو کہانے پینے کا محتاج ہے) اللہ نہین جانتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہین۔ جیسے وہ جھاڑی تھی جس سے انی انا اللہ کی آواز آئی تھی۔ اور یہ امر کہ خدا ستون مین سے آواز دیکر کہے کہ مین تمہارا خدا ہون۔ ممکن ہے گو تجربہ یعنی ہمارے مشاہدہ و استقرار کے مخالف ہے۔ ہمنے ابن اللہ کو جسم نہین مانا۔ ہم تو اللہ تعالی کو روح جانتے ہین جسم نہین۔ یہ ایسا قول ہے جسکے معنے اور تو کوئی کیا سمجھے گا۔ ڈپٹی آتہم خود ہی نہین سمجھے اور طرفہ یہ کہ کادیانی ہی اسکا مطلب کچھہ نہین سمجھا۔ اور اسکا جواب اس نے کئی دفعہ دیا ہے۔ جیسے کسی عقلمند نے اپنے مخاطب سے کہا تھا کہ مین تیرا سوال تو سمجھا نہین مگر جواب اسکے دو دیتا ہون"۔ ہم اس قول کے قائل (ڈپٹی آتہم) اور اس قول کے مجیب (کادیانی) دو نون سے چند سوال کرتے ہین۔ اور اس قول اور اسکے جواب کا مطلب ان سے پوچھتے ہین۔

ڈپٹی صاحب کی مراد مظہر سے اگر مظہر ذات ہے۔ اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی ذات نے جسم مسیح مین ظہور کیا۔ اور وہ بذات خود مجسم ہوکر اس جسم و شکل مین ظاہر ہوا جسکو مسیح کہا جاتا تھا چنانچہ یوحنا باب اول آیت ا سے ۱۴ کا یہہ بیان کہ کلام خدا تہا۔ اور کلام مجسم ہوا مشعر ہے۔ اور ڈپٹی آتہم نے بہی اسکو پرچہ ۳ جون وغیرہ مین تسلیم کیا ہے۔) تو اس صورت مین ڈپٹی آتہم سے یہ سوالات ہین۔ (۱) اس حالت مین آتہم صاحب نے اپنے اس پرچہ مین اور پرچہ ۳۰ مئی ۱۸۹۵ء مین جسم مسیح کو خدا ماننے سے کیون انکار کیا ہے۔ (۲) اگر اب اس جسم کو خدا مان لو۔ اور اس معنے کر اسکو مظہر اللہ جانتے ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو جبکہ وہ جسم پیدا ہوا تب ہی سے کیون اسکو مظہر اللہ نہین مانتے۔ اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء

مین کیون لکھا۔ کہ مسیح روح القدس کے نازل ہونے کے وقت سے مظہر اللہ ہوئے۔ اور پرچہ

یکم جون مین کیون کہا کہ جب تیس برس کے ہو کر وہ بپتسما پاکر پرون سے نکلے تو مظہر اللہ اور مسیح ہوئے

(۳) اس صورت مین جھاڑی کی تمثیل تمہارے لئے کب دست آویز ہو سکتی ہے۔ جھاڑی

کی نسبت قرآن یا توریت مین کہان وارد ہے کہ وہ جھاڑی خدای مجسم تھی۔ (۴) اس صورت

مین آپ کا ستون مین سے خدا کے آواز دینے کا امکان بیان کرنا کیا فائدہ دیتا ہے کیا اس

اس ستون کو بھی آپ خدا کے مجسم مان لین گے۔ (۵) اس صورت مین ان اعتراضون کا

کیا جواب ہے جو خدا کے جسم ہونے پر از جسم کے کہانے پینے کی طرف محتاج ہونے پر وارد ہوتے

ہین۔ اور ان کو آپ بھی اس پرچہ مین مان چکے ہین۔ (۶) اس صورت مین ہندو جو

اپنے اوتارون کو خدای مجسم مانتے ہین۔ آپکے نزدیک کیون محل اعتراض ہین۔ آپکے مسیح کو

خدای مجسم ماننے اور ہندوون کے رامچندر کو خدائی مجسم ماننے مین کیا فرق ہے۔

اور اس صورت مین کادیانی سے یہ سوال ہے۔ کہ آپنے ڈپٹی آتھم سے

مظہریت کے یہ معنے تسلیم کرا کے اسکو انہی اعتراضات کا جو خدا کے مجسم ہونے پر وارد ہوتے

ہین کیون مورد نہ بنایا۔ اور اس سے اسکو کیون لاجواب نہ کیا۔ اور مظہریت کے دوسری معنے

تجویز کرکے بحث کو ناحق کیون طول دیا؟ اور اگر مظہر سے مراد مظہر صفات خلق و قدرت

خداوندی ہے۔ اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ وہ پاک جسم خدا کی قدرت

کاملہ کا مظہر تھا۔ تو پھر اس صورت مین ڈپٹی آتھم سے یہ سوالات ہین۔ (۱) اس مظہریت سے

مسیح کا خدا یا ابن اللہ یعنے سوم حصہ یا جزو خدا (ون آف تھری ایکل گاڈز) ہونا کہان ثابت

ہوتا ہے۔ یہ مظہریت تو باعتراف آپکے پرچہ دوم ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء و پرچہ دوم یکم جون ۱۸۹۳ء

کے ہر شے مین پائی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی خالی نہین ہے۔ پس چاہیئے ہر چیز زمین

آسمان در و دیوار کو ابن اللہ یا خدا کہین۔ حالانکہ آپ اسکے قائل نہین۔ بلکہ اس ابنیت یا الوہیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو مسیح سے مخصوص کرتے ہین۔ (۲) اس معنے کر مظہریت تو مسیح کے جسم اور روح دونون کو ہر وقت اور ہر آن حاصل تہی۔ چنانچہ آپ کا پرچہ دوم ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء مظہر ہے۔ پہر آپنے اس پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء مین اس مظہریت سے جسم کو کیون خاص کیا۔ اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء اور یکم جون ۱۸۹۳ء مین حضرت مسیح کی تیس برس کی عمر تک پہنچنے اور مسیح ہوجانے کے وقت کو اس مظہریت کے لیے کیون مخصوص کیا۔ (۳) وہ جہاڑی جس سے انی انا اللہ کی آواز آئی تہی۔ اور ستون جس سے آپ کے نزدیک خدا تعالے آواز دیکر کہہ سکتا ہے۔ کہ مین خدا ہون اسی معنے مظہریت سے انی انا اللہ کہتے تہے۔ اور آواز دے سکتے ہین۔ اور اس قول و آواز سے اس جہاڑی اور ستون کا خدا ئے مجسم ہونا آپ کی مراد نہین تو ان دو مثالون کا ذکر کس غرض سے ہے۔ اس معنے کر تو ہر چیز اور ہر ذرہ مظہر خدا ہوسکتا ہے۔ اور اس صورت مین کادیانی سے یہ سوال ہے کہ اس مظہریت سے تو حضرت مسیح ابن اللہ یا خدا یا سوم حصہ خدا ہونے کی صاف نفی ثابت ہوتی ہے۔ پہر تمنے کیون اس قسم کے الزامات سے ڈپٹی آتہم کا منہہ بند نکیا۔ اور ان فضول سوالات سے کہ کیا مسیح مین دو وجود جدا جدا تہے۔ ؟ اور کیا وہ تیس برس کی عمر تک مظہریت سے خالی رہے اور کیا وہ خدا مجسم تہے جو پرچہ ہاے ۳۰-۳۱ مئی ۱۸۹۳ء اور یکم و دوم وغیرہ جون ۱۸۹۳ء مین وارد کئے ہین۔ کیون بحث کو طول دیا۔

ڈپٹی آتہم نے کادیانی کے ملحدانہ اصول کی تمثیل اور بپاس قیاس استقرار نصوص کتب الہامی مین تاویل کے جواب مین جو رد ایگا کہا ہے کہ بیشک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے۔ لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑنے۔ اور اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہو تو بالمرہ حکم بطلان اسپر دینا ہے نہ بطلان کو مروڑکر حق بنانا۔ یہ بہی ایسا قول ہے جس کا مطلب نہ قائل (عبد اللہ آتہم) نے سمجہا۔ نہ مجیب۔ (کادیانی) نے۔ اور اسکا پہلا حصہ اخیر حصہ کے مخالف اور اس سے متناقض ہے۔ اسکے پہلے حصہ مین تاویل کو جائز رکہا گیا ہے۔ اور آخری حصہ مین کہا گیا ہے۔ کہ تاویل ایسی ہو۔ جو حقیقت کو نہ بگاڑے۔ اور یہ غور نہین کیا گیا۔ کہ تاویل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اسمین حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو مُراد قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک تاویل مین حقیقت کو توڑ مروڑ کر غیر حقیقت یعنے مجاز کو اسکی جگہہ ٹہیرایا جاتا ہے تاویل ہوئی تو حقیقت کہان رہی۔ ڈپٹی عبداللہ آتہم نے تو پیرانہ سالی کے سبب یا حقیقت و مجاز و تاویل کے معنی سے بے علمی و ناواقفی کے سبب اپنی کلام کو نہ سمجہا تہا۔ اس لئے پہلی حسب موقع تاویل کو جائز تسلیم کرکے آخر اسکو رد کر دیا۔ مگر کادیانی کی سکوت سے اور اس کلام کو رد نکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہی اس کلام کو نہین سمجہا۔ سمجہتا تو ضرور اسکا یہ نقص و تناقض جو ہمنے بیان کیا ہے بیان کرتا۔

ڈپٹی آتہم نے جو خامسًا کہا ہے اسکے متعلق ہم اسکے قول ششم و ہفتم و ہشتم کے متعلق رائے ظاہر کرنے کے بعد اظہار رائے کرین گے۔ کیونکہ وہ قول بہت بسیط و طویل بحث کا خواہان ہے۔ لہذا اسکا علیحدہ کرنا مناسب ہے۔

ڈپٹی آتہم نے کادیانی کے استدلال آیت قرآن کے جواب مین جو سادسًا کہا ہے کہ مین قرآن کے الہامی ہونے کا قائل نہین ہون۔ یعنی پہر میرے سامنے قرآن کو کیون پیش کیا گیا ہے اس سے ڈپٹی آتہم نے یہ جتایا ہے کہ انکے فہم و شعور مین پیرانہ سالی کے سبب نقصان واقعہ ہوگیا ہے۔ اور اس قول کے بعد کادیانی کو (اگر وہ کچھ فہم و شعور رکہتا۔) ہرگز مناسب نہ تہا۔ کہ اُن سے پہر وہ کلام و بحث کرتا اور اون کو اپنا مخاطب بناتا مگر کادیانی بہی ان ہی کی مانند بے شعور و نافہم ہے۔ وہ ایسی باتین سُنکر بہی انکے بحث و خطاب سے دست بردار نہوا اور اس مصرعہ کا مصداق بنا رہا ہے۔ ع ۔ خوب گذریگی جو مل بیٹہین گے دیوانہ دو +

ڈپٹی آتہم اتنا نہ سمجہ سکے کہ کادیانی کا آیت قرآن سے استدلال اسکے اس مُلحدانہ اصول کی بنا پر ہے کہ جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی دعوی کرے وہ پہلے اس دعوی کو اس کتاب سے نقل کرے۔ پہر اسکا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب سے نکال کر پیش کرے۔ نہ اس نظر سے کہ ڈپٹی آتہم قرآن کو الہامی مانتے ہین۔ ولہذا وہ اس آیت سے مورد الزام ہو سکتے ہین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈپٹی آتھم نے جو سابقًا و تامتًا کہا ہے۔ اسکا خلاصہ صرف یہہ ہے کہ بیبل مین جہان غیر مسیح کے حقمین بیٹا بیٹی کا لفظ آیا ہے۔ وہان تاویل واجب ہے ان اقوال مین ڈپٹی آتھم نے کادیانی کے اس اصول تاویل کو تسلیم کر لیا ہے جس سے قول چہارم مین انکا کیا ہتا۔ اور اس سے یہ جتایا ہے کہ وہ اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجہتے۔ پرچہ اول ڈپٹی آتھم کے جملہ مطالب کا ریویو ہو چکا ہے۔ اب صرف قول خامس کا ریویو باقی ہے جو ذیل مین کیا جاتا ہے۔

ڈپٹی آتھم نے کادیانی کے جواب سوال مقدر کہ بیبل مین اور صالحین کو بیٹا کہا گیا ہے کے جواب مین جو خامسًا کہا ہے کہ بیٹے کا لفظ بیبل مین دو معنے مین مستعمل ہوا (۱) بمعنے یکتن و (۲) بمعنے یک من۔ اور مسیح کے حق مین اسکا استعمال بمعنے یک تن ہوا ہے۔ چنانچہ بیبل کے فلان فلان مقامات شاہد و مصدق ہین۔ یہ محض دعوی ہی دعوی ہے۔ اور ان مقامات بیبل مین ایک مقام بہی ایسا نہین جس سے مسیح کا خدا تعالے سے ہم تن ہونا ثابت ہو۔ اس تمام مباحثہ مین صرف ایک ہی مضمون اس لائق تھا کہ ڈپٹی آتہم اسکو مدلل کرتے اور کادیانی اسکا جواب مدلل و مفصل دیتا۔ مگر افسوس نہ ڈپٹی آتہم نے اسکا کافی ثبوت بہم پہنچایا۔ اور نہ کادیانی سے اسکا جواب مدلل و مفصل ہو سکا۔ ہم اس مقام مین اس مضمون پر ایسی تفصیلی بحث کرتے ہین جس سے ڈپٹی عبد اللہ آتہم اور کادیانی دو نو قائل و منفعل ہون ڈپٹی آتہم اسلئے کہ اس تفصیل سے انکو معلوم ہوگا کہ ان کے پیش کردہ مقامات بیبل سے مسیح کی الوہیت ثابت نہین ہوتی۔ کادیانی اسلئے کہ اس تفصیل کے ملاحظہ سے اسکو واضح ہوگا کہ ان مقامات بیبل کا جواب مسکت (خصم کو ساکت کرنیوالا) یہ ہے جو اسمقام مین دیا گیا ہے۔ نہ وہ جو کادیانی نے دیا ہے۔

اس قول (پنجم) مین جو مقامات عہد عتیق کے نقل کئے گئے ہین۔ انکی نسبت ہم اجمالی رائے محقق عیسائیون کی نقل کرتے ہین جس سے صاف ثابت ہے کہ عہد عتیق مین حضرت مسیح کی الوہیت یا تثلیث پر کوئی تصریح نہین ہے جو ہین بزعم عیسائیون کے اشارات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہین جن سے عیسائی لوگ عہد جدید کی مدد سے الوہیت مسیح یا تثلیث استنباط کرتے ہین۔ پھر ہر ایک مقام پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کرین گے کہ ان مقامات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہین ہوتی +

اجمالی رائے کی نقل

بشپ ہیوبرج کہتے ہین۔ اگرچہ پرانے عہدنامہ مین تثلیث کا اشارہ اکثر آیا ہے۔ تاہم بغیر نئے عہدنامہ کے اسکو درست طور پر سمجھنا ایک امر دشوار ہے۔ چنانچہ باوجودیکہ یہودیون کے درمیان توریت تین ہزار برس سے اور انبیا دو ہزار برس سے ہین۔ تو بھی آج کے دن تک وہ اسکو (یعنے تثلیث کو) اپنے ایمان کا رکن ہرگز نہ بنا سکے۔ بلکہ مثل محمدیون کے ابتک مقر ہین۔ کہ خدا اقنوم مین اور ذات مین واحد مطلق ہے۔ پادری فنڈر صاحب **مفتاح الاسرار** مین لکھتے ہین تثلیث کی تعلیم توریت مین صرف اشارہ کے طور پر ذکر ہوئی ہے۔ انجیل مین **واضحتہً** بیان ہوئی ہے۔ اسی سبب سے جبتک کوئی انجیل کے مضمون کو نہ سمجھا ہو توریت کے اکثر مطلبون کو جیسا کہ چاہیے نہ سمجھیگا۔

بشپ برہمنٹ شرح عقاید دینی مین لکھتے ہین۔ عہد عتیق کو بغیر عہد جدید کے تو یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ مسئلہ تثلیث کو اس سے ثابت کرنا کوئی آسان کام نہین ہے۔ ان اقوال ثلثہ کو مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے رسالہ **تنقیح الوہیت مسیح** مین اپنے اس دعوی کی تائید مین نقل کیا ہے کہ پرانے عہدنامہ مین خالص وحدت کی تعلیم ہوئی ہے۔ احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہو وسے۔ سن اے اسمائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ استثناء ۶ – ۴ اس وحدت مین کثرت کی تعلیم مطلق نہین ہے۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی اسپر شاہد ہے کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت مین کثرت کا خیال نہین کیا۔" اور بعد نقل اقوال **ثلثہ** مذکورہ کہا ہے "پس جبکہ صرف انجیل ہی کی روشنی مین پرانے عہدنامہ سے کثرت فی الوحدت کی تعلیم اخذ ہو سکتی تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل مین کثرت فی الوحدت کی روشنی نہ مل سکے تو پرانا عہدنامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہیگا۔ اسلئے ہم اس رسالہ (تنقیح الوہیت مسیح) مین (ابطال الوہیت مسیح کے لئے) پرانے عہدنامہ پر مطلق بحث نکرین گے۔ صرف انجیل پر غور کرکے دیکھین گے کہ آیا یہ تعلیم اسمین ہے یا نہین۔ اگر انجیل مین کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملی تو پھر اسکے ڈھونڈنے کیلئے پرانے عہدنامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہوگا۔

اسکے بعد مسٹر اکبر مسیح نے انجیل مین حضرت مسیح اور انکے رسولون کی تعلیم سے خالص توحید بلا تثلیث کو ثابت کیا۔ پھر اسی انجیل سے حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال کیا ہے۔ اور اسمین لیاقت و قابلیت وتحقیق و حق پسندی کا کافی ثبوت دیدیا ہے۔ یہ ہمارا اس رسالہ پر اجمالی ریویو ہے جسکی نظر و امید پر مولف رسالہ نے وہ رسالہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ تفصیلی ریویو پھر کرین گے جب ہم تثلیثی عیسایون کی خدمت سے فارغ ہون گے انشاء اللہ تعالے۔

یہ محقق عیسائیون کی اجمالی رائے ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مقامات عہد عتیق کو ڈپٹی عبداللہ آتہم نے الوہیت مسیح کے ثبوت مین پیش کیا ہے۔ ان سے مسیح کی الوہیت عیسائیون کے نزدیک بھی ثابت نہین ہوتی۔ اب ان مقامات کی نسبت تفصیلی بحث کرکے یہ ثابت کرتے ہین۔ کہ ان سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہین ہوسکتی۔

تفصیلی بحث

منجملہ ان مقامات عہد عتیق کے جنکو ڈپٹی آتہم نے قول پنجم مین پیش کیا ہے۔ ایک مقام زکریا ۱۳:۷ ہے جسمین یہ بیان ہے کہ "اے تلوار تو میرے چرواہے پر اس انسان پر جو میرا ہمتا ہے بیدار ہو۔ رب الافواج فرماتا ہے اس چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہوجائے۔" ڈپٹی آتہم اور اسکے دوسرے بھائی غیر محقق و ناانصاف عیسائی خیال کرتے ہین کہ اس مقام میں حضرت مسیح کے مارے جانے کی پیشگوئی کی گئی ہے جسمین اسکو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ سے اصل عبری کتاب زکریا ۱۳:۷ کو دیکھنے والے بخوبی جانتے اور یقین رکھتے ہین۔ کہ (۱) اسمین نہ حضرت عیسیٰ یا کسی اور شخص کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔ نہ (۲) حضرت عیسیٰ کے قتل ہونیکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خبر ہے۔

امر اول کا ثبوت

اس پیشگوئی مین جس لفظ کے معنے ہمتا کیے گئے ہین لفظ عبرانی ﭘﭘ ﺩﯾﻢ ۳۶ عمی تی ہے جسکے معنے ہمنشین باہم صحبت کے ہین (چنانچہ کتاب لغات عبرانی ولیم ہوپر صاحب کے ۲۹۱ صفحہ سے معلوم ہوتا ہے۔) اور وہ نبی مین پائے جاتے ہین۔ اور اس وجہ سے جس شخص کی اس مقام مین پیشگوئی ہے۔ وہ صرف خدا کا نبی ہوسکتا ہے۔ نہ خدا اور اس سے اسکی نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ نہ خدائی۔ اس لفظ عمی تی کے معنے ہمتای خدا کے نہین ہین۔ اور واقعہ مین بھی کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق خدا کا ہمتا نہین ہوسکتا۔ **عہد عتیق و عہد جدید کے متعدد مقامات** مین اس امر پر تصریح موجود ہے۔ کہ خدا کا کوئی ہمتا نہین۔ اور اسکے سوا کوئی خدا نہین

عہد عتیق کی شہادت

کتاب استثنار کے باب ۴۔ آیت ۳۵ مین ہے۔ یہ سب تجھے کو دکھا گیا۔ تاکہ تو جانے خداوند تو خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہین ہے۔ اور اس باب کی آیت ۳۹ مین ہے۔ پس آج کے دن جان اور اپنے دلمین غور کر کہ خداوند ہی خدا ہے جو اوپر آسمان مین اور نیچے زمین مین ہے اور کہ اسکے سوا کوئی نہین ہے۔ **اور اس کتاب کے باب ۶** کی آیت ۴ مین ہے۔ سن لے اے اسرائیل خداوند تمہارا خداوند اکیلا خدا ہے[1]۔ اور اس کتاب کے باب ۳۲ آیت ۳۹ مین ہے۔ اب دیکھو کہ مین ہان مین ہی وہ ہون۔ اور کوئی معبود میرے ساتھ نہین۔ مین ہی مارتا ہون۔ اور مین ہی جلاتا ہون۔ مین ہی زخمی کرتا ہون۔ اور مین ہی چنگا کرتا ہون۔ اور ایسا کوئی نہین جو میرے ہاتھ سے چھڑا وے۔ **اور کتاب دوم سموئیل کے باب ۷ آیت ۲۲** مین ہے۔ سو تو اے خداوند خدا بزرگ ہے۔ اسلیئے کہ کوئی تیری مانند نہین ہے۔ اور تیرے سوا جہانتک کہ ہمنے اپنے کانون سے سنا ہے کوئی خدا نہین ہے۔ **اور کتاب اول سلاطین باب ۸ آیت ۲۳** مین ہے

[1] اسکی اصل عبارت عبرانی بخط عربی یون ہے۔ شِمَعْ یِسْرَائِیل یَہْوَاہْ اِلُوہِینُو یَہْوَاہْ اَحَادْ ۱۲

© rasailojaraid.com

اور کہا اے خداوند اسرائیل کے خدا تجہسا کوئی خدا نہ اوپر آسمان مین ہے - نہ نیچے زمین مین - اور زبور باب ۱۸ آیت ۳۱ مین ہے - خداوند کے سوا خدا کون ہے - اور ہمارے خدا کو چہوڑکر چٹان کون ہے - اور زبور باب ۷۷ آیت ۱۳ مین ہے - اے خدا تیری راہ مُقدس ہے - کون معبُود خدا کی مانند بڑا ہے "

اور کتاب یسعیاہ کے باب ۴۴ آیت ۶ و ۷ و ۸ مین ہے - خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اسکا نجات دینے والا رب الافواج یون فرماتا ہے - کہ مین اول ہون اور آخر ہون - اور میرے سوا کوئی خدا نہین - (۷) اور کون میری مانند بولاتا ہے (۸) کیا میرے سوا کوئی خدا ہے ۹ اور اس کتاب کے باب ۴۵ مین ہے - مین ہی خداوند ہون اور کوئی نہین - میرے سوا کوئی خدا نہین - مینے تیری کمر باندہی - اگرچہ تو نے مجہے نہ پہچانا - (۶) تاکہ لوگ سورج نکلنے کے اطراف سے غروب کی اطراف تک جانین کہ میرے سوا کوئی نہین - (۷) مین ہی روشنی بناتا ہون اور تاریکی پیدا کرتا ہون - مین ہی سلامتی کو بناتا ہون - اور بلا کو پیدا کرتا ہون - مین ہی خداوند ان سبہونکا بنانے والا ہون -

یہہ دس مقام عہد عتیق کے ہین - جنہین خدا تعالے کے واحد بے مثل و بے ہمتا ہونے پر تصریح ہے - اب عہد جدید کی شہادت سنو -

انجیل متی کے باب ۱۹ آیت ۱۶ و ۱۷ مین ہے - اور دیکہو ایک نے آکے اسے (حضرت مسیح کو) کہا - اے نیک استاد مین کون نیک کام کرون - کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن - ۱۷ - اس نے اسے کہا تو کیون مجہے نیک کہتا ہے - نیک تو کوئی نہین مگر ایک یعنی خدا - پر اگر تو زندگی مین داخل ہوا چاہتا ہے - تو حکمون پر عمل کر - اور انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹ مین ہے - یسوع نے اسے جواب مین کہا کہ سب حکمون سے اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے - ایک ہی خداوند ہے - اور تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے - اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اول حکم یہی ہے - اور

© rasailojaraid.com

انجیل یوحنا کے باب ۱۷ آیت ۱ و ۳ مین حضرت مسیح سے نقل کیا کہ انہون آسمان کیطرف اپنی آنکھین اٹھا کر کہا اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وے تجھکو اکیلا سچا خدا۔ اور یسوع مسیح کو جسے تونے بھیجا ہے مانین۔ اور پولوس کے پہلے خط بنام قرنتیان کے باب ۸ آیت ۵ و ۶ مین ہے۔ کیونکہ ہرچند افلاک و زمین مین بہت ہین جو خدا کہلاتے ہین۔ (چنانچہ بہتیرے خدا۔ اور بہتیرے خداوند ہین)۔ ۶۔ لیکن ہمارا ایک خدا ہے۔ جو باپ ہی۔ جس سے ساری چیزین ہوئین۔ اور ہم اسی کے لئے ہین۔ اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے۔ جسکے سبب سے ساری چیزین ہوئین۔ اور ہم اسیکے وسیلہ سے ہین۔"

ان چار مقامات عہد جدید۔ اور دس مقامات مذکورہ با عہد عتیق کو چشم بینا سے دیکھنے والے یقین رکھتے ہین کہ لفظ عَمِیْ تِیْ کتاب زکریاہ کے معنے ہمتا کے نہین ہین۔ اور خدا کا ہمتا کوئی نہین ہے۔ اس بات کو کوئی بے انصاف نہ مانے اور اسکے معنے ہمتا کے کرے تو پھر اس آیت زکریاہ اور ان آیات توحید و بیہمتائی خدا تعالے مین تعارض و تناقض واقع ہوگا۔ اور اس سے ایک جانب کا کذب یا غلط ہونا لازم آئیگا جسکو کوئی عیسائی بھی پسند نکریگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عَمِیْ تِیْ کا ترجمہ ہمتا غلطی سے کیا گیا ہے۔ اور حقیقت مین اسکا ترجمہ ہمنشین یا ہم صحبت ہے جس سے بجز نبوت اس شخص کے جسکے حق مین پیشگوئی کی گئی ہے کچھ ثابت نہین ہوتا۔

امر دوم کا ثبوت

اس آیت کے جو معنے (صحیح یا غلط) کرو انکو حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہین ہے۔ اور یہ آیت آپکے حق مین پیشگوئی نہین۔ کیونکہ اسمین ایسے شخص کی نسبت پیشگوئی کیگئی ہے۔ جو تلوار سے مقتول ہوا ہے۔ یہ شخص یوحنا بپتسما دینے والا ہو جسکے سر کاٹنے کی خبر انجیل متی کے ۱۴ باب مین ہے۔ یا کوئی اور نبی جو تلوار سے شہید ہوا ہو۔ حضرت مسیح تو باتفاق عیسایون کے تلوار سے مقتول نہین ہوئی۔ لہذا وہ اس کے مصداق ہرگز نہین ہوسکتے۔

اب مسٹر عبد اللہ آتھم اور اسکے ہمخیال حامیون کو مناسب ہے کہ اس پیشگوئی کو انفعال و ندامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ واپس لین - اور اس سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت ہونیکا خیال دماغ سے نکالدین یا ہمارے
دلائل کا جواب دین - از انجملہ دوسرا مقام کتاب یرمیاہ کا باب ۲۳ آیت ۵ و ۶ ہے جسمین یہ
بیان ہے - دیکھہ وے دن آتے ہین - خداوند کہتا ہے کہ مین داؤد کے لیئے صداقت کی ایک شاخ
نکالونگا - اور ایک بادشاہ بادشاہی کریگا - اور اقبالمند ہوگا - اور عدالت صداقت زمین پر کریگا - اُسکی
دنونمین یہوداہ نجات پاویگا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کریگا - اور اسکا نام یہ رکھا جاویگا
خداوند ہماری صداقت عبد اللہ آتہم اور اسکے دوسرے بے انصاف عیسائی خیال کرتے ہین کہ یہ پیشگوئی
بہی حضرت عیسی کے حقمین ہے - اور اس مین حضرت عیسی کے حقمین کہا گیا ہے - خداوند ہماری صداقت
جسکا عبرانی لفظ یہوواہ صدقینو ہے - مگر انصاف وتحقیق کی آنکھہ رکہنے والے بخوبی جانتے
ہین کہ حضرت عیسی کو اس پیشگوئی سے بہی کوئی تعلق نہین ہے - اسمین ایک بادشاہ کی نسبت پیشگوئی
ہے کہ وہ تخت داؤدی پر بیٹھکر بادشاہی کریگا - اور اقبالمند ہوگا - اور عدالت کریگا - اور حضرت
مسیح کو دنیا مین بادشاہی نصیب نہین ہوئی - بلکہ ان کی عمر فقیری اور بینوائی مین گزری ہے
چنانچہ وہ خود اپنے حق مین فرماتے ہین کہ لومڑیونکو ماندین - اور ہوا کے پرندون کے واسطے
بسیرے ہین - پر ابن آدم کو سر ٹکانیکو جگہہ نہین - (متی باب ۸ آیت (۲۰) اور یہ بہی آپنے فرمایا
ہے کہ میری بادشاہی اس جہان یعنی دنیا کی بادشاہی نہین ہے[۲] - لہذا وہ اس پیشگوئی کے مصداق ہرگز
نہین ہوسکتے - بلکہ آپکے جدامجد یکونیاہ بن یہویقیم (جنکا جد مسیح ہونا نسبت نامہ باب اول
متی[*] سے ظاہر ہوتا ہے -) کی اولاد مین سے کوئی شخص بہی اس پیشگوئی کا مصداق نہین ہوسکتا
کیونکہ اسکی اولاد کی نسبت یرمیاہ باب ۲۲ آیت ۳۰ وغیرہ مین صاف آچکا ہے - مجہے اپنی حیات

[*] انجیل متی مین یکونیاہ تک سلسلہ نسب حضرت مسیح یون بیان ہوا ہے - یوسیاہ سے
یہویقیم اور یہویقیم سے یکونیاہ اور یکونیاہ سے سلتی ایل اور سلتی ایل سے زروبابل
اور زروبابل سے ابیہود اور ابیہود سے الیاقیم اور الیاقیم سے عازور اور عازور سے
صدوق اور صدوق سے اقیم اور اقیم سے الیہود - اور الیہود سے العزر اور العزر سے متھان
اور متھان سے یعقوب اور یعقوب سے یوسف جو شوہر ہے مریم کا جس سے یسوع مسیح پیدا ہوا - (انجیل
متی مطبوعہ مطبع مرزا پور صفحہ ۱)

[۲] دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۸ - آیت ۳۶ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی قسم خدا فرماتا ہے کہ اگرچہ یہوداہ کے بادشاہ یہو عقیم کا بیٹا کونیاہ میرے داہنے ہاتھ کی انگوٹھی ہوتا۔ تدبہی اس وہان سے نکال پھینکتا۔ ۲۸ کیا یہ شخص کونیا نفرت انگیز ٹوٹا ہوا برتن ۹ یا ردی باسن ہے۔ جو منظور نہین ہوتا۔ وے کس واسطے نکالے جاتے ہین۔ وہ اور اوسکی اولاد اور ایسی زمین مین ڈالے جاتے ہین۔ جسے وے نہین جانتے۔ اے زمین زمین زمین خداوند کا کلام سن۔ ۳۰ خداوند یون فرماتا ہے۔ اس آدمی کو بے اولاد لکہو۔ ایسا آدمی جو اپنے دنون مین اقبال مندی کا منہہ نہ دیکہے گا۔ کیونکہ کوئی اسکی اولاد مین سے بہی اقبال مند نہوگا کہ کبہی داؤد کے تخت پر بیٹھے اور یہوداہ پر سلطنت کرین"

اس پیشگوئی یرمیاہ باب ۲۲ کو بچشم خود دیکہکر عیسائیون کا حضرت عیسی کو تخت داؤدی پر بادشاہی کرنیوالا کہنا۔ اور اس پیشگوئی یرمیاہ باب ۲۳ کا مصداق ٹہرانا بڑی شرمناک غلطی ہے اور اپنے آپ کو روز روشن شب کور بنانا ہے۔ انصاف و شرم کو کام مین لاکر عیسائی خیال کرکے بتا دین کہ تاریخی شہادت اور بیبل کی گواہی سے حضرت عیسی کی زندگی یا ان مین وہ وقت کب آیا اور کس نے دیکہا یا سنا جسمین یہوداہ نے نجات پائی۔ اور اسرائیل نے سلامتی سے سکونت کی حضرت مسیح کے وقت مین تو یہوداہ اور اسرائیل رومی بت پرست بادشاہ اغسطس کے زیر حکومت تہے۔ جسکا نائب بیت المقدس ہیرودیس تھا۔ اور اسکا کوتوال پلاطوس تہا۔ جسکے حکم سے حضرت عیسی بزعم نصاری سولی پر چڑھائے گئے۔

اے حضرت پادری کتب تواریخ اور بیبل مین نظر کرنے سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یرمیاہ باب ۲۳ مین تو لہراسپ شاہ ایران کی نسبت (جو بقول مصنف ناسخ التواریخ حضرت دانیال اور حضرت عزیر پر ایمان لاچکا تھا) یا اسکے والیسر کورش داماد دارایوش اول کی نسبت (جسکا نام بیبل مین خورش بیان ہوا ہے) یا دارایوش ثانی کی نسبت (جسکو بیبل مین دارا بادشاہ لکہا گیا۔ اور وہ کورش اور اسکے جانشین احشوروش کے بعد لہراسپ شاہ ایران کی طرف سے بابل کا والیسرا ہوا تھا۔) پیشگوئی ہوئی ہے۔ جنکی عہد حکومت مین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہوداہ اور اسرائیل بابل سے نکلے اور بخت نصر اور اسکے بیٹے اویل مرداخ کی قید سے رہائی پاکر یروسلم مین آباد ہوئے۔ اور ان بادشاہون کے حکم و اجازت اور حجی نبی (جسکو بیبل مین حجی کہا گیا ہی) کی ترغیب سے زروبابل اور یشوع وغیرہ اعیان بنی اسرائیل نے ہیکل بیت المقدس کو جو بخت نصر نے ڈہائی تہی ازسرنو بنایا۔ اور یہوداہ اور اسرائیل کو شاہان مذکور کی طرف سے آزادی ملنے کے سبب نجات و امن حاصل ہوا۔ اس وقت یہوداہ اور اسرائیل کے ہر ایک شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا یہوہ۔ اہ صدقینو یعنی خداوند ہمارا سچا ہے۔ جس نے ہمکو ستر برس کی قید بخت نصر سے چہوڑا کر یروسلم مین آباد کیا۔ جس کلمہ کو عیسائی اب زبردستی اور ہٹ دہرمی سے حضرت مسیح پر لگاتے ہین۔ اس مقام مین ہم بیبل سے ثابت کرتے ہین کہ یہ پیشگوئی ان بادشاہون مین سے کسی بادشاہ کی نسبت تہی۔ اور وہ حضرت مسیح سے پانچسو برس پہلے پوری ہو چکی ہے حضرت مسیح سے اسکا تعلق بشہادت بیبل حد امکان سے خارج ہے۔

پس اولاً ہم اس پیشگوئی کے معنے مذکورہ بالا اسی بیبل کی شہادت سے بیان کرتے ہین۔ پہر اسی بیبل کی شہادت سے یہ ثابت کر دکھائینگے کہ اس معنے کر یہ پیشگوئی حضرت مسیح سے پانسو برس پہلے پوری ہو چکی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ مین جو شاخ نکلنے اور عدالت و صداقت سے ایک بادشاہ کو بادشاہی کرنی اور یہوداہ و اسرائیل کی نجات و سلامتی پانے کا اجمالی ذکر ہوا ہے۔ اسکی تفصیل مین اس کتاب یرمیاہ کے باب (۳۰) مین یون فرمایا ہے۔

وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یون فرماتا ہے۔ ساری باتین جو مین تجھے کہین تو کتاب مین لکھہ (۳) کہ دیکھہ وہ دن آتے ہین خداوند کہتا ہے۔ کہ مین اپنی قوم اسرائیل اور یہوداہ کی اسیری کو موقوف کرونگا اور مین ایسا کرونگا کہ وے اس زمین مین جسے مین نے ان کے باپ دادون کو دیا تھا۔ پہر آوین اور مالک ہووین۔ (۱۰) اسلئے دیکھہ میرے بندے یعقوب مت ڈر۔ خداوند کہتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اے اسرائیل مت گھبرا کہ دیکھہ مین تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھڑاؤنگا اور یعقوب پھر ئیگا۔ اور وہ چین کریگا۔ اور آسودہ ہوگا۔ ۱۸۔ خداوند یون فرماتا ہے کہ دیکھ مین یعقوب کے خیمونکو جو اسیری مین ہین پھر لاؤنگا۔ اور اس کے مسکنون پر رحمت کرونگا۔ اور شہر اپنے ٹیلے پر بنایا جائیگا۔ اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہو جائیگا۔ اور اس کے باب ۳۱ مین کہا ہے۔ ۳ خداوند قدیم سے مجھہ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ مین نے بڑے ابدی عشق سے تجھے پیار کیا۔ اسلئے مین نے اپنی شفقت تجھہ پر بڑہائی مین تجھے پھر بنا کرونگا۔ اور تو بنا کی جائیگی"۔

ان آیات مین اس اجمال پر میاہ ۳۳ باب کے کہ یہوداہ نجات پائیگا۔ اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کریگا۔ یہ تفصیل ہوئی ہے کہ یہوداہ اور اسرائیل قید بخت نصر سے (جو ستر سال تک رہی) رہائی پائینگے۔ اور ہیکل بیت المقدس جو بخت نصر نے ڈہائی تھی از سر نو بنائیگی۔ ایسی ہی اس اجمال کی تفصیل کتاب زکریاہ مین ہوئی ہے۔ اسکے باب اول آیت ا مین ہے دارا (داریوش) کے دوسرے برس کے آٹھوین مہینے خداوند کا کلام زکریاہ بن برکیاہ بن عدو کو پہنچا۔ اور اس نے کہا خداوند تمہارے باپ دادون سے بے نہایت ناراض ہوا۔ اسلئے تو ان سے کہہ کہ رب الافواج فرماتا ہے کہ تم میری طرف پھرو۔ رب الافواج فرماتا ہے تو مین تمہاری طرف پھرونگا۔ ۱۲ پھر خداوند کے فرشتے نے جواب دیکر فرمایا کہ اے رب الافواج تو یروسلم پر اور یہوداہ کے شہرون پر جن پر تو ستر برس سے غضب نازل کرتا ہے کب تک رحم نکریگا۔ (۱۳) اور خداوند نے اس فرشتے کے جواب مین جو مجھہ سے گفتگو کرتا تھا ملائم اور دلپسند باتین کہین۔ ۱۶ اس لئے خداوند یون فرماتا ہے کہ مین رحمت کرکے یروسلم مین پھر آیا ہون۔ اس مین میرا گھر بنایا جائے گا۔ ۱۷ میرا شہر اقبالمندی سے لبریز ہونگے اور اسکے باب ۳ کے آیت ۷ مین ہے رب الافواج یون فرماتا ہے کہ اگر تو میرے راہون پر چلے گا۔ اور میری شریعت کو حفظ کریگا۔ تو تو میرے گھر پر حکومت کریگا۔ اور میرے صحنون کی نگہبانی کریگا۔ اور مین تجھے انمین سے جو یہان پاس کھڑے ہین ایسے لوگ دونگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جکہ تیری رہنمائی کرین - (۸) اب اے یشوع سردار کاہن سن تو اور تیرے رفیق جو تیرے آگے بیٹھے ہین - کیونکہ یہ اشخاص بطور نشانی کے ہین - دیکھ مین اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤن گا - اور اسکے باب ۶ کے آیت ۱۲ مین ہے - دیکھ اور اس سے یون کہہ کہ رب الافواج یون فرماتا ہے کہ دیکھ وہ شخص جسکا نام شاخ ہے - اور وہ اپنی جگہہ سے اگیگا اور وہ خداوند کے ہیکل کو بناویگا - اور وہ صاحب شوکت ہوگا - اور وہ اپنے تخت پر بیٹھکر حکومت کریگا - اور وہ اپنے تخت پر جلوس کرکے کاہن بھی ہوگا - اور سلامتی کی مشورت دونو کے درمیان ہوگی - اور وے تاج حیلم اور طوبیاہ اور یدعیاہ اور حین بن صفنیاہ کی طرف سے ہونگے - تاکہ وہ خداوند کی ہیکل مین ایک یادگار رہوین - اور وے جو دور دور کے ہین سو آوین گے - اور خداوند کی ہیکل تعمیر کرین گے -

اور اس کے باب ۷ آیت ۴ مین کہا تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا کہ مملکت کے سارے لوگون اور کاہنون سے کہہ کہ جب تم لوگون نے پانچوین اور ساتوین مہینے مین ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کبھی میرے لئے روزہ رکھا تھا - رب الافواج یون فرماتا ہے کہ تم سچی عدالت کرو - اور ہر کوئی اپنے بھائی پر کرم اور رحم کیا کرے - اور اسکے باب ۸ آیت ۳ مین کہا ہے - خداوند یون فرماتا ہے کہ مین صیحون مین پھر آیا - اور یروسلم کے درمیان سکونت کرونگا - اور یروسلم کا نام سچائی کی بستی ہوگا - اور رب الافواج کا پہاڑ مقدس کہا جائیگا - ۴ رب الافواج یون فرماتا ہے کہ پھر بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتین یروسلم کے کوچون مین بیٹھی ہوئی ہونگی - اور شہر کے کوچے لڑکے لڑکیون سے معمور ہونگے جو کوچون مین کھیلتے ہون گے - ۷ - رب الافواج فرماتا ہے - دیکھ کہ مین اپنے لوگون کو سورج کے نکلنے کی ملک اور اسکے غروب ہونیکے ملک سے چھوڑا لاؤن گا - اور مین انہین لاؤن گا - اور وے یروسلم کے درمیان سکونت کرین گے - اور وے میرے لوگ ہون گے اور مین سچائی و صداقت سے ان کا خدا ہونگا - ان آیات مین شاخ کی یہ تفصیل ہوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اس سے وہ شخص مُراد ہے جو ہیکل تعمیر کریگا۔ اور نجات و سلامتی و عدل کی یہ تفصیل ہوئی ہے کہ لوگ بے کھٹکہ و بے روک ٹوک یروسلم مین رہین گے۔ اور عدل و رحمت سے باہمی سلوک کرین گے۔ اور کلمہ یہو اہ صدقینو کی یہ تفصیل ہوئی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کی نسبت کہا جائیگا۔ اور خدا تعالےٰ ہی خداوند صداقت کہلائیگا۔ اور جبکہ اس پیشگوئی کے معنے بیبل کی شہادت سے صاف طور پر وہ ثابت ہوئے۔ جو ہمنے بیان کئے ہین۔ تو اب ہم بیبل کی شہادت سے ثابت و بیان کرتے ہین کہ اس معنے کر اس پیشگوئی کا وقوع حضرت مسیح سے پانچسو برس بیشتر ہو چکا ہے۔ عزرا (حضرت عزیر علیہ السلام) نبی کی کتاب کے پہلے باب مین لکھا ہے۔ (جسکا سنہ حاشیہ مین پانچسو چھتیس برس مسیح سے پیشتر بیان کیا ہے۔) اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کی پہلے برس مین اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے مُنہہ سے نکلا تھا پورا ہووے (حضرات پوادریا اپنی کتاب مقدس کے لفظ پورا ہووے کو چشم انصاف سے دیکھو اور شرم کو کام مین لاکر کہو کہ یہ لفظ پیشگوئی یرمیاہ کا وقوع پانچ سو برس قبل از مسیح ظاہر کر رہا ہے۔ یا اس پیشگوئی کو وقتِ ظہور مسیح تک معلق کرتا ہے۔) خداوند نے شاہ فارس خورس کے دل کو ابھارا کہ اوس نے اپنی تمام مملکت مین منادی کروائی۔ اور اسے قلمبند بھی کر کے یون فرمایا۔ (۲) شاہ فارس خورس یون فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتین مجھے بخشین۔ اور مجھے حکم کیا کہ یروسلم کے بیچ جو یہوداہ مین ہے۔ اسکے لئے ایک مسکن بناؤن۔ (۳) پس اسکی ساری قوم مین سے تمہارے درمیان کون کون ہے۔؟ اسکا خدا اسکے ساتھ ہووے اور وہ یروسلم کو جو شہر یہوداہ ہے جاوے۔ اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بناوے (کہ وہی خدا ہے) جو یروسلم مین ہے۔ (۴) اور ہر ایک جو باقی رہا ہو ان سب مقامون سے جہان کہین وہ پردیسی ہوا ہو۔ سوا اسی مقام کے لوگ سونا چاندی سے اور مال مویشی سے اسکی مدد کرین اور اس کے سوا وہ خدا کے گھر کے لئے جو یروسلم مین ہے اپنے جی کی خواہش سے ہدیئے گذرانین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵) تب یہوداہ اور بنیامین ابوسے رئیس اور کاہن اور لاوی ان سبھون کے ساتھ جن کے
دلون کو خدا نے ابہارا اٹھے کہ جا کے یروسلم مین کا خدا گہر بنا دین ۔ (۶) اور ان سب نے جو
انکے پڑوس مین تہے چاندی کے برتن اور سونے اور اسباب اور مواشی اور قیمتی چیزون
سے ان کی دستگیری کی ۔ اسکے سوا اپنی خوشی سے ہدیئے دیئے ۔ (۷) اور خورس بادشاہ
نے بھی خداوند کے گہر کے ان برتنون کو جنہین بنوکد نضر (بخت نصر) یروسلم مین سے لے لیا گیا ۔
اور اپنے دیوتون کے گہر مین رکہا تہا ۔ نکال لایا ۔ ۸ ۔ اور شاہ فارس خورس نے اپنے خزانچی
متردات کے ہاتھ سے نکلوایا اور اسنے انہین یہوداہ کے امیر شیش بضر کو گنوا دیا ۔ (پہر انکی
تعداد بیان کی) اور اسکے باب ۲ مین ان لوگون کی تفصیلی فہرست لکھی جسکو شاہ بابل بخت
نصر قید کرکے لے گیا تہا ۔ اور وہ اس بادشاہ فارس کے زمانہ مین یروسلم کو واپس آئے ۔ اور
اخیر مین اسکی میزان بتالیس ہزار تین سو ساٹھ بتائی ۴۲۳۶۰ ۔ پہر باب ۳ ۔ آیت ۸ مین بیان کیا
ہے کہ پہر خدا کے گہر کو یروسلم مین آ پہنچنے کے بعد دوسرے مہینے مین ۸ زرو بابل بن سیالتئیل
اور یشوع بن یوصدق اور اس کے باقی بھائی کاہنون اور لاویون نے اور سب نے جو اسیری سے
رہائی پاکے یروسلم کو آئے تہے ۔ شروع کیا ۔ ۱۲ ۔ لیکن بہت لوگ ان کاہنون اور لاویون
اور ابوئی رئیسون مین سے جو بوڑہے تہے جنہون نے اس گہر کو دیکہا تہا ۔ جب اس گہر کی
بنیاد ان کے دیکہنے مین ڈالی گئی تو وہ بڑی آواز سے چلا کے رونے لگے لیکن بہتیری خوشی سے
للکارے ۔ پہر باب ۴ مین بیان کیا ہے کہ جب یہوداہ اور بنیامین کے دشمنون نے شنا
کہ وے جو اسیر ہوئے تہے ۔ خداوند اسرائیل کے خدا کی ہیکل کو بناتے ہین ۔ تو وے زرو بابل
اور ابوی رئیسون کے پاس آئے اور انہین کہا کہ ہمین بہی اپنے ساتھ تعمیر کرنے دو ۔ انہون
نے انکار کیا ۔ تو ان دشمنون نے بادشاہ ارتخششتا* کے پاس اس مضمون کی عرضی بہیجی کہ ہمی

* ناسخ التواریخ مین کہا ہے کہ بیبل مین اسی کورش یا خورس کو ارتخششتا کہا گیا ہے
مگر عزرا کی کتاب کے باب ۴ آیت ۷ سے معلوم ہوتا ہے ارتخششتا کوئی اور ہے +

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہوداہ اس شہر اور گہر کو بنائین گے - تو یہ سرکار کے باغی ہو جائین گے - اور مالگذاری ندین گے -
تب بادشاہ ڈر گیا - اور اس گہر کا کام دارا کی سلطنت کے دوسرے برس تک موقوف رہا -
پہر باب ۵ مین کہا ہے کہ حجی نبی اور زکریا ہ بن عید وکی نبوت (یعنے ہدایت) سے زروبابل
اور یشوع اُٹھے - اور خدا کے گہر کو یروسلم مین بنانے لگے اور دارا بادشاہ کے سخت اور
تاکیدی حکم سے وہ گہر بنا اور اُس بادشاہ کی سلطنت کے چھٹوین سال تیار ہوا - پہر باب ۷
مین بیان کیا کہ (۹) ارتخشستا بادشاہ کی سلطنت کے ساتوین برس حضرت عزرا (عزیر) یروسلم
مین آئے - اور بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا انکو عطا ہوا - (۲۵) اے عزیرا کہ تو اپنے خدا
کی اس دانش کے مطابق جو تجھے عنایت ہوئی ہے حاکمون اور قاضیون کو مقرر کر کہ نہر کے
پار سب لوگون کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہین انصاف کرین اور تم انکو جو نہ جانتے
ہون سکہلاؤ - (۲۶) اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نکریگا -
اسپر فی الفور سزا کا حکم کیا جاویگا - خواہ وہ قتل کا یا دیس سے نکلنے کا یا مال کی ضبطی کا یا قید
ہو ان آیات مین صاف وتصریح کے ساتہہ بیان ہوا - کہ پیشگوئی یرمیاہ کی حضرت مسیح سے پیشتر
خورس بادشاہ کے عہد مین پوری ہو گئی - اور یہوداہ کو نجات اور اسرائیل کو سلامتی حاصل
ہوئی - اور اُن مین صداقت عدالت حضرت عزیر کے یروسلم مین آنے کے بعد قائم ہو گئی ہے
اور اسی وقت مین یہود اہ صدقینو اکا کلمہ کہا گیا تھا - جو خدا تعالے عز وجلّ کی نسبت اور اسکے
حقین صادق آتا تھا - عیسائی بے انصافی کرتے ہین کہ اس کلمہ کو حضرت مسیح کے حقین قرار
دیتے ہین - اور جو اس کلمے کے ساتھ حالات وقت بیان ہوئی ہے انکا حضرت مسیح مین
پایا نہ جانا خیال مین نہین لاتے - اور انصاف کا خون کر رہے ہین

از انجملہ نمبر ۱ تمام کتاب یسعیاہ کا باب ۹ - آیت ۶ و ۷ ہے جسمین یہہ بیان ہے
کہ وہ جو بیٹا ہمکو بخشتا ہے اور فرزند تولد ہوتا ہے وہ ان خطابون سے مزین ہے - خدائے
قادر، ابدیت، ابدیت شاہ سلامت مشیر عجوبہ تخت داودی پر آنے والا جسکی سلطنت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زوال کبھی نہوگا۔ یہ چار اول آتہم کے منقولہ الفاظ ہین۔ اصل کتاب اُردو یسعیاہ کے باب ۹ میں الفاظ بھی ہین۔ اسکی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہوگی۔ اس پیشگوئی کو بھی حضرات عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر جماتے ہین۔ اور اس پیشگوئی کے اس مضمون کو کہ وہ لڑکا تخت داؤدی پر آنے والا ہے خیال مین نہین لاتے۔ اور یہہ نہین سوچتے کہ حضرت مسیح تو اپنی تمام عمر مین فقیر و بےنوا رہے بلکہ آپکے جد امجد یوکنیاہ مین بہو یقیم کی اولاد سے کوئی صاحب بھی تخت داؤدی پر نہین بیٹھے۔ پھر حضرت مسیح اسکے مصداق کیونکر ہوسکتے ہین۔ اور درحقیقت یہ پیشگوئی خرقیاہ بن آخز بادشاہ کے حقمین ہے۔ جو حضرت یسعیاہ کے وقت مین پوری ہوچکی ہے۔ عیسائیون نے اس پیشگوئی بیان مین اپنی قدیم سنت **تحریف** سے کام لیا ہے۔ اور اس پیشگوئی کے مصداق مین ایسی صفات والفاظ کو از خود ملا دیا ہے کہ ایک انسان بادشاہ پر صادق نہ آسکین وہ یہ چار الفاظ صفات ہین اول خدائے قادر دوم اب ابدیت سوم جسکی سلطنت کا کبھی زوال نہوگا یا وہ ابد تک رہیگی چہارم لا انتہا۔ مگر اے حضرات ناظرین یہ الفاظ عیسائیون کی تحریف کا نتیجہ ہے اور اصل پیشگوئی مین یہ الفاظ نہین کہے گئے۔ ہم اسمقام اصل عبارت عبرانی اس پیشگوئی کی نقل کرتے ہین۔ پھر ثابت کر دکھاتے ہین کہ یہ الفاظ و اوصاف تحریف سے ملائے گئے ہین۔ اور جو الفاظ اصل پیشگوئی مین ہین وہ خرقیاہ بادشاہ مین پائے جاتے ہین اور اس نظر سے وہ پیشگوئی ان کے حقمین صادق ہوچکی ہے۔ **اصل عبارت۔ عبرانی بخط عبرانی یہ ہے**

כי־ילד ילד־לנו בן נתן־לנו ותהי המשרה על־שכמו ויקרא
שמו פלא יועץ אל גבור אבי־עד שר־שלום׃ למרבה
המשרה ולשלום אין־קץ על־כסא דוד ועל־ממלכתו להכין
אתה ולסעדה במשפט ובצדקה מעתה ועד־עולם קנאת

عربی حروف مین اسکے الفاظ

كِي يِلِدْ يُلَّدْ لَانُوْبِيْن نِتَّنْ لَانُوْ وَتْهِي هَمِّسْرَاهْ عَلْ شِكْمُوْ وَيِقْرَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شِمُو فِلِے یُوعِیص اِیل گِبُوْد اَبِی عَدْ سَر شَالُوم لِیسَربہ ھَمِیسْرَہ وُلشَالُوم اِیْنْ قِیص عَلْ کِسّا دَاوُد وِعَلْ مَمْلَکِتُو لِهَاکِین آتَاہ وُلسَعَادَاہ بِمِشْپاط وَ بِصِدَاقَاہ مِیعَتَّاہ وِعَدْ عُولَام قِن ات

اس کا ترجمہ

ہمارے لئے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اوس کے کاندہے پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلائیگا عجیب مشیر پہلوان یا زور آور سردار اور اپنے وقت کے لوگون کا مربی اور سلامتی کا شہزادہ اس کا اقبال حکومت اور سلامتی طاقتور یا منقصد ہوگی۔ داؤد کے تخت اور اسکی مملکت پر وہ درستی سے سنبھالے گا عدالت اور صداقت سے آج سے مدت دراز تک قابض رہیگا

اس عبارت مین جو اس لڑکے کو عجیب اور سلامتی کا شہزادہ کہا گیا ہے۔ یہ حضرت زکریاہ پر اچھے طور پر صادق آچکا ہے چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے جو آپکے وقت میں وقوع میں آیا ہے اور وہ اسی کتاب یسعیاہ اور کتاب سلاطین و تواریخ سے نقل کیا جائیگا۔ یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ ایسا ہی پہلوان یا زور آور ہونا اور اپنی قوم کا مربی ہونا۔ اور اسکی سلطنت کا ایک مدت طویل تک جاری و قائم رہنا بھی اسپر صادق آچکا ہے۔ کتاب دوم تواریخ اور دوم سلاطین اسپر شاہد ہے۔ عیسائیون نے جو سچائی اُن الفاظ و صفات کے وہ چار لفظ اس پیشگوئی میں درج کئے ہیں اسمین انہون نے تحریف سے کام لیا ہے۔

انکا پہلا لفظ نتیجہ تحریف لفظ خدائے قادر ہے جس کو اونہون نے عبرانی لفظ אל גבור ایل گبور کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ اور اسمین تحریف معنوی سے کام لیا ہے یہان ایل گبور کا صحیح ترجمہ پہلوان یا زور آور یا سردار ہے عبرانی زبان میں لفظ אל ایل چار معنے میں استعمال ہوتا ہے (۱) زور (۲) زور آور (۳) اِلٰہ (۴) اللہ دیکھو لغات عبرانی پادری ولیم ہوپر پرنسپل ڈوینٹی کالج لاہور مطبوعہ الہ آباد مشن پریس صفحہ ۱۲ سطر ۱۲) اور لفظ גבור گبور تین معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ (۱) زور آور (۲) پہلوان (۳) سردار۔ (دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۵۹ سطر ۲۵) اور چونکہ اس پیشگوئی میں یہ الفاظ ایک لڑکے کے حق میں جو انسان سے تولد ہونیوالا تھا استعمال کیے گئے ہیں۔ لہذا ان الفاظ کے وہی معنی مناسب مقام و متعین ہیں جو انسان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پائے جاتے ہیں یعنے پہلوان یا زورآور یا سردار نہ وہ معنے جو خالق سے مخصوص ہیں یعنے اللہ یا الہٰ یا خدا ایسے معنے مخصوص بخدا تعالےٰ کو اس مقام میں مراد قرار دینا محض غلطی اور تحریف معنوی ہے۔

ان کا دوسرا تحریفی لفظ اب ابدیت ہے جسکو انہوں نے لفظ ابی عد کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اسمیں تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ اور درحقیقت ابی عد کا ترجمہ مناسب مقام "وقت کا باپ ہے" یعنے اپنے وقت کے لوگوں کا مربی۔

آب کے معنے عبرانی میں باپ کے ہیں جیسا کہ عربی میں اور بحالت اضافت یا ابی بولا جاتا ہے اور عد تین معنوں میں مستعمل ہو چکا ہے (۱) وقت (۲) ابد (۳) لوٹ (دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۷۸۱ سطر اول) و ازانجا کہ یہہ لفظ ایک انسان بادشاہ کے حقمیں مستعمل ہوا ہے لہذا اس کے معنے وہی اول مناسب مقام اور متعین ہیں۔ اور دوسرے معنے جو خدا سے مخصوص ہیں مراد ٹھیرانا تاجائز و تحریف معنوی ہے۔

انکا تیسرا لفظ نتیجہ تحریف لفظ انتہا نہ ہونے کا ہے جسکو انہوں نے این قیص کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اسمیں تحریف سے کام لیا ہے۔ اسمقام میں این کے معنے طاقتور کے ہیں (دیکھو صفحہ ۳۴ سطر ۲ لغات عبرانی ولیم ہوپر) اور قیص کا ترجمہ بقصد ہے دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۷۳۵ سطر ۹)

انکا چوتھا لفظ تحریف سلطنت کے لازوال یا ابدی ہونیکا ہے جسکو انہوں نے عد عولام کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ اور اسمیں تحریف معنوی سے کام لیا۔ اور درحقیقت اسکا ترجمہ مدت طویل ہے۔ عد کے معنے ابھی بیان ہو چکے ہیں اور عولام کے معنے بڑے مدت کے اس مقام کے مناسب ہیں (دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۲۹۰)۔

یہ اس پیشگوئی کے الفاظ کی تحقیق ہے جس سے یہ پیشگوئی شاہ حزقیاہ کے حقمیں صادق آسکتی ہے اب اسی کتاب یسعیاہ اور سلاطین اور تواریخ سے بھی پیشگوئی کا شاہ حزقیاہ پر صادق آنا ثابت کیا جاتا ہے۔

پس اولاً یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس باب نہم کتاب یسعیاہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس سے پہلے آٹھویں باب آیت ۸ میں شاہ اسور کے چڑھائی کرنے اور لوگوں کے تنگی و تاریکی میں پڑ جانے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیشگوئی کیگئی ہے۔ پھر باب نہم مین اس تنگی وتاریکی کے دور ہوجانے کی بشارت کے ضمن میں اس
اس لڑکے کی پیشگوئی کیگئی ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لڑکا وہی ہے جسکے وقت
اور عہد حکومت وسلطنت مین وہ تاریکی دور ہوجائیگی جو شاہ اسور کی چڑہائی سے پیدا ہوگی۔

اب یہہ دیکہنا چاہیئے کہ بیبل کی شہادت سے وہ کون لڑکا ہے جسکے وقت اور عہد
سلطنت مین وہ تنگی وتاریکی دور ہوئی ہے۔ سو شاہ حزقیاہ ہے۔ جو اس پیشگوئی کے بعد تخت داؤدی
پر تخت نشین ہوا۔ اور اسکی سلطنت کے چودہوین برس کے سنحاریب (جسکو بیبل مین سنحیرب کہا گیا
ہے) نے یہوداہ کے شہر ون پر چڑہائی کی جس سے تمام یہوداہ پر تنگی وتاریکی چھاگئی تب حزقیاہ
کی دعا سے لشکر سنحاریب پر یہہ آفت آئی کہ خدا کے فرشتے نے ان کے بڑے بڑے بہادرون
اور سرداروں اور رئیسون کو فناہ کیا۔ ایک شب مین ایک لاکہہ پچاسی ہزار (۱۸۵۰۰۰) آدمیون کو واصل
جہنم کیا۔ یہ عجیب وغریب فتح وسلامتی ہوئی جسکے سبب سے حزقیاہ نے سلامتی اور عجیب کہلایا ہے
اب ہم اپنے بیان کی تصدیق کے لئے بیبل کی عبارات نقل کرتے ہین۔

یسعیاہ باب ۸ آیت ۷ مین کہا ہے۔ اب دیکہہ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب
کو یعنے شاہ اسور اور اسکی ساری شوکت کو انپر چڑہا لائیگا۔ ۲۱ تب وے سخت حال اور
بہوکے ہوکے سرزمین مین گذرینگے۔ اور ایسا ہوگا کہ جب وہ بہوکے ہون۔ تو وے اپنی جان سے
بیزار ہونگے۔ اور اپنے بادشاہ اور خدا پر لعنت کرین گے۔ اور وے اوپر تاکینگے۔ ۲۲۔ پہر زمین
کی طرف گہورینگے۔ اور کیا دیکہتے ہین تنگی اور تاریکی کو کہ وہ سیاستنہی سے تاریک ہوجائیگی
اور تیرگی مین کہدیڑی جائینگی۔ پہر اسکے باب ۹ مین کہاہے۔ لیکن تیرگی وہان نہ رہے گی۔ ۲۔
وے لوگ جو تاریکی مین چلتے تہے۔ بڑی روشنی دیکہتے۔ اور انپر جو موت کے سایہ کے ملک
مین رہتے تہے نور چمکتا۔ اسکے بعد آیت ۶ مین اس لڑکے کی وہ پیشگوئی ہے جسکو عیسائی مسیح
کے حق مین لگاتے ہین۔

پہر اسکے باب ۱۰ آیت ۱۲ مین شاہ اسور کی گستاخی پر سزایابی کی پیشگوئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر اسکے باب ۲۰ - آیت ۴ مین مصریون کے شاہ اسور کے قید مین آجانے کا ذکر ہے -
پھر اسکے باب ۳۱ - آیت ۸ مین اسوری کے گرجانیکی پیشگوئی ہے - پھر اسکے باب ۳۶
مین کہا ہے اور خزقیاہ بادشاہ کی سلطنت کے چودہوین سال یون ہوا - کہ شاہ اسور سنحیرب
یہوداہ کے سب حصین شہرون پر چڑہا - اور انہین لے لیا - ۲ اور شاہ اسور نے ربساقی
کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ لکیس سے خزقیاہ کے پاس یروسلم کو بہیجا - (۳) تب الیاقیم
بن خلقیاہ جو گہر کا مختار تہا - اور شبنہ منصدی اور محاسب یواخ بن آسف نکلکے اس پاس آئے
(۴) اور ربساقی نے انہین کہا تم تو خزقیاہ سے یہ کہو بادشاہ عظیم اسور کا بادشاہ یون
فرماتا ہے - وہ کون سی امید ہے جسپے تو ایسا تکیہ رکہتا ہے - (۵) ہم مین لیکن فقط مُنہہ کی
بات ہے مصلحت اور جنگ کی قوت موجود ہے سو اب تو کس پر اعتماد کرتا ہے - جو
تونے مجھہ سے سرکشی کی - (۶) دیکہہ تجھے اس ٹوٹی ہوئی چہڑی یہ مصر کے نل پر بہروسا ہے -
(۱۴) خزقیاہ تمہین فریب دینے نہ پاوے جو کہتا ہے کہ خداوند ہمکو چہڑا دیگا - بہلا کیا گروہون
کے معبودون مین سے کسی نے بہی اپنی سرزمین کو اسور کے بادشاہ کے ہاتھہ سے
بچایا ہے - ۱۹ - حمایت رورارفاد کے معبود کہان ہین - سفروایم کے معبود کہان ہین -
کیا انہون نے سمرون کا ملک میرے ہاتھہ سے بچالیا - ان سارے ملکون کے معبودون
کے درمیان وہ کون ہے - جسنے اپنا ملک میرے ہاتھہ سے بچایا - جو خداوند بہی یروسلم کو
میرے ہاتھہ سے بچا دیگا - ۲۲ - الیاقیم اور شبنہ اور یواخ خزقیاہ کے پاس آئے - اور اپنے
کپڑے چاک کئے ہوئے ربساقی کی باتین اس سے بیان کین پہر باب ۳۷ مین کہا اور
ایسا ہوا کہ خزقیاہ بادشاہ نے یہ سن کے اپنے کپڑے پہاڑے - اور ٹاٹ اوڑہا اور خداوند کے
گہر مین گیا - ۲ - اور اس نے الیاقیم اور شبنہ اور کاہنون کے بزرگون کو ٹاٹ اوڑہا کے یسعیاہ
بن اموص کے پاس بہیجا - ۳ - اور انہون نے اس سے کہا کہ خزقیاہ یون کہتا کہ آجکا دن دُکہہ
اور ملامت اور تہمت کا دن ہے - (۴) شاید کہ خداوند تیرا خدا ربساقی کی سب باتین سُنیگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے اوس کے صاحب شاہ اسور نے بہیجا ہے کہ خدائے حی کی تحقیر کرین۔ اور ان باتون کے سبب جو خداوند میرے خدا نے سنی ہین۔ تنبیہ دیگا۔ پس تو ان باقیون کے واسطے خدا سے دعا مانگ۔ (۵) پس شاہ خزقیاہ کے ملازم یسعیاہ کے پاس آئے تب یسعیاہ نے انہیں فرمایا تم اپنے آقا سے کہو خداوند یون فرماتا ہے کہ تو ان باتون سے جنہین شاہ اسور کے جوانون نے کہکر میری تکفیر* کی ہراسان مت ہو۔ دیکھ مین اسمین روح ڈالونگا۔ وہ ایک افواہ سنکے اپنی مملکت کو پہر جائیگا۔ اور مین اسے اس ہی کی زمین مین تلوار سے مروا ڈالونگا۔ پہر اس باب کے آیت ۱۱ وغیرہ مین بیان کیا ہے۔ کہ شاہ اسور نے پہر خزقیاہ کو دہمکایا۔ اور ڈرایا۔ پہر آیت ۱۴ مین بیان کیا ہے کہ خزقیاہ نے خدا سے دعا مانگی کہ اے خداوند ہمکو اسور کے ہاتھ سے بچالے۔ پہر آیت ۲۱ مین کہا ہے کہ حضرت یسعیاہ نے خزقیاہ کو کہلا بہیجا کہ خدا تعالے نے تیری سن لی۔ ۳۳ سو خداوند شاہ اسور کے حق مین یون فرماتا ہے کہ وہ اس شہر مین نہ آئیگا۔ نہ اس کے اندر تیر چلا دیگا۔ بلکہ جس راہ سے ۳۴ آیا ہے۔ اسی راہ سے پہر جائیگا۔ ۳۶۔ پس خداوند کے ایک فرشتے نے جاکے اسوریون کے لشکرگاہ مین ایک لاکہ پچاسی ہزار آدمی جان سے مارے اور جب لوگ صبح سویرے اُٹھے تو دیکھو کہ وہ سب مرے پڑے تھے۔ ۳۷ تب سنخیرب شاہ اسور نے کوچ کیا اور چلا گیا۔ اور پہر گیا۔ اور نینواہ مین آرہا۔ ۳۸ اور ایسا ہوا کہ جس وقت وہ اپنے معبود نسروک کے گہر مین پوجا کرتا تہا۔ ادرملک اور سراضر اسکے بیٹون نے اسے تلوار سے قتل کیا۔ اور وے بہاگ کر اراراط کی سرزمین کو گئے۔ اور اسکا بیٹا اسرحدون اسکی جگہہ بادشاہ ہوا۔

ایسا ہی دوم تواریخ کے باب ۳۱ و ۳۲ مین۔ اور دوم سلاطین کے باب ۱۸ و ۱۹ مین بیان ہوا ہے۔ ان کتابون کے ان بیانات سے صاف اور یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جسکی پیشگوئی یسعیاہ باب ۹ مین ہوئی ہے۔ وہی شاہ خزقیاہ ہے جسکی دعا سے

* اصل کتاب اردو متن یون ہے۔ مگر یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح لفظ تحقیر ہے جو آیت ۴ مین گذرا

© rasailojaraid.com

خدا تعالیٰ نے شاہ اسور کے لشکر مین ایک لاکھ پچاس ہزار کی جان ایک رات مین لے لی اور اس سے شاہ اسور کو ہزیمت اور شاہ حزقیاہ کو عجیب فتح نصیب ہوئی - اور وہ پیشگوئی اس وقت پوری ہو گئی - حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ کسی طرح نہین ہو سکتی - عیسائی ظلماً و ناانصافی کرتے ہین کہ اس پیشگوئی کو ناحق و بلا وجہ حضرت عیسیٰ پر جماتے ہین -

وازانجملہ چوتھا مقام یسعیاہ باب ۷ آیت ۱۴ اور باب ۸ آیت ۱۰ مین ہے جسکو عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء بضمن ایک فہرست کے پیش کیا ہے - جسکا مضمون ڈپٹی آتھم نے یون بیان کیا ہے - "دیکھو کنواری حاملہ ہوگی - اور بیٹا جنے گی - اور اسکا نام ایمانوئیل کہینگے تم منصوبہ باندہو پر وہ باطل ہوگا - حکم سناؤ پر وہ ٹہیرینگا - کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے - اس جگہ لفظ ایمانوئیل ہے" - اس پیشگوئی حضرت یسعیاہ کو بہی عیسائی زبردستی اور دہینگا دہینگی سے حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہین - اور اس پیشگوئی کے مضمون اور متعلقات سے آنکہہ بند کرکے اپنے آپکو بے انصاف بناتے ہین - اور درحقیقت یہہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ کی خود انہی کے وقت مین پوری ہو گئی - شاہ آحاس بن یوتام (جسکو بیبل مین آخر مین یوتام کہا گیا ہے) کے دشمنون شاہ ارام رضین وغیرہ نے اسپر چڑہائی کی تو اس سے آحاس ڈر گیا - تب حضرت یسعیاہ نے اسکو بشارت دی - اور یہہ پیشگوئی کی کہ ایک جوان عورت لڑکا جنے گی - جس کا نام وہ خود عمانوائیل رکہیگی - وہ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچیگا کہ وہ زمین ان بادشاہون سے جو اسپر چڑہائی کرتے ہین - چہوڑائی جائیگی - اور ایسا ہی وقوع مین آگیا وہ لڑکا شاہ آحاس کے وقت مین پیدا ہوا - اور اسی وقت شاہ آحاس کے مخالفان کو نیست و نابود کیا گیا - یہہ بات اسی کتاب یسعیاہ کے باب ۷ وغیرہ اور کتاب سلاطین دوم کے باب ۱۶ وغیرہ مین بتفصیل مذکور ہے - مگر حضرات عیسائی اس تفصیل سے آنکہہ بند کرکے اس پیشگوئی کو حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہین - اور اس مین اپنی سنت قدیم تحریف سے بہی کام لے چکے ہین کہ جوان عورت کی جگہہ کنواری عورت بنادیا - اور بجائے اس فقرہ کے اسکے لڑکے کی والدہ

© rasailojaraid.com

اسکا نام عمانوائیل رکھیگی - یہہ فقرہ گھڑ لیا - کہ لوگ اسکا نام عمانوائیل رکھینگے - ہم اس مقام مین پہلے یسعیاہ باب ۷ کی عبرانی عبارت نقل کرتے ہین - جس سے ان حضرات کی تحریف ثابت ہو - پھر وہ تفصیل نقل کرین گے - جس سے ثابت ہو کہ یہہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ اور شاہ آحاس کے وقت مین پوری ہو گئی تھی -

اصل عبرانی عبارت بخط عبرانی یہہ ہے -

לָכֵן יִתֵּן אֲדֹנָי הוּא לָכֶם אוֹת הִנֵּה הָעַלְמָה הָרָה וְיֹלֶדֶת
בֵּן וְקָרָאת שְׁמוֹ עִמָּנוּ אֵל

حروف عربی مین — لٰکین یِتِّین اَدُونَائی ھُوا لکِمْ اَوث
ھِنہ ھا عَلمَاہْ ھَارَاہْ وُیُلِدِثْ بِیْن وِقَارَاث شمُوْ
عِمَّانوئیل

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے باوجود اس کے خدا تمکو آپ نشان دیگا - دیکھو [illegible] علماہ یعنے جوان عورت حاملہ ہوگی (یا ہے - کیونکہ لفظ הָרָה ہاراہ جو علماہ کا فعل ہے حال و استقبال دونو معنے کے لئے آتا ہے) اور وہ بیٹا جنے گی اور وہ اُسکا نام عمانوائیل رکھیگی - וְקָרָאת שְׁמוֹ وقارات شمو کے یہی معنی ہیں - اور حرف ث بجائے تاء تانیث ہے) حضرات عیسائیوں نے اس عبارت کے ترجمہ میں دو تحریفیں کی ہیں - ایک یہہ کہ علماہ کا ترجمہ کنواری کیا - اور حالانکہ اسکا صحیح ترجمہ جوان عورت ہے - کنواری کو عبرانی میں בְּתוּלָה بتولہ کہتے ہیں - اور علماہ جوان عورت کو کہتے ہیں - خواہ کنواری ہو - خواہ بیاہی - کتاب مقدس میں جہاں لفظ کنواری کا موقع ہے - وہاں بھی لفظ بتولہ بولا گیا ہے دیکھو کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۱۶ - اور استثنا باب ۲۲ - آیت ۲۳ و ۲۸ - اور لغات عبرانی بھی اسپر شاہد ہے - دیکھو صفحہ ۵۷ سطر ۸ لغات عبرانی ولیم ہیبر - دوسری تحریف یہہ کہ وقارات شمو کا ترجمہ یہہ کیا - کہ اسکا نام عمانوائیل رکھیں گے - یعنے لوگ - حالانکہ وقارات مونث کا صیغہ ہے جسکی

صفحہ ۲۹۰ کتاب لیم ہیبر ملاحظہ کرو

© rasailojaraid.com

ضمیر اس کی والدہ کی طرف راجع ہے[ملہ]۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح کا نام عمانوائیل نہ انکی ماں نے رکھا ہے۔ اور نہ باپ نے بلکہ فرشتے نے اسکا نام یسوع بتایا اور وہی نام اسکی والدہ اور باپ نے اسکا رکھا۔ (دیکھو انجیل متی باب آیت ۲۱ و ۲۵) تو انہوں نے اس فقرہ یسعیاہ باب کی اقتباس میں تحریف و تصرف کر کے اسکا یوں بنا لیا۔ کہ اسکا نام عمانوائیل رکھیں گے۔ (یعنے لوگ) اور اسکو انجیل متی باب ۱۔ آیت ۲۳ میں درج کیا۔ یہ ان حضرات کی تحریف و تصرف کا بیان ہے۔ اب اس پیشگوئی کی تفصیل اسی کتاب یسعیاہ وغیرہ سے کیجاتی ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ وہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔

یسعیاہ کے باب ۷ کے شروع میں ہے۔ اور شاہ یہوداہ اخز بن یوتام بن عزیاہ کے عصر میں ایسا ہوا۔ کہ شاہ آرام رضین شاہ اسرائیل فقح بن رملیاہ کے ساتھ یروسلم پر لڑنے چڑھا۔ پر وہ فتحیاب نہ ہوا (۲) اسوقت داود کے گھرانے کو یہ خبر دی گئی کہ آرام۔ **افرائیم** کو ساتھ لے کے فوج بڑھاتا ہے۔ سو اوس کے دل اور ایسے لوگوں کے دلوں نے جنبش کھائی۔ جس طرح بن کے درخت اندھی سے جنبش کھاتے ہیں (۳) تب خداوند نے یسعیاہ کو حکم کیا۔ کہ تو اپنے بیٹے شیار یاشوب کو لے کے تالاب فراز کے دیواری نہر کے سرے پر جو رفوگروں کے میدان کے راہ میں ہے۔ آخز سے جا مل (۴) اور اسے کہہ خبردار ہو۔ اور بے قرار مت ہو۔ ارامی رضین اور رملیاہ کے بیٹے کے غصہ بھڑکنے سے مت ڈر۔ اور تیرا دل نہ گھبراوے (۵) ازبسکہ ارام اور افرائیم اور رملیا کا بیٹا تیرے برخلاف مشورہ کر کے کہتے ہیں۔ (۶) کہ آؤ ہم یہودا پر چڑھیں اور اسے اٹھا دیں۔ اور اپنے لئے اسے توڑ تاکریں۔ اور طابیل کے بیٹے کو اسکے درمیان تخت نشین کریں (۷) اسلئے خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے۔ کہ اس منصوبہ کو پائے داری نہیں۔ بلکہ ایسا نہ ہوگا (۸) کیونکہ ارام کا دار السلطنت دمشق ہی ہوگا۔ اور دمشق کا سردار رضین پینسٹھ [۶۵] برس کے اندر افرائیم ایسا کٹ جائیگا کہ قایم نہ رہیگا (۹) افرائیم کا بھی دار السلطنت سمرون ہی ہوگا۔ اور سمرون کا سردار رملیاہ کا بیٹا۔ اگر تم ایمان نہ

[ملہ] عیسائیوں کے ہاتھ میں جو اردو ترجمہ بیبل ہے اسمیں بھی ترجمہ برعایت ضمیر مؤنث "رکھیگی" کیا گیا ہے ۱۲+

© rasailojaraid.com

لاؤگے تو یقیناً قایم نہ رہو گے۔ (۱۰) پھر خداوند نے اخز سے خطاب کر کے کہا۔ (۱۱) خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔ خواہ نیچے زمین خواہ اوپر بلندی میں۔ (۱۲) پھر اخز نے کہا میں نہیں مانگنے کا۔ اور میں خداوند کو نہیں آزمانے کا۔ (۱۳) تب نبی نے کہا۔ اے داؤد کے خاندان اب تم سنو انسان کو تھکانا ہمارے آگے نہائت چھوٹی بات ہے۔ سو کیا تم میرے خدا کو بھی تھکاؤ گے؟ (۱۴) باوجود اسکے خداوند آپ تم کو نشان دیگا۔ (بے انصاف عیسائیو دیکھو اس نشان دکھانے کا کس کو وعدہ دیا گیا۔؟ کیا اسی بادشاہ خاندان داؤدی شاہ اخز احاس کو جو حضرت یسعیاہ کے وقت میں تھا۔ یہہ وعدہ نہیں دیا گیا)۔

دیکھو کنواری (یہہ عیسائیوں کی من گھڑت اور تحریف سے اصل میں جوان عورت کہا گیا ہے چنانچہ ثابت ہو چکا ہے) حاملہ ہو گی۔ اور بیٹا جنے گی اور اسکا نام امانوئیل رکھے گی۔ عیسائیو! (اس لفظ کو بھی دیکھو اور خیال کرو کہ تمنے اسکو کیا بنا لیا۔ اور بجائے اسکے انجیل میں یہہ داخل کر دیا کہ لوگ اسکا نام امانوئیل رکھیں گے)۔ (۱۵) وہ دہی و شہد کھاوے گا جس وقت وہ برا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے (۱۶) بلکہ اس سے آگے کہ یہہ لڑکا بد ترک کرنے کا اور نیک پسند کرنے کا امتیاز پاوے۔ یہہ زمین جسے تو برباد کرتا ہے اپنے دونوں بادشاہوں سے چھوڑ دی جاوے گی اُن آیات میں صاف تصریح ہے۔ کہ یہہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ نے شاہ احاس کی تسلی کے لئے کی تھی اور اوسکو بطور نشان نمائی یہہ بشارت دی تھی کہ ایک جوان عورت سے لڑکا پیدا ہو گا اور اوسکے زمانہ ہوش سنبھالنے سے پہلے تیری مخالف بادشاہوں کی بربادی ہو جاوے گی۔ لہذا یہ ضرور تھا۔ کہ وہ لڑکا اوس کے وقت میں پیدا ہوتا۔ اور اوس کے پیدا ہونیکے بعد اپنے مخالفوں کے بربادی کا مشاہدہ کر لیتا۔ اب رہا یہہ سوال وہ لڑکا کونسا تھا۔ سو اسکا جواب یہہ ہے۔ کہ یہودی جن کہتے ہیں وہ لڑکا حضرت یسعیاہ کے گھر میں نہیں کی جوان عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اور اوس پر وہ کتاب یسعیاہ کے باب ۸ آیت ایک وغیرہ سے دست آویز کرتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر خداوند نے مجھے کہا کہ ایک بڑی تختی لے اور آدمی کی قلم سے اوسپر لکھ مہیر شالال حاش بز کے لئے (۲) اور کہیں دیانت دار گواہوں یعنے عوریاہ کاہن اور زکریاہ بن یبرکیاہ کو مقرر کروں۔ (۳) اور میں نبیہ کے پاس گیا وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا کہ تو اسکا نام مہیر شالال حاش بز رکھ۔ (۴) کہ اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا۔ اے میرے باپ۔ اے میری ماں بول سکے دمشق کا مال اور سمرن کی لوٹ کو اٹھوا کے شاہ اسور کے حضور میں لیجاوینگے۔ (۵) اے قوموں دھوم مچاؤ پر تم ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ اور اے تم سب جو زمین کے دور اطراف میں ہو اُسے سُنو اپنی کمریں باندھو پر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کٹے جائیں گے۔ اپنی کمریں کسو پر تمہارے پُرزے پُرزے کئے جائینگے تم منصوبہ باندھو۔ پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سُناؤ پر وہ نہ ٹھیرے گا۔ کہ خداوند تمہارے ساتھ ہے"

یہ اخیر کا حملہ اس لڑکے کے دوسرے نام عمانوائیل کی طرف مشعر ہے۔ جیسا کہ اسکا پہلا نام مہیر شالال حاش بز ہے۔ اور **دوم تواریخ** کے باب ۲۸۔ اور **دوم سلاطین** کے باب ۱۶ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ احاس نے ارامی رضین اور شاہ اسرائیل سے تنگ ہو کر شاہ اسور کیطرف التجا کی اور اس سے مدد مانگی چاہی (تواریخ ۲ ۲۸/۱۶) تب شاہ اسور نے اوسکی بات مانی اور اُسنے دمشق پر لشکر کشی کر کے اُسے لے لیا۔ اور پھر وہاں کے لوگوں کو اسیر کر کے قید میں لایا۔ اور رضین کو قتل کیا۔ تب اخز بادشاہ شاہ اسور تگلت پلاسر کی ملاقات کو چلا۔ (سلاطین ۲ ۱۶/۹و۱۰ وغیرہ) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ شاہ احاس کے وقت میں پوری ہوگئی۔ اور وہ لڑکا وہی ہے۔ جو حضرت یسعیاہ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ عیسائی موعود لڑکا حضرت یسعیاہ کے لڑکے کو نہ مانیں تو وہ کوئی اور لڑکا تجویز کرلیں مگر وہ لڑکا ایسا ہونا چاہیئے جو حضرت یسعیاہ کے وقت اور شاہ احاس کے دشمنوں سے نجات پانے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو۔ کیونکہ حضرت یسعیاہ کے وقت اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے میں اونکو وہم مارنے اور انکار کی گنجایش نہیں ہے۔ لہذا اس لڑکے کا بھی اسوقت میں پیدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوجانا ضروری ہے۔ یہ جایز نہیں ہے کہ پیشگوئی نجات شاہ احاس تو اُسیوقت پوری ہوجاے اور وہ لڑکا جسکی پیدائش کو اس نجات کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح جو سات سو بیالیس ۷۴۲ برس کے بعد پیدا ہوے ہیں۔ عیسائیوں کی فہم و انصاف کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ ایسی موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔ اور زبردستی اس پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح کو بناتے ہیں۔

و از انجملہ پانچواں مقام یسعیاہ باب ۴۰۔ آیت ۳ ہے جسکو ڈپٹی آتھم نے اس پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں پیش کیا ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے۔ بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز۔ تم خداوند کی راہ درست کرو۔ اور اُسکے رستوں کو سیدھا بناؤ۔ اس پیشگوئی کو بھی حضرت عیسیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پیشگوئی بشہادت انجیل متی یوحنا بپتسما دینے والے مسیح کے حق میں ہے **متی باب ۳** میں آیت اسی ۳ تک کہا ہے ان دنوں یوحنا بپتسما دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہوکے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا توبہ کرو کیونکہ آسمانی کی بادشاہت نزدیک ہے۔ (۳) کہ یہ وہی ہے جسکا ذکر یسعیاہ نبی نے یہ کہکے کیا۔ کہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ کو درست کرو۔ اور اُسکے رستوں کو سیدھا بناؤ۔ ایسا ہی باقی انجیلوں مرقس لوقا۔ یوحنا میں ہے۔ افسوس عیسائی انجیلوں کو بھی توجہ سے نہیں دیکھتے۔ اور اسکے برخلاف عہد عتیق کی پیشگوئیوں کے بیجا تاویلیں کرکے اُنکو حضرت مسیح پر جماتے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے۔ کہ ایسی پیشگویاں مسیح کے حق میں تسلیم بھی کر لیجاویں تو بھی اُن سے اُن کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر ہم دعوے الوہیت مسیح کی تائید و ثبوت میں اون کو کیوں پیش کرتے ہیں۔

از انجملہ پانچواں مقام ملاکی باب ۳۔ آیت ۱ ہے۔ جسکو ڈپٹی عبداللہ نے اسی پرچہ ۲۵ مئی کی فہرست میں پیش کیا ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے" دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا"۔ اس پیشگوئی کو بھی حضرت مسیح کی الوہیت یا ابنیت جسکے ثبوت میں اسکو پیش کیا گیا ہے۔ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اسمیں مسیح کی بابت کچھ کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی صرف رسالت ثابت ہوتی ہے۔ نہ الوہیت۔ متی باب ۱۱۔ آیت ۱۰ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مرقس باب ۱ - آیت ۲ و ۳ میں اور لوقا باب ۷ - آیت ۲۶ وغیرہ میں ہے کہ مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے آپ پر اور یوحنا بپتسمادینے والے پر لگایا ہے اور یہ کہا ہے کہ پھر تم کیا دیکھنے کو گئے - کیا ایک نبی ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ نبی سے بڑا - (۲۷) یہہ وہی ہے جسکی بابت لکھا ہے - کہ دیکھ مین اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہون - جو تیری راہ کو درست کریگا - (۲۸) کیونکہ میں تمسے کہتا ہون - کہ ان میں سے جو عورتون سے پیدا ہوتے ہیں - یوحنا بپتسمادینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہین ہوا - یہہ قول مسیح اگر عیسائیون کی من گھڑت نہین تو اس سے بجز اسکے اور کچھ ثابت نہین ہوتا - کہ حضرت عیسےٰ نے یوحنا کو اپنے پہلے آنے والا رسول اور اُن کی راہ درست کرنے والا کہا ہے - جس سے سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عیسے ہی اُنکے بعد آنے والے رسول ہیں - اور اگر عیسائی اسکے معنے یہہ سمجھتے ہیں کہ یوحنا حضرت عیسے کا رسول ہے - اور حضرت عیسے اوسکے بھیجنے والے خدا ہیں - تو یہہ انکی غلط فہمی یا بے انصافی ہے - حضرت عیسے نے تو اسی یوحنا سے بقول عیسائیوں کی بپتسما پایا اور اُنکے شاگرد و مرید ہوئے - اگر وہ خود خدا اور یوحنا کے بھیجنے والے ہوتے تو انکے مرید و شاگرد کیوں بنتے - ❊

از انجملہ چھٹا مقام کتاب پیدائش کا باب اول آیت ۲۶ - اور باب ۳ آیت ۲۲ ہے جنکو عبداللہ آتھم نے ۲۴ مئی کے پرچہ مین نقل کیاہے - اور اس میں یہہ بیان ہے کہ خداوند نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں (۱ - ۲۶) اور خداوند نے کہا ہے کہ "دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا" (۳ - ۲۲)

ڈپٹی آتھم نے پہلی آیت کی عبرانی عبارت اُردو حروف میں نقل کرکے اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے "کہا الوہیم خدا نے ہم بناویں آدم کو اوپر صورتوں اپنیوں کے اور اوپر شکلوں اپنیوں کے" اور یہہ خیال کیا کہ اس آیت میں لفظ الوہیم جمع کا لفظ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو خدا تعالے کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور یہہ خیال کیا کہ جن الفاظ کے معنے صور توں اور شکلوں کے کئے گئے ہیں یعنے لفظ (בצלמנו) اور لفظ کد موثینو (כדמותנו) وہ بھی جمع کے ہیں۔ ان تینوں الفاظ کا اطلاق خدائے واحد پر ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں باوجود وحدت کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپنے جمعیت لفظ الوہیم کی نسبت سرسید کا جواب نقل کیا ہے کہ لفظ الوہیم میں جمع تعظیمی ہے۔ یعنے نہ تعدادی۔ پھر اسکا یہ جواب دیا ہے کہ الوہیم خاص خدا تعالے کا نام ہے۔ اور اسماء خاص یا ناموں میں تعظیم کی نظر سے جمع نہیں بنائی جاتی۔ سید احمد خاں کو سید احمدان نہیں کہا جاتا۔

اور دوسری آیت کا صرف ایک لفظ عبرانی (کاحد ممنو) عربی حروف میں نقل کرکے اسکا ترجمہ کیا ہے "ہم میں سے ایک کی مانند" یعنے آدم نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اور یہ خیال کیا ہے کہ (ممنو) صیغہ متکلم مع الغیر ہے۔ یہہ لفظ خدا تعالے نے اپنے حق میں استعمال کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپنے اس خیال کے مخالف یہودیوں کا یہہ قول نقل کیا ہے کہ اس لفظ متکلم مع الغیر میں خدا تعالے نے فرشتوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور انکی نظر سے "ہم میں سے" کا لفظ بولا ہے پھر اسکے جواب میں کہا ہے کہ فرشتوں کا ذکر متن کتاب میں آگے پیچھے کہیں نہیں ہے پھر اس ضمیر متکلم مع الغیر کا رجوع فرشتوں کی طرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ذکر ہو تو بھی فرشتوں کا علم خدا کے علم کی مانند ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ کسبی ہے۔ جو انکو ناپاک کر دیتا ہے لہذا فرشتے اس لائق نہیں ہیں، کہ خدا اون کو اپنے ساتھ لے کر اون کی نظر سے لفظ "ہم میں سے" بولے۔

پھر آپنے سرسید سے نقل کیا ہے کہ لفظ "ممنو" متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمع غائب ہے اور اس سے مراد آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف کا ذکر متن کتاب میں تو درکنار جیالوجی یا اور سائنس میں بھی نہیں ہے۔

ہم نے ڈپٹی آتھم کی اس بحث کے جواب میں ایک ایسی تحریر کی تھی جس میں اصل عبرانی عبارت توریت اور عبرانی لغات و صرف نحو سے یہ ثابت کیا تھا کہ لفظ الوہیم (אלהים) ذات باری تعالے کا خاص نام نہیں بلکہ یہ وصفی اسم ہے جس کے معنے سردار یا زور آور کے ہیں۔ اور ان ہی معنے کے نظر سے جیسا کہ اس لفظ کا اطلاق خدا تعالے پر ہوا ہے ویسا ہی حضرت موسےٰ و ہارون۔ و حضرت عیسےٰ اور ایک فرشتے اور ایک بادشاہ کافر بخت نصر پر ہوا ہے (جن کی ذات میں کثرت کا خیال کسی کے دل میں نہیں گذرتا) اور اس پر آیات خروج ۷/۱ و ۲۲/۲۸ قاضی ۱۳/۲۲ و زبور ۸/۵ و ۹۷/۷ حزقیل ۲۱/۱۱ وغیرہ کا حوالہ دیا۔

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یعبلیمنو۔ اور کد موتہینو کے معنے جمع کے نہیں ہیں۔ بلکہ مفرد ہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ بیبل میں ان الفاظ کا ترجمہ "اپنی صورت اپنی مانند" کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ لفظ نعمنو (נעשה) توریت میں متکلم مع الغیر کے معنے میں کہیں نہیں آیا۔ جہاں لفظ وارد ہے وہاں واحد غائب کے معنے مراد ہیں۔

از انجملہ پیدائش ۲/۱۷ و ۳/۳ ہے جن میں اس لفظ کا اطلاق اس درخت پر ہوا ہے جسکے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔ ایسے اور بہت مقام ہیں جن کی تفصیل سے تطویل ہوتی ہے۔

عبرانی گرامر میں بھی اس لفظ کو ضمیر واحد مذکر غائب قرار دیا ہے۔ اور اس مقام میں جو لفظ "کاحد" (אחד) کا اس لفظ سے الحاق ہوا ہے اس سے بھی اوس کی جمعیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے معنے یکتا اور وحید کے گئے ہیں۔ اور اگر اس لفظ کو بقرینہ لفظ کاحد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمع تسلیم کرلیا جاوے تو بھی وہ لفظ جمع غائب کا صیغہ ہوگا نہ جمع متکلم کا و لہذا اس لفظ سے متکلم یعنے خدا تعالےٰ میں کثرت ثابت نہ ہوگی بلکہ اون غائب اشخاص کی جنکی نظر سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اور اگر اس لفظ کا توریت میں اور عبرانی زبان میں واحد و جمع غائب و متکلم سبھی معانی میں ستعمال تسلیم کیا جاوے تو بھی مقام متنازع فیہ میں اس لفظ کے بمعنے متکلم مع الغیر ہونے اور اس سے ذات خدا میں کثرت ثابت ہونے کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ ہے کیوں جائز نہیں کہ وہ لفظ اسمقام میں بمعنے واحد غائب مراد ہو۔ اور بفرض جمعیت کیوں جائز نہیں کہ وہ بمعنے جمع غائب ہو۔ اور بفرض جمع متکلم کیوں جائز نہیں کہ اسمیں خدا تعالےٰ اپنے ساتھ فرشتونکو شامل کرلیا ہو جیسا کہ یہودی کہتے ہیں۔ اور فرشتوں کا ذکر بھی متن کتاب میں موجود ہے۔ ان سب احتمالات کے ساتھ عیسائیونکا اس آیت سے استدلال بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال باطل ہے۔

ہماری اس تحریر کی ہنوز کاپی نہ لکھی گئی تھی کہ مسٹر اکبر مسیح آزاد توحیدی عیسائی کا رسالہ "الوہیم" چھپ کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ جسمیں ہماری تحریر کی اکثر پہلوؤں پر کافی بحث ہے دانا سمجا کہ وہ رسالہ عیسائیوں کی ایک عیسائی بہائی کی تالیف ہے۔ اور اسمیں عیسائیوں کے مستند اقوال سے استشہاد کیا گیا ہے جسنے عیسائیوں کا افہام یا افحام[1] بخوبی متصور ہے۔ اور ہماری تحریر کی عبرانی بحث سے ہمارے اکثر ناظرین کے عبرانی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے انکے دلچسپی کی امید کم ہے۔ لہذا ہم نے اپنی تحریر کی اشاعت کو ملتوی کرکے بجائے اسکے اس رسالہ کے انتخاب کو مناسب سمجھا۔ عیسائی صاحبان اس رسالہ کے دلائل اقوال کا کافی جواب دیکر اس رسالہ کے بیان کا ناکافی ہونا ثابت کرینگے۔ اور ہمارے ناظرین بھی ہماری عبرانی بحث سے دلچسپی کا اظہار کرینگے تو ہم اس تحریر کو شایع کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

[1] افحام حا حطی سے بمعنے ساکت و الزام دینے [illegible]

© rasailojaraid.com

انتخاب رسالہ الوہیم مسٹر اکبر مسیح

مسٹر آزاد اس رسالہ کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں (۳) الوہیم تثلیث کا نام نہیں مگر اس تثلیثی بحث کا صرف کوئی ایک پہلو مخدوش نہیں - بلکہ ہر پہلو ایسا ہی ضعیف ہے - پادری صاحب خدا کی اسمار جمع سے کثرت فی الوحدت نکالتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ کے اُن ناموں میں وحدت فی التثلیث و تثلیث فی التوحید پائی جاتی ہے" صفحہ ۴۲ کلمہ یم عبرانی میں حرف نشان جمع کا ہے نہ تعظیم کا بھی الوہیم میں بوجہ تثلیث فی التوحید کے یہ کلمہ آیا ہے" نکات اسلام احمدیہ ص۵۶ اب اگر خدا کو یہ اسم جمع اسلئے دیا گیا کہ اوسکی ذات واحد میں تین آقانیم یعنے تثلیث ہے - تو یہ جمع در اصل نہ جمع تعداد یہ ہے نہ تعظیمیہ بلکہ جمع تثلیثہ ہے - پس اگر تین آقانیم یعنے تثلیث کو یہ نام زیب دیتا ہے تو ضرور کسی ایک اقنوم کو جو تین اقنوم یعنے تثلیث نہیں بلکہ صرف اقنوم واحد ہے - یہ نام ہرگز زیب نہیں دیتا - مگر ہم دکھاتے ہیں کہ یہ نام مجرد ایک اقنوم کو بھی جس میں کوئی اقنوم نہیں ہے دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الوہیم اسم جمع کا استعمال خدائے واحد کے لئے باعتبار کثرت آقانیم نہیں آیا - ورنہ صرف اقنوم واحد کو الوہیم نہ کہتے - زبور

۲۹۹

ہیں) تو اس آیت میں - ای الوہیم تیرا تخت ابد تک ہے" اگر الوہیم بیٹے لو لیا او ربیا باعتقاد تمہارے شخص واحد ہے نہ مجموعہ اقانیم ثلثہ تو شخص واحد کے لئے الوہیم جمع کا استعمال ہونا دکھلا رہا ہے کہ وہ باعتبار کثرت اقانیم فی الوحدت نہیں استعمال ہوا - نہ

ف۵۱ دیکھو رسالہ تنقیح ص۱۵-۱۱۰ و تائید التنقیح ص۶۹-۸۶ ف۵۲ یعنی بنسبت آیت آئندہ جسمیں تخت کا ذکر ہے ۲۰

© rasailojaraid.com

یہاں نہ وہاں - کیونکہ اگر الوہیم تثلیت کو کہتے ہیں - تو پھر الوہیم باپ یا بیٹے کو علیحدہ علیحدہ
کیونکر کہہ سکتے ہیں اسی طرح موسی کو جو ایک ذات اور ایک شخص تھا - الوہیم کہا ہے - خروج
$\frac{4}{16}$ و $\frac{4}{1}$ گئوسالہ کو الوہیم کہا خروج $\frac{22}{31}$ دخمیا $\frac{9}{18}$ ایک فرشتے کو بھی کہا قاضی $\frac{3}{22}$

(۴) **الوھیم کیسے جمع ھے** - اوپر بتلایا گیا کہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب
کہتے ہیں کہ "عبرانی میں کلمہ یم صرف نشان جمع کا ہے نہ کہ تعظیم کا بھی" تو اب یہ انکے ذمہ رہا کہ
بتلا دیں کہ پھر کیوں شخص واحد موسے کو الوہیم کہا کیوں فقط اقنوم واحد باپ کو یا فقط بیٹے
کو ذکر دہ حوالہ بالا درست ہو الوہیم کہا کیوں واحد فرشتہ کو الوہیم کہا حال میں مسٹر آتھم
صاحب نے بحوالہ پادری عبد اللہ صاحب یہ فرمایا ہے کہ "عبرانی میں کسی قسم کی اسم میں
جمع تعظیمہ کبھی نہیں آتی" بحث توحید یہ و تثلیثیہ صفحہ ۸ پھر وہ بتا دیں کہ آقا کو آقاؤں اور
گھڑیال کو گھڑیالوں کیوں کہا جسکا ذکر ہم صفحہ ۹ میں کر آئے - اور سنئے ایوب کی کتاب باب
۴۰ آیت ۱۵ الخ میں بہیموت کا ذکر آیا - یہ بہیموت جمع ہے - اسکا مفرد بہیما بمعنے جانور
ہے - مگر اسکو بصیغہ جمع بلحاظ تفخیم کے بیان کیا - کیونکہ کوئی خاص نام اسکا عبرانی میں نہیں
تھا اور پھر اسکے لئے واحد فعل و ضمیر کو لائے ایک جگہ نہیں کئی جگہ اور اور دیکھئے فرعون
کو و فوطیفار کو اور یوسف کو بھی بصیغہ جمع خداوندوں کہا ہے شاہ مصر کا ساقی و نان پز
اپنے خداوند (خداوندوں) شاہ مصر کے مجرم ہوئے پیدائش $\frac{1}{40}$ فوطیفار کو جہاں بار بار
آقا لکھا ہے در اصل وہاں اصل میں آقاؤں ہے باب ۳۹ - ۲ - ۲۰ وہ شخص جو اوس
ملک کا مالک (مالکوں) ہے ہم سے سختی سے بولا باب ۴۲ - آیت ۳۰ و ۳۳ پر
بھی کہا جاتا ہے کہ "عبرانی میں کسی قسم کی اسم میں جمع تعظیمہ کبھی نہیں آتے" ضرور آئی ہے
کتاب امثال سلیمان باب اول آیت ۲۰ میں ہے - دانائی سڑک پر ہو کر بلاتی ہے
لفظ دانائی جسکے لئے افعال وغیرہ بصیغہ واحد آئے ہیں - اصل میں بصیغہ جمع دانایون
ہے چنانچہ اٹھویا مرد و رشن انگریزی میں لفظ دانائی پر یہ حاشیہ دیا ہوا ہے "عبرانی

یہ جو صفحہ ۲۹۶ ... [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دانا یوں ہے بمعنی عمدہ دانائی" دیکھئے اسم واحد کو تعظیماً بصیغہ جمع لکھا مگر پھر بھی کہا جاتا ہے[۵]
کہ "عبرانی میں کسی قسم کے اسم میں جمع تعظیمہ کبھی نہیں آئی" آگے ہم کسی بڑے عبرانی صرفی ونحوی
کو بھی پیش کر دینگے کہ عبرانی میں جمع تعظیمہ ضرور آتی ہے"

پھر مسٹر آزاد رسالہ الوہیم کے صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں (۶) الوہیم جمع تعظیمہ مسٹر آتھم صاحب
ان لوگوں کا قول قبول نہیں کرتے جو الوہیم کو جمع تعظیمہ قرار دیتے ہیں۔ اور فرماتے
ہیں کہ جو لوگ الوہیم کو بجائے جمع تعدادیہ کے جمع تعظیمہ قرار دیتے ہیں یہ بھول جاتے
ہیں کہ اسمائے خاص میں تعظیم وتذلیل کبھی اور کہیں مربوط نہیں ہوئی۔ ایل اسم واحد خاص
خدائے تعالے کا ہے۔ اور اس کی جمع الوہیم ہے" بحث مابین توحید یہ وتثلیثیہ
صفحہ ۷۔ ایل کو اسم خاص تصور کرنا خطا ہے۔ "ایل اسم نکرہ ہے" اسکے معنے قوی مضبوط
ہیں .... عبرانی میں یہ اپنے عام یعنے قوی یا بہادر کے معنوں میں خدا کے لئے بھی
آیا ہے" پروفیسر میکشن ملر مسیح عمانوئیل ص ۲۶ و ۲۷ پس ایل معرفہ نہیں یہ امر
سے بھی ثابت ہے کہ اسکی جمع کرلیجاتی ہے۔ اسم نکرہ کی جمع ہوتی ہے۔ معرفہ کی نہیں۔
چنانچہ اس لفظ کا استعمال عام ہے خاص خدا کے لئے مخصوص نہیں دیکھو رسالہ تنقیح ص ۱۰۷
پس اسم عام میں تعظیم وتذلیل ضرور مربوط ہے[۱]۔ لہذا الوہیم کبھی تو جمع تعدادیہ ہوتا ہے۔ اور
کبھی جمع تعظیمہ پروفیسر میکشن ملر فرماتے ہیں کہ چاہیئے ان الوہیم کے نام جنکو
ابراہیم کے خاندان کے بیشمار جرگے پوجتے تھے کچھ ہی کیوں نہ ہوں ابراہیم نے یہ دیکھا
کہ ان تمام الوہیم سے مقصود خدا تھا۔ اور اس طرح یہ الوہیم جب ایک نام میں ہر شئے
جو کبھی الٰہی کہی گئی یا کہی جاسکتی ہے۔ ایک خاص نام بن گیا جس سے عمدگی کے ساتھ

---

[۱] قرآن نے وحدت الٰہی کی موسوی تعلیم کو پوری طرح اختیار کرکے جابجا جمع تعظیمہ کا استعمال بھی کیا ہی سورہ
واقعہ میں کئی مقاموں پر اسم نکرہ کی جمع تعظیمی کی لفظی رعایت آئی ہے جیسے ام نحن الخالقون ہم ہیں پیدا کرنیوالے
جسکا مفہوم اس سے زیادہ نہیں کہ میں ہوں پیدا کرنے والا گو ہم بھی جمع ہے اور پیدا کرنے والا بھی - ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توحیدی زمانہ شروع کیا گیا۔ یہ تو جمع کا تھا۔ مگر مفہوم واحد تھا۔ یہوواہ تمام الوہیم ہوا اسلئے کوئی دوسرا خدا نہ رہا۔"

پھر مسٹر آزاد اس رسالہ کے صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔ (۷) علماء تثلیثی کی رائے موید توحید محققین تثلیثی علماء پر بھی اس الوہیم والی بحث کا ضعف اور اوسکی بے ثباتی ظاہر ہو گئی۔ کیونکہ دراصل یہ بحث محض بوجہ ضعف شہادت کتابی موید مسئلہ تثلیث کے ایجاد کرنا پڑے کسی عبرانی نے تو آجتک اس الوہیم سے تثلیث کا مسئلہ اخذ نہیں کیا۔ اب بعض نامور تثلیثی علماء عبرانی دان کا فیصلہ اس بحث کی اسقام پر سنئے۔

کاڈینل کیجے ٹن۔ معروف فقیہہ رومن کتھولک اپنی تفسیر میں اقرار کرتا ہے "نہ بوجہ کسی اسرار اشخاص الٰہی کے بلکہ اسوجہ سے موسی اس اسم کو فعل پیدا کیا بصیغہ واحد سے ملحق کرتا ہے کہ الوہیم کا مفہوم واحد ہے۔"

شہرہ آفاق کارڈینل بیلبرمائن کہتا ہے کہ "بہ ثبوت مسئلہ تثلیث بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ نوشتہ میں اسم خدا بصیغہ جمع کو فعل واحد سے ملایا ہے۔ جیسے بارا الوہیم مگر میں اس دلیل کو مضبوط نہیں سمجھتا کیونکہ بمحاورہ کتاب مشہور اشخاص کے لئے اسماء بصیغہ جمع آتے ہیں گو کہ فعل اونکے لئے واحد ہی رہتا ہے۔ اس محاورہ کی کچھ تقلید ہم اہل اطالیہ بھی کرتے ہیں۔ جب معزز اشخاص کو ہم بجائے تو کے تم کہکر خطاب کرتے ہیں"۔ کارڈینل صاحب م۔ دلائل سے اپنے قول کی تائید و قول مخالف کی تردید فرماتے ہیں۔

پروٹسٹنٹ مصلحین میں سے جان کالون جو توحیدیوں کا دشمن جانی اور انکے سرغنہ عالم بے مثل فرشتہ سیرت مالکل سرویٹس کا قاتل تھا۔ اس دلیل کے ضعف کو یوں آشکار کرتا ہے کہ "موسی نے جو الوہیم اسم صیغہ جمع کو استعمال کیا اس سے ذات الٰہی میں اقانیم ثلثہ کا اخذ کرنا عام ہے۔ لیکن یہ ثبوت ایسے اہم مسئلہ کا میری رائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کسی طرح سے مضبوط نہیں اسلئے میں اس لفظ پر زور نہ دونگا بلکہ برخلاف اسکے اس قسم کی اینچ کھینچ کے تاویلات سے اپنے ناظرین کو متنبہ کرونگا۔"

چارلس روز ملر۔ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "الوہیم جو جمع ہے اسم الوہ کی جب ایک سچے خدا کے حق میں آتا ہے اوسکو مصنفان عہد عتیق بمعنے واحد لیتے ہیں کیونکہ زبان عبرانی کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر واحد شے کے لئے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث جب وہ عظیم اور نفیس ہو صیغہ جمع کا لایا جاتا ہے"۔

اسی طرح جان مائکیلس صاحب اپنی عبرانی لغت میں فرماتے ہیں کہ "میں سمجھتا ہوں کہ اسم الوہیم جو عموماً افعال وصفات واحد کے ساتھ ملحق کیا جاتا ہے جمع تعظیمیہ ہے۔ اور میں اس سے منکر ہوں کہ یہ کسی طور سے بھی اسرار تثلیث کی طرف اشارہ کرتا ہے اگرچہ لفظ پاک تثلیث پر دلالت کرتا تو اس سے یہ مستنبط ہوگا کہ وہ مسئلہ بوجہ روزمرہ استعمال زبان کے نئے عہدنامہ کی نسبت پرانے عہدنامہ میں بہت ہی زیادہ آشکارا تھا"۔ پروفیسر ولسن اپنی گرامر میں فرماتے ہیں کہ "وہ الفاظ جو دبدبہ شوکت وحشمت ظاہر کرتے ہیں عموماً بصیغہ جمع لائے جاتے ہیں"۔ پروفیسر اسٹوارٹ کی گرامر میں یہ مرقوم ہے کہ "بغرض تاکید عبرانی لوگ بہت سے الفاظ کو جو بمعنے خداوند وخدا وغیرہ تھے بصیغہ جمع مگر بمعنے واحد استعمال کرتے تھے۔ یہ جمع جمع تعظیمیہ کہلاتی ہے"۔ حال کے مشہور مفسر تثلیثی ڈاکٹر مارکس ڈاڈز۔ اپنی تفسیر پیدائش آیت اول میں لکھتے ہیں "لفظ خدا الوہیم گو بصیغہ جمع ہے ہمراہ فعل واحد کے آیا ہے۔ نہ تو اسلئے کہ وہ کثرت اقانیم پر شامل ہے اور نہ اسلئے کہ یہ لفظی یادگار معلومہ پرستش کثرت اللہ کا رہ گیا ہے۔ یہ محض جمع تعظیمیہ ہے (جیسے پادشاہوں کا ہم وغیرہ) یا شاید زیادہ صحت سے جمع مقداریہ (جیسے آسمانوں وسمندروں) جو مظہر بے انتہا بزرگی خدا کا ہے"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ کہنا بیجا نہیں کہ عام تثلیثی قیاس اس آیت پر اس درجہ پایہ تحقیق سے گراہوا ہے اوس کا منطق ایسا ضعیف وبے بنیاد ہے کہ زمانہ حال کے علماء تثلیثی نے اس کل بحث کو رکیک سمجھ لیا ہے۔ اور اون کو اوسکے دلیل پیش کرنے سے خود شرم آتی ہے بلکہ یہ کہنا حق ہے کہ کسی عالم نے اس روشنی کے زمانہ میں سنجیدگی کے ساتھ اسپر استدلال کرنے کی جرأت نہیں کی چنانچہ ڈاکٹر ولیم اسمتھ کی تاریخ عہد عتیق میں یوں رد ہوا ہے "الوہیم کا صیغہ جمع بڑی بحثیں اوٹھا چکا ہے وہ وسواسی قیاس کہ وہ ذات الٰہی کے آقانیم ثلثہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اب تو علماء کے درمیان کوئی حامی پاتا نہیں یا تو وہ جیسا کہ نحویوں کا قول ہے جمع تعظیمہ ہے۔ یا وہ الٰہی قدرت کی کمالیت یعنے اون قدرتوں کے مجموعہ کو ظاہر کرتا ہے جو خدا نے دکھلائیں"۔ لفظ "ایل کے معنی قدرت کے ہیں اور یہ مختصر لفظ بہادر یا زور آور شخص مثل بنوخد نضر (حزقیل ۳۱/۱۱) کے لئے استعمال ہوا ہے اور یہ مفہوم اسکا خود بخود قدرت کے معنے سے پیدا ہوتا ہے"۔ کتاب اول باب اول ح اشتی پس کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہمارے ہندی علماء یوروپی علماء کی تقلید میں اس وسواسی خیال کی حمایت کو ترک کردیں۔ اور مسئلہ تثلیث کے لئے کوئی اور پاٹے چوبین ایجاد کریں۔ اے ناظرین اسپر غور کرو کہ یہ تمہارے علمائے تثلیثی کے اقوال ہیں۔ ××××

پھر مسٹر آبزا د صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں (۸) قطعی دلیل کتاب سے اب ہم آپ کو ایک مختصر سی دلیل اس بات کی دیئے دیتے ہیں کہ الوہیم آقانیم ثلثہ کی نسبت نہیں بلکہ اقنوم واحد ہی کی نسبت بولا گیا ہے۔ اس دلیل کے لئے نہ آپ لغت عبرانی دیکھنے جاویں۔ اور نہ تفاسیر کا مطالعہ کریں صرف توریت کھول کر استثنار ۶/۴ کو دیکھیں اوس میں لکھا ہے "سن لے اے اسرائیل یہوواہ ہمارا الوہیم اکیلا یہوواہ ہے"۔ اکیلے یعنے واحد مطلق کو الوہیم کہا۔ اگر تثلیث کا لحاظ ہوتا تو یوں کہتے "یہوواہ ہمارا الوہیم تینکیلا یہوواہ ہے"۔ ؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر مسٹر آزاد صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں - اسم جمع پر تو بحث ہو چکی اب ضمیر جمع پر بھی بحث ہونا چاہیئے - اور ہم دیکھینگے آیا اوس سے کسی طرح مسئلہ کثرت فی الوحدت کو مدد پہنچ سکتی ہے - مسٹر عبدیاہ آتھم صاحب فرماتے ہیں " باب ۳ - آیت ۲۲ - کتاب پیدائیش میں لکھا ہے کہ " یہوواہ الوہیم نے کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کے مانند ہو گیا " اس میں کثرت فی الوحدت ایسی عیان ہے کہ تخالف اسکا بجز بطلان کے اور طرح پر محال ہے " بحث توحید و تثلیث صہ ایسا ہی کیلب صاحب فرماتے ہیں کہ " ہم کا لفظ احدیت میں کثرت پیدا کرتا ہے " صہ

(۱) تثلیثی تاویل مہمل - پس تثلیثی بھائیوں کے خیال کے مطابق گویا تثلیث کی تینوں آقانیم باہم ایک دوسرے کو مخاطب کر کے یوں کہتے ہیں کہ " دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک اقنوم کی مانند ہو گیا " اور یہہ خیال خود انہیں کے دایرہ تثلیثی میں بالکل باطل اور مہمل ہے - اسپر ایک اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ جب لفظ الوھیم جمع ہے اور تم اسکو تین آقانیم کے لئے موضوع سمجھتے ہو تو گویا تین آقانیم جنکو " یہوواہ الوہیم کہتے ہیں " - ملکر بولے " دیکھو " یعنے الوہیم نے کسی غیر الوہیم کو خطاب کیا جو ان تینوں آقانیم کے سوا ہے ہیں - پس لفظ ہم میں علاوہ تینوں آقانیم کے اور شخص بھی شریک ہو گئے جنکو الوہیم خطاب کرتا ہے اور یہ تمہارے دعوے کے خلاف ہے دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ جب تینوں آقانیم خدا سمجھے جاتے ہیں - آپس میں ہر طرح برابر تو آدم کسی ایک اقنوم کی مانند کیوں ہوا اگر ہوا تو تینوں آقانیم کے مانند ہوا - اور کہنا یوں چاہیئے تھا کہ " آدم ہم تینوں کے مانند ہوا " تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے آدم نیک و بد کی پہچان میں یہوواہ الوہیم یا اسکی کسی اقنوم مطرودمنہ کی مانند ہرگز نہیں ہوا - آدم مخلوق تہا - یہوواہ الوہیم اور اسکی آقانیم خالق - خالق کے علم اور مخلوق کے علم میں کوئی حقیقی مناسبت و مشابہت نہیں ہو سکتی - پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدم نے نیک وبد کی پہچان بدی کا تجربہ اوٹھا کر کی پہچان خدا کیلئے ناممکن ہے اسکی تقدس کی ضد ہو۔

(۲)* اگر اس آیت میں کثرت فی الوحدت کا اشارہ تسلیم بھی کر لیا جاوے تو وہ تثلیث کو فائدہ نہیں پہچاتا مطلق کثرت دو اور چار وغیرہ کو بھی شامل ہو خاص تثلیث کی مثبت نہیں ہو (۳) **الوہیم کس کو خطاب** کرتا ہے آیت کے الفاظ پر نگاہ رکھو یہوواہ الوہیم نے کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا"

یہوواہ الوہیم نے کہا۔ خود کو خود تو مخاطب نہیں کرتا۔ یہوواہ الوہیم نے کسی دوسرے سے کہا جو یہوواہ سے غیر تھا۔ جسنے کہا اون سے یہ خطاب ہوا۔ دیکھی پس خطاب کرنے والا یہوواہ الوہیم ہے۔ مگر جن سے خطاب کیا جاتا ہے وہ یہوواہ نہیں۔ بلکہ یہوواہ کے سوائے۔ اسوقت تک عہد عتیق نے ہم کو الوہیت کی آقانیم کے نام نہیں بتائے نہ اُنکے شمار گنائے نہ یہوواہ کے مخاطب کوئی دوسرے یہوواہ بتائے ہمکو صرف ایک ہی یہوواہ الوہیم کی خبر ہے جو کسی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ "دیکھو"

(۴) **فرشتے خدا کے ہمصحبت** ہم کو خدا کی کلام سے معلوم ہو چکا ہو کہ "جب خدا نے زمین کے کونے کا پتھر بٹھلایا سارے بنی اللہ خوشی سے للکارتے تھے" ایوب ۳۸/۷ یہ بنی اللہ فرشتے ہیں جو خدا کے ساتھ شامل ہیں اور یہ خدا کا رحم و محبت ہے کہ وہ اپنے مخلوقوں کو اپنی صحبت و معیت میں قبول کر کے آپکو اُنکے ساتھ ملا کر لفظ ہم بولنے میں تامل نہیں کرتا یہ نہایت ہی اوچھا خیال ہے کہ اسطرح کی صحبت و معیت سے خدا کی کسر شان ہوتی ہے بلکہ یہ تو عین اس کے شان کے شایاں ہے۔ کہ اوس کی شان جو کسی طرح گھٹ نہیں سکتی اس کی مخلوق کی شان کو بڑھاوے۔

پس ان کتابی خیالات کے مطابق آیت کا مفہوم یہ ہوتا ہے "یہوواہ الوہیم نے (فرشتوں سے) کہا دیکھو (تم اے فرشتو) انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا"

* فقرہ نمبر ۲ میں اختصار کیا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن تثلیثی خیال کے مطابق آیت اسطرح پڑہی جاوے گی۔

"یہوواہ الوہیم نے (اپنے اقانیم ثلثہ سے جو ہر ایک یہوواہ الوہیم خود تھا) کہا کہ دیکھو (اے اقانیم الوہیت) انسان نیک و بد کی پہچان ہم (آقانیم الوہیت) میں سے ایک (ایک اقنوم) کی مانند ہو گیا"

پہلی تفسیر وہ ہے جسکو تمام توریت دان مسیح کے زمانہ تک مانتے آئے ہیں دوسری وہ ہے جو صرف تثلیثی بھائیوں کے دماغ میں سمائی ہوئی ہے۔ کونسی تفسیر درست ہے اب پڑہنے والا خود غور کرے۔

(۵) توحیدی تفسیر پر پہلا **اعتراض** آتھم صاحب ہماری تفسیر پر اعتراض فرماتے ہیں جس کو انہوں نے اپنے خط مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۹۳ء[1] میں مجھ پر یوں ظاہر فرمایا ہے "بعض یہود نے جو اوسکی شرح یوں کی کہ اسم ضمیر ہم میں ساتھ خدا کے فرشتے بھی فرشتے شامل ہیں نادرست مطلق ہے اول اسلئے کہ متن کلام کہیں آگے پیچھے اون فرشتوں کو نہیں دکھلاتا جو مرجع اس ضمیر کا ٹھرائے جائیں اور بد دن نشان وہی اپنی مرجوع کی اسم ضمیر خبط پیدا کرتا ہے اور کلام کو مبہم ٹھہراتا ہے"۔

جواب اسکا یہ ہے کہ متن کلام آگے پیچھے اُن فرشتوں کو دکھلاتا ہے۔ جو مرجع اس ضمیر کا ٹھرائی جاویں اول تو آیت ہی میں خطاب کرنے والا الگ ہے۔ اور جنے خطاب کیا جاتا ہے وہ الگ خطاب کرنے والا "یہوواہ الوہیم" ہے۔ جنسے خطاب کیا جاتا ہے وہ سوائے یہوواہ الوہیم کے کوئی ہیں جن کو ہم فرشتے کہ رہے ہیں۔ مگر بہر حال وہ یہوواہ الوہیم خود نہیں ہو سکتے۔ اور خطاب بھی بہت ہی تاکیدی ہے۔ **دیکھو** جس نے خطاب کرنے والے ہیں اور جنسے خطاب کیا جاتا ہے اونکے درمیان غیریت کی صراحت ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ تو مطلب میں خبط پیدا ہوتا ہے نہ کلام مبہم ٹھراتا ہے۔ بلکہ خبط پیدا

[1] دیکھو ضمیمہ اول (یعنے رسالہ اذہم کا ضمیمہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والی تثلیثی تفسیر ٹھرتی ہے۔ دویمؔ فرشتوں کا خدا کی صحبت و معیت میں ہونا ایک کتابی حقیقت ہے چنانچہ پیدائش ۲۸/۱۲ و ۱۳ میں یعقوب کے رویہ کے بیان میں ایک سیڑہی کا ذکر ہے۔ خدا کے فرشتے اوسپر سے چڑہتے اوترتے ہیں اور خداوند اوسکے اوپر کھڑا ہے۔ اور ایوب ۱/۶ میں لکھا ہے کہ بنی اللہ یعنے فرشتگان آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں پس خدا کے ساتھ فرشتوں کی معیت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ لہذا اس آیت کا مفہوم اس سے بہتر کوئی نہیں کہ خدا نے انسے خطاب کیا اور اون کو اپنے صحبت میں قبول کرکے اپنے اور اُنکے لئے لفظ ہم کا استعمال کیا۔ اور پیدائش ۱۱/۷ و یشعیا ۶/۸ جنکا ذکر آگے آوے گا اوسی کی نظریں ہیں۔

(۶) توحیدی تفسیر پر دوسرا اعتراض۔ دوسرا اعتراض ہماری تفسیر پر آتہم صاحب کا یہ ہے۔

"دویم وہ فرشتے مفروضہ علم بدی کا ازلی رکھتے ہیں یا کسبی۔ اگر کہو ازلی رکھتے ہیں تو مخلوق کیونکر ٹھرے اگر کسبی تو صحبت اقدس الہی کے لایق کیونکر ٹھرسکے"۔

جواب۔ دراصل یہ اعتراض تثلیثی تفسیر پر بڑے زور کے ساتھ عائد ہوتا ہے آتہم صاحب نے غور نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہے کہ آدم نیک و بد کی پہچان میں اقانیم الہی کی مانند ہرگز نہیں بلکہ کسی اور ہستی کی مانند تھا کیونکہ آدم کو نیک و بد کی پہچان کا علم ازلی نہ تہا خدا کو ایسا علم ازلی ہے پس مشابہت کی وجہ زائل ہوجاتی ہے۔ پہر آدم کو یہ علم کسبی بھی ہوا۔ خدا کو یہ علم ممکن نہیں وہ قدوس ہے یہاں بھی وجہ مشابہت زائل ہوتی ہے۔ مگر فرشتوں کے علم کی نسبت ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا فرشتوں کا علم ازلی تو نہیں مگر اسوجہ سے ضرور نہیں کہ پہر کسبی ہی ہو۔ کیونکہ فرشتوں کا علم (ما بستثنائے نافرمان فرشتوں کے) کسبی بھی نہیں مگر ایسا بھی علم ہوسکتا ہے جو نہ کسبی ہو اور نہ ازلی وہ علم حادث ہو بلا ذاتی تجربہ کے اور ایسا ہی علم فرشتوں کو نیکی و بدی کی پہچان کا ہے

© rasailojaraid.com

اور ایسا ہی آدم کو بھی قبل لغزش کے حاصل تھا۔ اور وجہ مشابہت علم محدود و حادث بھی ہے اور یہ مشابہت مخلوق کو مخلوق کے ساتھ حاصل ہے۔ نہ مخلوق کو خالق کے ساتھ آدم بھی مخلوق تھا فرشتے بھی۔

× × × × × × × × × × × × ×

(۷) سرسید احمد کی تاویل پر آتھم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"سر سید احمد خاں بہادر جو جملہ ممنو کے معنی بجائے ہم میں سے کے اون میں سے کرتے ہیں اور جو مرجع اون کا آدم سے پہلے طبقہ ماقبل آدم معروف کو بتاتے ہیں سو متن تو بر کنار وہ کہیں جیالوجی وکسی اور سائنس یا تواریخ میں بھی نہیں دکھلا سکتے"۔ میں از بیل سر سید کا وکیل تو نہیں مگر اون کی اس رائے کو آپ کے اقوال سے مقابلہ کرکے قابل توجہ ضرور جانتا ہوں۔ آپ نے بحث توحید و تثلیثہ میں فرمایا ہے کہ "جملہ کاحد ممنو کے معنی ان میں سے ایک بھی ہو سکتے ہیں" اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ کلمہ ممنو کے معنی ہم میں سے اور اون میں سے ہر دو ہو سکتے ہیں" صے۔ پس اگر آیت کے معنے یہ ہو جاویں جیسا کہ شاید سر سید قبول کرتے ہیں۔ اور آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "انسان نیک و بد کی پہچان میں اون میں سے ایک کے مانند ہو گیا"۔ تو گو سید صاحب نے اون کا مرجع ڈھونڈنے میں غلطی کی ہو میں آپکو اون کا مرجع ایسا بتا دوں گا کہ آپ کو دقت کوئی بھی باقی نہ رہے گی اون کا مرجع دراصل "آدم سے پہلے طبقہ ماقبل آدم معروف" نہیں کیونکہ ایسے آدم ہوئے کی خبر ہم کو نہیں مگر ہاں نافرمان فرشتوں کا ایک گروہ موجود تھا جو بتجربہ بدی کا کرکے مثل آدم کے نیک و بد پہچاننے والا ہو گیا تھا اور مثل آدم کے اپنی حالت معصومیت سے گر کے عاصی ہو چکا تھا۔ "شیطان شروع سے قاتل اور سچائی پر ثابت نہ رہا۔ یوحنا ۸ ۴۴ خدا نے فرشتوں کو جب اونہوں نے گناہ کیا نہ چھوڑا ۲۔ پطرس ۲ ۴ فرشتوں کو جو اپنی اگلی حالت میں نہ رہے بلکہ اپنی خاص مقام کو چھوڑ دیا اسنے سزا دی۔ یہودا ۶

لہ دیکھو اُن کی تفسیر بیبل۔

© rasailojaraid.com

حقیقت میں کوئی دقت ان میں سے کا مرجوع ڈھونڈنے میں نہیں ہے۔ وقت ہے تو یہ ہے آیا دراصل کاحد ممنو کا ترجمہ ان میں سے ایک ہو سکتا ہے اگر ہو سکتا ہے تو تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہم میں سے ایک کو قبول کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا۔ مگر اسکے ہر معنے جو قابل قبول ہو سکیں اس معنے سے بہتر و معقول تر معلوم ہوتے ہیں جسکو تثلیثی علماء قبول کرنیکے لئے تیار ہیں۔

(۸) خلاصہ دلیل توحید دلیل ہماری یہ ہے کہ توریت میں کسی جگہ ذات احدیت کے اقانیم تبلائے نہیں گئے۔ پس ہم کسی طرح آقانیم کے وجود کو قبول نہیں کر سکتے پھر اس آیت میں مخاطب یہوواہ الوہیم ہے۔ کوئی ایک جزء الوہیت کا یا کوئی اقنوم الگ ہو کر مخاطب نہیں اور چونکہ پورا خدا مخاطب ہے وہ کسی دوسرے سے خطاب کر رہا ہے اور کلمہ خطاب دیکھو ہے جسنے خطاب کر رہا ہے وہ ہرگز خود اپنی ذات نہیں بلکہ کوئی ذات ہے جو اوس کی ذات سے غیر ہے اور یہوواہ الوہیم نہیں۔ اسکے بعد وہ کلمہ ھم کا استعمال کرتا ہے جس میں خطاب کرنے والا اور جن سے خطاب کیا گیا دونوں شامل ہیں کلام خدا ہم کو بتلاتا ہے کہ فرشتگان خدا کی صحبت میں ہیں اور اکثر اسطرح خدا نے اون کو خطاب کیا ہے۔ مثلاً آؤ ھم اتریں پیدایش ۱۱/۷ میں کس کو بھیجوں اور ھمارے طرف سے کون جائے گا۔ یشعیا ۶/۸ پس ہم کلمہ ہم سے کثرت اقانیم آلٰہیہ نہیں نکال سکتے کلام خدا مانع ہے اگر کثرت ہے تو اشخاص کی کثرت ہے جس میں خدا اور فرشتگان داخل ہیں۔

پھر مسٹر آزاد اس رسالہ کے صفحہ ۳۰ میں تین اور آیات ہم مضمون کی جنمیں خدا تعالےٰ کی نسبت ضمیر جمع متکلم ھم اور ھمارے بولا گیا ہے اور اُنکے عیسائیوں نے کثرت فی الوحدت نکالی ہے۔ نقل کر کے اونکا جواب دیا ہے۔

اوّل تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں (پیدایش ۱/۲۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوم - آؤ ہم اُتریں اور اُنکی بولی میں اختلاف ڈالیں (پیدایش ۱۱/۷)

سوم - میں کس کو بھیجوں اور ہماری طرف سے کون جائے گا۔ (لیشعیا ۶/۸)

پھر اسکے جواب میں کہا ہے کہ روئے زمین کی کل زبانوں میں قاعدہ ہے کہ واحد اپنی نسبت صیغہ جمع بھی بول سکتا ہے۔ پھر اسکو صفحہ ۵۳ تک مختلف زبانوں اور مختلف آسمانی کتابوں کی شہادت سے ثابت و مدلل کر دیا۔ اور مسلمانوں کو انکے جوابات سے مستغنی کر دیا۔

انتخاب رسالہ الوہیم ختم ہوا۔ امید ہے ناظرین اسکو مقام ششم متمسک عیسائیوں کا کافی جواب سمجھینگے کچھ کسر رہ گئی تو ہم اسکو نکالدینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

وازانجملہ ساتواں مقام مجموعہ حوالجات عہد عتیق ہے۔ جن کو ڈپٹی آتھم نے فہرست ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں اور پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کی آٹھ سطروں میں گن سنایا ہے۔ اور اسکا کوئی مطلب نہیں بتایا ہم نے ان مقامات کو عہد عتیق میں بچشم خود دیکھا تو وہاں الوہیت مسیح کے ذکر بلکہ اشارہ تک نہ پایا۔ لہذا ہم بھی ان حوالجات کی نسبت اجمالی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ ان مقامات کو دعوے الوہیت مسیح کے ثبوت پیش کرنا ڈپٹی آتھم کے نقصان فہم کا اخر نتیجہ ہے جو اسوقت انکے پیرانہ سالی کا عرض لازم غیر مفارق ہو رہا ہے۔ انکو عبداللہ آتھم کے دعوے الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبداللہ آتھم ان حوالجات کی تفصیل کرتے تو ہم بھی انکے متعلق تفصیلی رائے ظاہر کرتے۔ جیسے کہ اور حوالجات عہد عتیق کی نسبت تفصیلی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ یہ پرچہ اول ڈپٹی آتھم اور اسکے دوسرے پرچوں (پرچہ ۲۲ و ۲۴ و ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء) کے مندرجہ مقامات عہد عتیق پر اسلامی رائے کا اظہار ہے۔ اب اس پرچہ اور اُسکے دیگر پرچوں متمسکات مقامات عہد جدید کی نسبت اسلامی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

۱ **اوّلاً** یہ سن لینا چاہیئے کہ عہد جدید سے جس قدر الفاظ و عبارت متعلق الوہیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مبلغ تثلیثی عیسائی نکال کر پیش کرتے ہیں۔ ان سب کے جوابات توحیدی عیسائی مسٹر اکبر مسیح مختار ہاندانی اپنے رسالہ الوہیت مسیح و تثلیث کے تنقیح میں ایسے دیدیئے ہیں۔ جنسے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ انجیل اور اسکے متعلقات عہد جدید میں مسیح کی الوہیت کا نام ونشان نہیں ہے۔ عیسائیوں کا ان الفاظ وعبارت سے مسیح کی الوہیت نکالنا محض غلطی ہے جو بعض مواقع پر غلطی الفاظ اور بعض جگہ غلطی ترجمہ اور غلطی فہم پر مبنی ہے۔ مسٹر اکبر مسیح نے مسلمانوں کو ان الفاظ وعبارات کے جواب سے مستغنی کر دیا ہے۔ اور آیت کفے اللہ المؤمنین القتال کا مصداق ظاہر کیا تاہم ان الفاظ وعبارات کے متعلق ہم اسلامی رائے اظہار کرتے ہیں مگر مناسب ہی کو مسٹر اکبر مسیح کے جوابات کا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ اگر تثلیثی عیسائی اسلامی رائے کے مقابلہ میں کچھ کہنا چاہیں تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے لیں۔ اور مسٹر اکبر مسیح کے جوابات کا جواب دیگر مسلمانوں کے جواب میں کچھ کہیں۔ پادری جی ایل ٹھاکر داس مشنری گوجرانوالہ نے مسٹر اکبر مسیح کے جواب میں ایک مضمون بعنوان عمانوایل اخبار نور افشاں کے متفرق پرچوں میں چھپوایا ہے۔ جسکو مسٹر اکبر مسیح اکٹھا کر کے بطور مستقل رسالہ چھاپ دیا ہے۔ مگر وہ جواب کَاَنْ لَمْ یَکُنْ ہے اور سوال از آسمان وجواب از آسمان کا مصداق ہے۔ مسٹر اکبر مسیح نے اسکا جواب رسالہ تائید التنقیح میں ایسا دیدیا ہے۔ کہ پھر اسکے جواب میں پادری ٹھاکر داس سے بجز سکوت کچھ بن نہیں پڑا۔ اور آئندہ بھی امید نہیں کہ کسی تثلیثی عیسائی سے اس کا کوئی جواب بجز سکوت بن آوے۔

اس تمہید کے بعد واضح ہو۔ کہ منجملہ مقامات عہد جدید ایک مقام مکاشفات یوحنا باب ۱۔ آیت ۸ ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ وہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں الفا و امیگا۔ اول و آخر جو ہے اور تھا اور آنے والا ہے۔ اور قادر مطلق ہوں" جسکو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۳ مئی میں بلا حوالہ۔ اور پھر پرچہ ۲۴ مئی مجملاً حوالہ سے۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کی فہرست میں تفصیلاً نقل کیا ہے۔ اہل اسلام اس کتاب مکاشفات یوحنا کو عیسائیوں کے مسلّمہ اور معتبرہ کتب سے نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ عیسائیوں کے اقوال وعبارات ذیل میں اس کتاب سے انکار مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ھارن صاحب مفسر اناجیل اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ الوجین فرقہ نے جو دوسری صدی میں ہوا ہے جملہ تصانیف یوحنا سے انکار کیا۔ اور برشنیڈر نے (جو بہت بڑا عالم عیسائی ہوا ہے) کہا ہے کہ سب تصانیف یوحنا۔ اسکی تصنیف نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے نے دوسری صدی کے شروع میں تصنیف کر کے اس کی طرف منسوب کئے۔ لارڈ نر کی چوتھی جلد کے صفحہ ۷۰۵ میں ہے کہ سرل نے کتاب مشاہدات یوحنا کو نہیں مانا۔ یوسی بئیس اپنی تاریخ کے باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ "ڈیونیسشن" نے کہا ہے۔ کہ بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اور اسکے رد میں کوشش کی ہے اور کہا کہ یہ سب بے معنے اور بے عقلی اور بڑا بھاری حجاب جہالت کا ہے۔ اور نسبت اس کی یوحنا کی طرف جھوٹ ہے اور اسکا مصنف نہ کوئی حواری ہے۔ نہ کوئی پاک آدمی نہ کوئی شخص مسیحی بلکہ اسکو سرن تھس ملحد نے لکھا ہے۔ اور یوحنا کا نام لگا دیا اور دی ٹس تھوڈورس پروٹسٹنٹ واعظ رم بزرگ لکھتا ہے۔ کہ مشاہدات یوحنا اور نامہ یعقوب کو ہمنے قصداً چھوڑ دیا۔ اور رراجرس نے جو علماء کبار فرقہ پروٹسٹنٹ تھا بہت بڑے علماء پروٹسٹنٹ کا نام لکھا ہے جنہوں نے ذیل کی کتابوں کو جھوٹا سمجھ کر نکال دیا ہے۔ (۱) نامہ عبرانیوں کا۔ (۲) نامہ یعقوب۔ (۳ و ۴) نامہ دوم و سوم یوحنا۔ (۵) نامہ یہودا۔ (۶) مشاہدات یوحنا۔ ڈاکٹر بلسن صاحب پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ یوسی بیس کے وقت تک یہ کتابیں واجب التسلیم نہیں ہوئی تھیں۔ اور سریانی کلیسیوں نے نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور نامہ یہودا اور مشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا۔ اور ہورن صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں لکھا ہے۔ کہ بہت سے محقق پروٹسٹنٹوں نے مشاہدات کے واجب التسلیم ہونے میں
جھگڑا کیا ہے۔

ان اقوال کی نظر سے اہل اسلام اس کتاب کے کسی بات کے جواب دینے کو ضروری
نہیں جانتے۔ ومعہذا اسکے جواب ورد میں یہہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکا مضمون انجیل یوحنا
اور مرقس اور دیگر خطوط عہد جدید کی آیات ذیل مخالف ہے۔ تب یسوع نے جواب دیا
اور کہا کہ میں تمسے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کرسکتا (انجیل یوحنا ۵ - ۱۹)
کیونکہ جسطرح باپ آپ میں زندگی رکھتا ہے۔ اسی طرح اُسنے بیٹے کو بھی دیا ہے۔ کہ اپنے میں
زندگی رکھے۔ (یوحنا ۵/۲۶) میں آپسے کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسا میں سُنتا ہوں۔ حکم کرتا
ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے کیونکہ اپنی مرضی کو نہیں پر باپ کی مرضی کو جس نے
مجھے بھیجا ہے۔ چاہتا ہوں (یوحنا ۵/۳۰) جسطرح کہ زندہ باپ نے مجھے بھیجا۔ اور میں
باپ سے زندہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی جو مجھے کہتا ہے۔ مجھسے زندہ ہے (یوحنا ۶/۵۷) پھر
یسوع نے انہیں کہا۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا۔ مگر جو باپ نے مجھے سکھلایا ہے وہ باتیں
کہتا ہوں (یوحنا ۸/۲۸) مگر اسدن اور گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر
ہیں۔ اور نہ بیٹا۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ (مرقس ۱۳/۳۲) مسیح اگرچہ وہ کمزوری سے صلیب
پر مارا گیا۔ لیکن خدا کی قدرت سے وہ جیتا ہے۔ اور ہم بھی اُسمیں شامل ہو کے کمزور
ہیں پر اسکے ساتھ خدا کی قدرت سے جو تمہارے حق میں ہے جیئینگے (۲ ۱۳/۴ قرنتی)
کیونکہ وہ جو مرا تو گناہ کی نسبت ایک بار مرا۔ پر جو جیتا ہے خدا کی نسبت جیتا ہے
اسی طرح تم بھی گناہ کی نسبت مردہ ہو۔ پھر خدا کی نسبت ہمارے خداوند یسوع
مسیح کے وسیلے زندہ سمجھو۔ (رومی ۶/۱) ان آیات میں مسیح اور اُسکے رسولوں
کے اقوال سے صاف بیان ہے کہ مسیح نہ اپنے آپ زندہ ہوا۔ نہ اپنے آپ
کچھ کرسکتا ہے۔ نہ اپنے آپ علم رکھتا ہے۔ پھر بمقابلہ ان آیات کے جو مکاشفات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی آیات مذکورہ میں مسیح کو ازلی اور قادر مطلق کیا گیا ہے۔ وہ دروغ بے فروغ اور بناوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کا جواب بھی اسی کے قریب قریب ہے انہوں نے مکاشفات کو الہامی فرض کر کے بعض آیات و الفاظ کو غلط اور بعض الفاظ کے معنے کو غلط قرار دیکر اسکے ایسے تاویلی معنے بیان کیئے ہیں۔ جن سے مسیح کی الوہیت کی نفی ہوتی ہے۔ وہ صفحہ ۹۰ رسالہ تنقیح میں کہتے ہیں۔

(۷) مکاشفات کی کتاب سے بھی ایک آیت ثبوت الوہیت مسیح میں پیش کیجاتی ہے۔ گو کہ اس کتاب کو رسولی تصنیف کہتے ہیں۔ ہم کو تامل ہے۔ مگر پھر بھی اپنے بھائیوں کی خاطر بحث کرتے ہیں۔ اسکا مصنف بھی ہمارے نزدیک توحیدی تھا۔

(۱) خداوند خدا[1] یوں فرماتا ہے کہ میں الفا اور امیگا اول اور آخر جو ہے اور تھا اور آنیوالا ہے قادر مطلق ہوں (۱/۸)

(۲) مسیح نے کہا میں الفا اور امیگا اوّل و آخر ہوں (۱/۱۱)

(۳) مسیح نے کہا۔ میں اوّل اور آخر اور زندہ ہوں۔ اور میں موا اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں (۱/۱۸،۱۷)

(۴) مسیح کا کلام وہ جو اوّل اور آخر ہے۔ اور موا تھا اور جیا ہے یہ باتیں کہتا ہے۔ (۲/۸)

(۵) کسی نے کہا میں الفا اور امیگا ابتداء اور انتہا اوّل و آخر ہوں (۲۲/۱۳)۔

ہم اس کتاب کے صفحہ ۶۳[2] میں لکھ چکے ہیں کہ محض ایک سے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے دو مختلف اشخاص ہم مرتبہ نہیں ہوجاتے اور جو الفاظ خدا کے لئے

---

[1] ریوائزڈ ورشن کے مطابق۔ [2] صفحہ ۶۳ کے اصل عبارت بصفحہ (۳۵۳) منقول ہو گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیر محدود ہیں انسان کے لئے بالکل محدود اور ادنے معنی ادا کرتے ہیں۔

ازلیت و ابدیت خدا کی صفات مسلمہ ہیں اسلئے ان الفاظ الفا و اومیگا اوّل و آخر سے خدا کی ازلیت و ابدیت بغیر کسی تشریح زائد کے ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح باوجودیکہ جملہ سب کچھ جانتا ہے فی نفسہ علم غیر محدود یا ہمہ دانی ثابت نہیں ہوتی۔ تاہم چونکہ کلام مقدس میں خدا سے صفات ہمہ دانی بہت واضح طور پر منسوب ہوتی ہیں۔ اسلئے جہاں کہیں لکھا ہے خدا سب کچھ جانتا ہے۔ (۱ یوحنا $\frac{۳}{۲۰}$) بلا تامل اس سے مراد ہمہ دانی لیتے ہیں برخلاف اسکے چونکہ کلام مقدس انسان کو نہایت وضاحت سے کم عقل و ناقص العلم بتلاتا ہے۔ لہذا جب اسکے لئے بعینہ وہی الفاظ تم سب کچھ جانتے ہو (۱۔ یوحنا $\frac{۲}{۲۰}$) مستعمل ہوتے ہیں تو اسکا مفہوم ہمیشہ محدود و ادنی جانتے ہیں۔

(۱) اس آیت میں جہاں خدا متکلم ہے یوں مرقوم ہے۔ میں الفا و امیگا اوّل و آخر جو ہے اور جو تھا اور جو آنیوالا ہے قادر مطلق ہوں یعنے جملہ اوّل مجرد نہیں بلکہ جملہ ثانی کے ساتھ ملکر صفات ازلیت و ابدیت کا اظہار کرتا ہے مسیح کو اگرچہ ایک معنی میں الفا و امیگا یا اوّل و آخر کہا ہے مگر اوس کو جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے قادر مطلق کبھی نہیں کہا اور صرف یہی اخیر جملہ الوہیت کو مجرداً فی نفسہ ثابت کرتا ہے اور یہی جملہ اسلئے حق میں نداردھی ہے۔

(۲) یہ آیت غلط اور متن سے خارج ہے۔ ریوائیزڈ ورشن نے اسکو متروک کر دیا ہے۔

(۳) و (۴) اُن آیات میں جو لقب مسیح کو دیا گیا ہے وہ خدا کے حقمیں بالکل کفر ہے وہ اوّل و آخر ہے۔ اور مواتھا اور جیا ہے خدا کی نسبت کہنا کہ وہ موا تھا اور جیا ہے کفر ہے اور مسیح کے حق میں الفاظ الفا و امیگا اول و آخر دوسرے الفاظ جو موا تھا اور جیا ہے سے مل کر ضرور محدود ہو جاتے ہیں کیونکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسیح کی ذات انجیل میں حادث بیان کی گئی ہے اُسنے خود اپنے واجب الوجود ہونے کی نفی کی دیکھو باب دوم فصل اوّل دفعہ ۱- اُسنے آپ کو باپ سے کمتر اور اُسکو اپنا خدا بتلایا ہے - پس عقل و نقل دونوں ہماری موئید ہیں -

(۵) یہ آیت مشتبہ ہے کیونکہ اسمیں اختلاف ہے کہ اسکا متکلم کون ہے آیا مسیح یا وہ فرشتہ جو کہتا ہے میں تیرا اور نبیوں کا جو تیرے بھائی ہیں ہم خدمت ہوں (آیت ۹) دونو رائیں درست ہو سکتی ہیں - اگر وہ فرشتہ جو اپنی عبودیت کا اقرار کرتا ہے متکلم ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام کسی طرح الوہیت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا - بلکہ ایک محدود و مجازی معنے رکھتا ہے - اور اگر مسیح متکلم ہے تو بھی وہی معنے درست و قرین عقل و نقل ہیں کیونکہ مصنف (مکاشفات کا) مسیح کو خدا نہ جانتا تھا - اور اگرچہ اُسنے اُسکے نہایت ہی اعلےٰ رتبہ کا اظہار کیا ہے جستک کائنات میں دوسری ہستی نہیں پہنچ سکتی تو بھی اوسکو خدا سے کمتر مانتا ہے وہ خدا میں (نہ کہ کسی اقنوم میں) اور مسیح میں ہمیشہ امتیاز کرتا ہے -

پھر اسکی تائید میں مکاشفات کے سات اقوال نقل کئے ہیں جن میں خدا کو خدا قادر مطلق وغیرہ اور مسیح کو خدا کی طرف سے مختار اور اُسکا برہ اور اوس کی ہیکل کا ستون وغیرہ کہا گیا ہے -

پھر صفحہ ۴۱ میں کہا ہے کہ پس معلوم ہو گیا کہ اس کتاب (مکاشفات) کے بموجب بھی مسیح خدا نہیں ہے اور ہم کو چاہیئے کہ تمام انجیل کے موافق اس کلام کی کہ "میں الفا و اومیگا اوّل و آخر ہوں" تفسیر کریں - اسقدر تو ثابت ہو گیا کہ مسیح کے حق میں اس کلام کے کوئی محدود معنے ہیں - وہ معنے کیا ہیں - اگر ممکن ہو - تو ہم دریافت کرینگے پھر ان معنے کو بیان کیا اور کہا کہ شہادت باب ۳ - آیت ۱۴ - اسی کتاب کے اور باب ۱/۱۵ قلسی کی اس سے یہ مراد ہے - کہ وہ سب مخلوقات سے پہلے مخلوق ہیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے بعض اہل اسلام اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے خدا نے آنحضرتؐ کا نور پیدا کیا
اور کل عالم اسی سے پیدا ہوا۔ (دیکھو رسالہ مشہور نور نامہ اور مدارج النبوت شیخ عبدالحق
دہلوی) اور بشہادت ۳/۹ ۱۱ اقرو ۱/۲۲ افسی و ۱۲/۲ عبر مسیح کلیسا کا اول آخر ہے۔

پھر اس تاویل ثانی کی تائید میں تثلیثی علماء کے اقوال کو پیش کیا۔ اور کہا ہے تثلیثی
علماء اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ امرسیس (تفسیر یوحنا باب ۸۔ آیت ۲۵) لکھتا ہے
یہ ظاہر ہے کہ مکاشفات میں مسیح پہلا اور پچھلا کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آغاز اور انجام
اوس کلیسا کا ہے جس کی بنیاد اوس کی پہلی آمد پر پڑی اور جسکا انجام بخیر اوس کی دوسری
آمد پر ہوگا۔ ڈاکٹر جان اوون (تفسیر خط عبرانیان ۱۲۔۸) فرماتے ہیں مسیح ہمارے
ایمان کا الفا و امیگا پہلا اور پچھلا آغاز کرنے والا اور انجام کرنے والا ہے انجیل کے
معنے انجیل سے پوچھو۔ مگر مسیح کے اس خطاب کو خدا کے اس خطاب سے میں الفا و امیگا
اول و آخر ہے اور جو تھا۔ اور جو آنے والا قادر مطلق ہوں خلط ملط کر دینا۔ ایمان کو
خلط ملط کر دینا ہے"۔

دوازدہم جملہ دوسرا مقام یوحنا ۱۔ ۱۸ ہے جسکا یہ مضمون ہے کہ خدا
کو کسی نے کبھی نہ دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں اس نے بتلایا جسکو ڈپٹی عبداللہ آتھم
نے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء میں نقل کیا ہے۔ اور اکلوتے کی تفسیر میں اپنی طرف سے
لفظ خدا بڑھا دیا ہے۔

اس آیت کو الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بات خدا کی مخلوقات
سے ایک ایک ذرہ اور درختوں کے ایک ایک پتے کی نسبت کہی جا سکتی ہے کہ
خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اسکی مخلوقات سے ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ نے خدا کی وجود اور
ہستی کو ظاہر کیا۔ ایک اعرابی کہتا ہے۔ البعرۃ تدل علی البعیر و اثر القدم
علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج لا یدلان

© rasailojaraid.com

علے الصانع الخبیر ترجمہ یعنے مینگنی سے اونٹ پہچانا جاتا ہے۔ اور پاؤں کے نشان سے چلنے کا پتہ لگ جاتا ہے پس کیا آسمان برجوں والا۔ اور زمین فراخ رستوں والی اپنے کاریگر کو جو (خدا تعالےٰ) کا پتہ نہیں دیتی۔

ایک اور شاعر کہتا ہے۔ بیت

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ✦ ہر ورق دفتر معرفت کردگار ✦

پس یوحنا نے اسی معنے کر حضرت مسیح کو خدا کی ہستی بتانے والا قرار دیا ہے۔ تو اسمیں کوئی بحث وکلام نہیں ہے۔ اور اگر اس سے کلام یوحنا کا مقصود یہ ہے کہ خدا کی ہستی اور وجود کو مسیح کے پہلے کوئی نہ جانتا تھا۔ مسیح پیدا ہوا تب اوس نے خدا کی ہستی کو ظاہر کیا۔ تو اس معنے کر یہ کلام لائق تسلیم نہیں ہے۔ کیا حضرت مسیح کی پیدائش سے پہلے جسقدر انبیا گذرے ہیں کسی نے خدا کی ہستی کو ظاہر نہیں کیا۔ اور حضرت مسیح کے پہلے سب انبیا اور مومن خدا سے بے خبر رہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ اور اگر اس سے یوحنا کا یہ مقصود ہے کہ خدا تعالےٰ نے مسیح کے جسم اور صورت میں ظہور یا حلول کیا۔ اور اوتار لیا۔ تب خدا لوگوں کو نظر آیا۔ تو اس معنے کر یہ کلام کفر ہے۔ اور علاوہ خلاف واقع اور کذب بحتی ہے۔ خدا تعالےٰ کا اجسام مخلوقات میں ظہور یا حلول کرنا اس کی الوہیت اور تقدیس کے برخلاف ہے۔ اور یہ اُن لوگوں کا کفریہ عقیدہ ہے۔ جو رام چندر وغیرہ راجاؤں کو خدا کا اوتار کہتے ہیں۔ اسکے کذب ہونے پر یہ کلام خود دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں اوّلاً کہا گیا ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر اگر مسیح کی جسم وصورت کو خدا کا جسم وصورت قرار دیا ہے۔ تو گویا اسکو سب کا دیکھا ہوا قرار دیا۔ پھر اسکی نسبت شروع میں یہ کہنا کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ کذب نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

پھر اس کلام میں یہ کلمہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ کہ مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا بیبل میں خدا کے بیٹے اور بیٹیاں اور بہت ہیں۔ پھر مسیح کو اکلوتا بیٹا کہنا خلاف واقع نہیں تو

© rasailojaraid.com

توادر کیا ہے × × . . × بالجملہ اس آیت کے جو معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ اور اس معنے کر یہ آیت لائق تسلیم ہے۔ اس معنے کو الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جو معنے عیسائی سمجھتے ہیں اس معنے کر یہ آیت خلاف واقعہ ٹھہرتی ہے۔ اور الہامی ماننے کے لائق نہیں رہتی۔ مسٹر اکبر مسیح نے اس آیت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اسکو الوہیت مسیح کی نفی کی دلیل ٹھرا کر اس سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح کے صفحہ ۱۲۷ میں کیا ہے۔ اس دیباچہ کے آخر آیت ۱۸ میں گمان الوہیت مسیح کی قطعی طور پر نفی ہو جاتی ہے تا آخر قول جو مقام سوم کے جواب کی تائید میں منقول ہوگا۔

ازانجملہ تلبیس امتفاھم یوحنا باب ۱۔ آیت اسی ۳ ہے جس میں بیان ہے ابتدا میں کلام میں تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ اور یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جو بغیر اسکے ہوئی ہو۔ جسکو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسیح ازلی ہے۔ اہل اسلام اس کلام کو الہامی فرض کریں۔ تو اُسکے معنے وہ یہ بیان کر سکتے ہیں کہ خدا تعالے اول سے اپنی صفات کلام وغیرہ کے ساتھ موجود ہے۔ اُسنے عالم کو بنانا چاہا۔ تو اپنے حکم و کلام (کلمہ کن) سے بغیر کسی مادہ یا اسباب خارجی کے عالم پیدا کیا۔ اور اسکے کلمہ کن نے عالم اجسام میں ظہور کیا۔ یعنے اسکا ان میں اثر ظاہر ہوا یوحنا کے اس قول میں جو کلام کو خدا کہا گیا ہے تو اس سے اس کا یہ مقصود نہیں کہ کلام خدا تعالے سے جداگانہ کوئی ذات خاص یا اقنوم ہو کر خدا کہلاتا تھا۔ بلکہ اسمیں اس نے خدا کی ذاتی صفت کلام کو جسکا وجود خدا سے علیحدہ نہیں بطور مبالغہ خدا کہدیا ہے جیسے عادل زید کو اسکی کمال عدالت کے سبب زیدٌ عدلٌ یعنے زید سراپا عدالت ہے کہدیتے ہیں۔ اور ایسا ہی یوحنا نے اپنے پہلے خط کے باب اول آیت ۵ میں خدا کو نور کہا ہے۔ اور باب ۴ کے آیت ۸ و ۱۶ میں خدا کو محبت کہا ہے۔ باوجودیکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان ہی آیات میں محبت کو بندوں کی صفت قرار دیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح نے یوحنا کے اس قول کو اور اسکے ساتھ اسکے اون اقوال کو جو اس کتاب کے ۱۴ - آیت میں۔ اُسنے کہے ہیں۔ کہ کلام مجسم ہوا۔ اور وہ فضل اور راستی سے بھرپور ہو کے ہمارے درمیان رہا۔ اور ہمنے اسکا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال صفحہ ۱۲۵ رسالہ تنقیح میں نقل کر کے اسکے جواب میں بضمن دفعہ اوّل کہا ہے۔ تمام گذشتہ بحث سے تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انجیل میں کوئی بھی ایسی آیت یا فقرہ نہیں جس سے کسی طرح بھی گمان الوہیت (یعنے مسیح) کی تائید ہو سکے۔ ہر جگہ نفی الوہیت ثابت ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ آیت بھی کل انجیل کے منشاء کے مطابق ہو۔ نہ کہ مخالف اور ہمکو چاہیئے کہ اس آیت کی تفسیر کرتے وقت اپنی نظر تمام انجیل پر رکھیں۔

(۲) یہ دیکھنا چاہیئے کہ مقدس یوحنا نے خود اپنی انجیل نویسی کے بارے میں کیا دعوے کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے انجیل کس منشاء کے لئے لکھی ہے اونکا مقصود کیا تھا۔ اس انجیل کے اخیر میں $\frac{۲۰}{۳۱}$ وہ فرماتے ہیں یہ لکھی گئی تا کہ ایمان لاؤ۔ کہ یسوع وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اور تا کہ تم ایمان لا کے اسکے نام سے زندگی پاؤ۔ یوحنا انجام میں یہ تو نہیں فرماتے کہ واقعات انجیل لکھی گئی کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع مسیح خدا ہے۔ یا وہ تثلیث کا اقنوم ثانی الوہیت میں خدا کے برابر ہے۔ بلکہ یہ کہ وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ پھر وہ یوں کہتے کہ تم اسکی الوہیت پر ایمان لا کے زندگی پاؤ۔ بلکہ زندگی کا باعث اُسکی ابنیت و مسیحیت پر ایمان لانا ٹھرایا۔ کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ اگر مقدس یوحنا اپنی کتاب کے آغاز ہی میں یسوع کو خدا کہتے تو کتاب کے انجام میں ایک ضعیف نتیجہ نکال لیتے۔ کہ وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ پس ہم کو لازم ہوا۔ کہ ہم دیباچہ کی کوئی ایسی تفسیر کریں۔ جو کل منشاء انجیل اور مقدس رسول کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابادی اور انجام کتاب کے موافق ہو۔ نہ کہ اسکے صریح مخالف۔ بزرگ ٹرتولین فرماتے ہیں کہ مقدس یوحنا کی شرح ایسی کرنی چاہئے جو موافق اس سب کے نہ مخالف اوس سب کے ہو جو اُسنے دوسری جگہوں میں لکھا ہے۔ یا جو مین مخالف معنے الفاظ کے ہو۔ کیا اس انجیل ہم کہاں میں یہ نہیں لکھا۔ کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ ہمارے مخاطب اپنے عقیدہ کے موافق اس آیت کی تفسیر کیسے کرسکیں۔ یہ آیت قطعی ہے۔ اسکا مفہوم ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ جبتک اس انجیل کے دل میں یہ آیت باقی ہے۔ اس انجیل کے دیباچہ سے الوہیت مسیح ثابت نہ ہوگی۔

(۳) اگر مقدس سول کو منظور ہوتا کہ۔ وہ یسوع کو خدا کہیں تو وہ یوں صاف کیوں نہ کہدیتے۔ کیا ضرور تھا کہ وہ ایسے صاف مسئلہ کو جسکے اظہار پر انتہا نا سیس قا درہوں اپنی انجیل میں بیان نہ کرکے کسی اولجھی ہوئی عبارت میں چھپاتے۔ اور ہر جگہ اوس کو ابن آدم و بیٹا و خدا کا بیٹا اور مسیح کہکے اسکے منہ کے یہ واضح الفاظ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے مرقوم کرتے اور انجام میں اپنی کتاب کا حاصل ولب لباب یہ تبلاتے کہ یہ سب کچھ لکھا گیا کہ۔ تم ایمان لاؤ۔ کہ یسوع وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

(۴) ہم نہیں سمجھتے کہ اس آیت سے کیونکر الوہیت مسیح اخذ کی جاسکتی۔ اسمیں یہ تو نہیں لکھا کہ ابتدا میں مسیح تھا۔ اور مسیح خدا کے ساتھ تھا۔ بلکہ یہ لکھا ہے ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ اور کلام مجسم ہوا۔ اور فضل اور راستی سے بھرپور ہوکر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہمنے اُسکا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ پس مسیح خدا نہ تھا۔ خدا اس کلام کو کہا مسیح جسکا ظہور ہے۔ کلام نے جسم مسیح میں ظہور پکڑا۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ اخیر فقرہ میں یہ کہا ہے۔ وہ ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اوسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا۔ یہ نہیں کہا جیسا خدا کا۔ اور یہی اقرار اس انجیل کے اختتام میں بھی آیا جو کُل انجیل کا لب لباب ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۰ / ۲۱) پس نفی الوہیت مسیح اس انجیل کے آغاز و انجام کا مآل ہوا۔

(۵) اس دیباجہ کے آخر آیت میں گمان الوہیت مسیح کی قطعی طور پر نفی ہو جاتی ہے۔ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اوس نے بتلا دیا۔ اب اگر در اصل مسیح خدا تھا تو مسیح کے دیکھنے والوں نے بالضرور خدا کو پوری طرح دیکھا۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ مگر مسیح خدا نہ تھا۔ اسلئے خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سچ ہے۔

(۶) ایک اور بات بھی ہمارے بھائیوں کے غور کے قابل ہے۔ لکھا ہے ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر بفرض محال تثلیثی معنے اس آیت کے درست ہوں یعنے مسیح کلام و خدا ہے اور الوہیت کا دوسرا اقنوم تو بھی کلیسیا کے عقیدہ تثلیث کی پوری تردید اس جملے سے یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ہو جاتی ہے۔ اس سے ہر تیسرے اقنوم کی نفی ہوتی ہے اور خدا میں تثلیث نہیں بلکہ تثنیہ ماننا چاہیئے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر الوہیت میں کوئی تیسرا اقنوم ہے۔ تو پھر یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ نہ تھا بلکہ اور بھی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھی۔ پس اس آیت کے تثلیثی معنے سے انکار کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی سے زیادہ وجوہ ہیں ہم نے ثابت کیا کہ وہ عقیدہ نہ صرف انجیل کے منشا کے خلاف ہے۔ بلکہ مقدس رسول کے ارادہ و مدعا اور انکے ہر قول کے خلاف ہے چاہیئے کہ ہم جلد اس عقیدہ سے دست بردار ہوں۔

پھر دفعہ دوم میں اس آیت کے صحیح معنے بیان کئے ہیں۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ رسول یوحنا نے اس مقام میں لفظ لوگس جسکا ترجمہ کلام کیا گیا ہے استعمال کیا ہے۔ اور اس لفظ لوگس کا ترجمہ کلام بھی ہوا ہے، عقل۔ علم۔ حکمت۔ و قدرت بھی ہوا ہے۔ بعض نے اسکا ترجمہ ظہور کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر یہ کہنا دشوار ہے کہ آیا اس آیت میں لوگس کسی شخص ہستی کو کہا ہے۔ یا محض بطور استعارہ یہ نام کسی صفت الٰہی کو دیا ہے۔ علما تثلیثی کو بھی اس سے انکار نہیں ہے کہ۔ مجرد کلام سے غیر شخصی صفت الٰہی مراد ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں اخیر جملہ کے درست ترجمہ میں اختلاف ہے۔ اس جملہ کے دو ترجمہ ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہی مروج ترجمہ کلام خدا تھا۔ (۲) خدا کلام تھا۔ چنانچہ لوتھر اور وکلف نے یہی ترجمہ کیا ہے اور ڈاکٹر کیمیل کہتے ہیں کہ۔ پرانی انگریزی ترجمہ میں جو ہنری ہشتم کے زمانہ میں رائج تھا۔ یہی ترجمہ تھا۔ ڈاکٹر ایڈم کلارک دو نو ترجمہ قبول کرتے ہیں۔ خدا کلام تھا اسکے ہم معنی آیات انجیل میں ہیں۔ مثلاً خدا نور ہے۔ خدا محبت ہے۔ (۱ یوحنا $\frac{1}{5}$ $\frac{4}{16}$)

اور پھر ہمنے خاصکر یہ ثابت کیا ہے کہ۔ کلیسیا کا عقیدہ اس آیت سے مطلق تائید حاصل نہیں کر سکتا۔ اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ جو بعض علما رجو علما تثلیثی کے درمیان مستند اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ اس آیت کو الوہیت مسیح کے ثبوت میں بالکل غیر کافی سمجھتے ہیں۔ انکی رائے ہے کہ لوگس کلام کو مجازی طور سے خدا (θεος) کہ یہ لوگ یونانی عبارت پر زور دیتے ہیں۔ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا (τον θεον معہ حرف تعریف) کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا (θεος بغیر حرف تعریف تھا۔ یہی ابتدا میں خدا (τον θεον معہ حرف تعریف) کے ساتھ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ترجموں میں اصل یونانی کی رعایت نہیں ہو سکتی۔ انکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ جو لفظ خدا کے لئے آیا وہی کلام کے لئے آیا۔ حالانکہ دونوں جگہ ایک ہی لفظ نہیں کلام کو صرف (θεος) کہا ہے (یعنی بغیر حرف تعریف) اور خدا کو (τον θεος) بحرف تعریف پہلا لفظ بغیر حرف تعریف عام ہو اور اسکے معنے ایک خدا کے نہیں ہیں۔ اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسرے کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فریڈرک شلیرمسٹر لغت عہد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدید میں تسطیر فرماتے ہیں۔ مجازاً لوگس (θεος) خدا کے معنی ہیں۔ وہ جو باختیار وبحکم خدا عمل کرتا ہے۔ وہ جو زمین پر خدا کا نائب ہے۔ اس طرح حاکموں اور قاضیوں کو خدا کہا ہے۔ (یوحنا ۱۰۔ ۳۴ و ۳۵ مع زبور ۸۲۔ ۶ وخروج ۲۲۔ ۲۸ و زبور ۹۷۔ ۹۔ اور نیز فرشتوں اور بادشاہوں کو۔ ۱ قرن ۸۔ ۵ و خروج ۷۔ ۱)" برخلاف اس کے (τον θεος) یعنے لوگس مع حرف تعریف کے خاص ہے۔ اور سوائے باپ کے کبھی کسی دوسرے کے لئے مستعمل نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو صفحہ ۴۰ رسالہ تنقیح) پہلی اور دوسری آیت میں دونوں جگہ یہ امر نگاہ رکھا گیا ہے۔ کلام جس کے ساتھ تھا اسکو دونوں جگہ (τον θεον) مع حرف تعریف سے کہا۔ مگر ان دونوں مقاموں کے عین درمیان ہے۔ کلام کو صرف (θεος) لوگس کہا بلا حرف تعریف محض بلا وجہ اور بلا ارادہ ایسا بھاری امتیاز الفاظ مقدس رسول نہیں فرماتے۔

پھر صفحہ ۱۳۱ و صفحہ ۱۳۲ میں اسکی تائید مستند علماء تثلیثی کے اقوال کو نقل کر کے صفحہ ۱۳۳ میں کہا ہے۔ (۲) ہم کلام کو کوئی شخصی ہستی ماننا ضروری نہیں سمجھتے مقدس یوحنا نے صفات الٰہی مثل حکمت و قدرت کا جسکا ظہور خلقت کائنات میں ہوا۔ بطور استعارہ ذات سے علیحدہ تصور کر کے اس کو لوگس کہا۔ اس دیباچہ میں بہت سے اصطلاحات مثل کلام۔ نور۔ تاریکی۔ فضل۔ اکلوتا۔ راستی۔ زندگی۔ و بھرپوری وغیرہ آئے ہیں۔ یہ جملہ اصطلاحی الفاظ اسوقت کے افلاطونی فلسفہ کی طرف اشارہ کر کے۔ انکی تردید کے لئے لکھے گئے ہیں۔ اگر انجیل میں مسیح کی الوہیت کی تعلیم واضح طور پر ہوتی تو اس دیباچہ کی تثلیثی شرح کرنے کے لئے کوئی وجہ ہوتی۔ مگر جب تمام انجیل الوہیت مسیح کے خیال سے خالی ہے۔ اور اس میں عبودیت مسیح اور وحدت الٰہی کی تعلیم اس کثرت سے ہے تو لازم ہے کہ اس کلام کی تفسیر بھی مطابق کل نتیجہ انجیل کے کیجاوے مقدس یوحنا نے کبھی مسیح کو خدا نہیں کہا۔ اگر وہ مسیح کو خدا مانتے تو اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اظہار کے لیئے لکے پاس الفاظ کی کمی نہ تھی۔ پھر کہا ہے۔ لوگس کے معنے کلام وحکمت وقدرت سب موزون ہوسکتے ہیں۔ یہہ کوئی نیا خیال نہیں۔ پرانے عہد نامہ میں بھی اسکا مذکور ہے۔ امثال باب ۸ میں حکمت کو ازراہ استعارہ ایک شخص کرکے خطاب کیا ہے۔ حکمت کہتی ہے جسوقت خدا نے زمین کی نیویں ڈالیں اوس وقت پروردہ کی مانند اوسکے ساتھ تھی۔ امثا ۸/۲۹ و ۳۰ خداوند نے حکمت سے زمین کی بنیاد ڈالی اور عقلمندی سے آسمان کو راستہ کیا۔ امثا ۳/۱۹ اور دیکھو حکمت سلیمان ۱۱/۱ و ۲ و ۱۸/۱۵ عبر ۱۱/۳ میں ہے عالم خدا کی کلام سے بن گئے ۲ پطرس ۳/۵ میں ہے۔ خدا کی کلام سے آسمان مدت سے ہیں۔ جیسا یہاں الہی صفات کلام وحکمت وقدرت کو مجازاً بطور شخص کے بیان کیا۔ اوس دیباچہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ چونکہ حکمت وغیرہ صفات الہی ہیں مجازاً اون کو شخص کہا۔ پس یہ کہنا کہ کلام خدا سے جدا حقیقی شخص یا اقنوم ہے غلط ہے۔ کیونکہ جس طرح کہہ سکتے ہیں خدا محبت ہے۔ یا خدا نور ہے۔ اسی طرح یہہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ خدا حکمت یا کلام ہے۔ آیت ۳ میں جو لکھا ہے سب چیزیں اوس سے موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ ہوئی۔ جو بغیر اس کے ہوئی۔ اوسکا مرجع نہ صرف کلام بلکہ خدا بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آیت ۲ میں بھی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ خدا اسم قریب ترین ہے۔ آیت ۱۴۔ اور لوگس کلام مجسم ہوا σαρξ εγενετο گوشت یا جسم بنا درست لفظی ترجمہ ہے۔ اوسکا مدعا بجز اسکے کہ لوگس کا جسم مسیح میں ظہور ہوا۔ یعنے مسیح مظہر لوگس الہی ہے۔ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب یہاں اگر لوگس کے معنے قدرت یا حکمت کے ہوں۔ تو وہ مقدس پولوس کے اس کلام کے ہم معنے ہوگا۔ مسیح خدا کی قدرت اور حکمت ہے۔ اقر ۱/۲۴ اور فضل اور راستی سے بھرپور ہوکر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال مسیح کی تعریف ہے جس سے اسکی الہیت نہ کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الوہیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مسیح ہمارے بیچ خدا کا ظہور ہو کر رہا۔ اور جس طرح اسرائیل کے لئے خیمہ یا عہد کا صندوق خدا کی حضوری تھی۔ زبور ۶۸ و ۶۷/۶۱ ہمارے لئے مسیح خدا کا خیمہ اوسکی حضوری اور اُسکا ظہور ہے۔ کیونکہ وہ عمانوائیل خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم خدا کی ہیکل ہو۔ اور خدا کی روح تم میں بستی ہے۔ (اقر ۳/۱۶) کتنا زیادہ مسیح خدا کی ہیکل ہے (یوحنا ۲/۱۹) خدا اوس میں بستا ہے۔ یقیناً وہ خدا کا خیمہ آدمیوں کے ساتھ ہے"

از انجملہ چوتھا مقام یوحنا ۸ باب ۵۸۔ آیت ہے جس میں مسیح کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ بیشتر اس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں" جسکو ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے حضرت مسیح کا ازلی ہونا نکالا ہے۔ اہل اسلام اس قول کو حضرت عیسےٰ کا قول تسلیم کریں تو اُس کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مخلوق (مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت یا تمام مخلوقات کی نسبت مسیح کا مقدم ہونا اُن کو ازلی نہیں بناتا۔ چنانچہ مولف رسالہ مسیح ابن اللہ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۸۲ و ۸۳۔ میں کہا ہے۔ "کہ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اسکی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا" یہ تقدم (پہلے ہونا) ایسا ہے۔ جیسا آنحضرت صلعم نے اپنی نسبت فرمایا ہے۔ کہ میں اسوقت سے نبی ہوں۔ جبکہ آدم ہنوز اپنے خمیرِ گِل میں تھا۔ اسکا روح جسم سے متعلق نہوا تھا۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ "میں پیدائش آدم سے پہلے نبیوں میں لکھا گیا تھا"۔ ایسے ہی اس قول مسیح کے معنے ہوسکتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم سے پہلے وہ خدا کے علم وارادہ میں موجود تھی۔ مولف رسالہ مسیح ابن اللہ نے چونکہ اس امر کو مانتا تھا۔ لہذا اس قول مسیح سے الوہیت مسیح ثابت کرنے کے لئے نہ مسیح کے تقدم سے بلکہ مسیح کے اس لفظ سے کہ میں ہوں استدلال کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ "اس لفظ میں صرف ہستی کا ذکر ہے۔ نہ اسکے شروع کا ذکر ہے۔ نہ انجام کا۔ لہذا یہ لفظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسیح کے ازلی ابدی ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ وہی لفظ ہے جو خدائے قادر مطلق نے اپنے حق میں موسٰے اور اسرائیلیوں کے خطاب میں کہا تھا۔ کہ میں وہ ہوں جو ہوں اور کوہ ہوریب کی جلنے والی جھاڑی میں کہا تھا۔ کہ میں ہوں۔ اسکا جواب انہیں کے بھائی مسٹر اکبر مسیح نے رسالہ تنقیح میں یہ دیا ہے۔ کہ گو یہ لفظ وہی ہے۔ مگر چونکہ اسکا متکلم ایک مخلوق اور حادث ذات ہے۔ لہذا اسکے معنے وہ نہیں ہیں جو خدا تعالے کے (جو قدیم اور قائم بالذات ہے) لفظ مذکور کے ہیں۔

پھر اس دعوے کو لغت یونانی اور بیل سے ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح کے صفحہ ۴۴ میں کہا ہے۔ اس بحث کا ہر پہلو ایک عظیم غلطی پر مبنی ہے نہ تو مسیح نے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا۔ جو اس کی ہستی کی ازلیت و ابدیت پر دلالت کرے۔ نہ اوس نے آپ کو میں ہوں جو میں ہوں کہا۔ جو کچھ تاویل یونیٹیرین کرتے ہیں۔ اوسی کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح اس قول سے اس سے زیادہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ۔ مسیح اپنی پیدائش جسمانی سے بہت پہلے بھی موجود تھا۔ ہاں وہ ابراہام سے پہلے تھا یا یوں کہو کہ وہ تمام خلقت کا پہلوٹا ہے۔ مگر اس سے تو ازلیت یا الوہیت نہیں ثابت ہو سکتی۔ اسکا تو آپ کو بھی اقرار ہے کہ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اس کی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔ (مسیح ابن اللہ ۸۲ و ۸۳)۔

پھر اعتراض کہ جو لفظ ابراہام کی ہستی کے ساتھ کہا وہی مسیح نے اپنی ہستی کے ساتھ کیوں نہ کہا۔ بہت سبک ہے۔ ابراہام کی ہستی زمانہ ماضی میں محدود ہو چکی تھی۔ مسیح کی ہستی زمانہ ماضی سے لے کر زمانہ حال تک جاری تھی۔ اور ان دو مختلف صورتوں کا ایک ہی ماضی سے اظہار کرنا کیا ضرور تھا۔ اسلئے مسیح نے ابراہام کے لئے ماضی اور محاورہ یونانی کے مطابق اپنے لئے دوسرا موضوع لفظ استعمال کیا۔ ڈاکٹر ونیز جس نے انجیل کی مستند گرامر (صرف نحو) لکھی ہے۔ اس آیت کی نسبت لکھتا ہے۔ بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوقات صیغہ حال میں ماضی شامل کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب ایک فعل ایسی حالت کو ظاہر کرتا ہے جو کسی قبل کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ مگر اب تک جاری ہے۔ یعنے وہ اوس حالت کے کل دوران پر حاوی ہوتا ہے۔

اس صورت کی مثال میں یہی آیت پیش کی گئی ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں ہے۔ وہ (ما ملا نا ع ک ۵ ۲ ع) ہے یہ لفظ اور مقامات میں آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا۔ اے فیلبوس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں (ما ملا نا ع) اور تونے مجھے نہ جانا (یوحنا ۱۴/۵)

یہاں ہوں رہتا آیا ہوں کے معنے ادا کرتا ہے جسمیں ہستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسیطرح ہم آیت متنازعہ کے معنے بھی یہی کرتے ہیں۔ ابراہام کے پیدا ہونے کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہستی مفہوم اور بلزوم ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ صیغہ حال میں ہوں کے اوپر اسقدر کیوں زور دیا جاتا ہے جبکہ یونانی میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوا کرتا ہے۔ انجیل میں اور خصوصاً یوحنا کی انجیل میں تو ایسی بہت مثالیں ہیں۔ (دیکھو یونانی یوحنا ۵/۱۳ و ۱۵ و ۶/۲۴ و ۲۵ و ۱/۹ و ۱۲/۹ و ۱۵/۲۷ و ۲۰/۱۴ و ۲۱/۴ و ۱۲) پس اس محاورہ کے مطابق اس آیت کا یہہ ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابراہام پیدا ہوا میں تھا۔ بہت درست صحیح ہے جسکو بہت سے مستند علماء تثلیثی نے بھی قبول کیا ہے۔ افسوس کہ اس میں ہوں یا میں تھا کو ہوریب والا۔ میں وہ ہوں جو میں ہوں۔ ناکامی کے ساتھ بنایا جاتا ہے تاکہ مسیح کو یہوواہ قدوس کہا جاوے۔ ذرا مان لو کہ دراصل مسیح کی مراد۔ میں ہوں سے یہوواہ تھی۔ اور دیکھو کہ مسیح کا قول کیسا مہمل اور بے معنے ہو جاتا ہے۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام تھا۔ میں ہوں۔ سمجھا ویگا۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام تھا۔ یہوواہ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنے بجائے مسیح کے ابراہام یہوواہ ہو جاتا ہے۔ میں ہوں کا استعمال تو بہت عام ہے۔ اگر اوسکو یہوواہ کا مترادف سمجھنے لگیں۔ تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی باب کی آیت ۲۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں تو تم اپنے گناہوں میں مروگے۔ آیت ۲۸ جب تم ابن آدم کو اونچے پر چڑھاؤ گے۔ تب تم جانو گے کہ میں ہوں۔ اور اس میں ہوں کے ساتھ مسیح یہوواہ ہونے کا نہیں بلکہ اپنی عبودیت کا یوں اقرار کرتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا۔ اگر جو باپ نے مجھے سکھلایا۔ اور دیکھو اوس نے اونہیں کہا۔ میں ہوں ڈرو مت۔ (یوحنا ۶/۲ اور ۱۸/۸-۴) میں میں ہوں۔ اگر یہوواہ کا نام ہے۔ تو افسوس کہ اس جنم کے اندھے نے جسے مسیح نے چنگا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ اپنی زبان سے نکالا جب اوس نے اُن لوگوں کے جواب میں جو اوس کی صحت تشخیص پر شک کرتے تھے کہا۔ میں ہوں (یوحنا ۹/۹) ہاں اگر میں ہوں۔ یہوواہ کا خطاب ہے تو جھوٹے مسیح جنکی نسبت ہمارے خداوند نے فرمایا کہ وہ کہیں گے۔ میں ہوں۔ (مرقس ۱۳/۱۶ و لوقا ۲۱/۸) دعوے الوہیت کریں گے۔

یہ کہ اس آیت میں نہ تو مسیح نے اپنی ازلی وابدی ہونے کا دعوے کیا ہے اور نہ آپ کو ہو ربیع الامیں ہوں۔ جو میں ہوں بنایا۔ خود علمائے تثلیثی کی شہادت سے ثابت ہے۔ پادری پیرڈیوڈسن صاحب اپنے رسالہ Opinions Concerning Christ باب ۳ فصل ۲۔ دفعہ ۳ میں کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اس قول کے معنے یہ ہیں کہ۔ مسیح میں ہوں تھا۔ مگر بعض تثلیثی مفسرین ان الفاظ کے معنے کو اس حد تک کھینچ لیجانے پر راضی نہیں ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ انکا مفہوم گویا یہی ہے کہ پیشتر اسکے کہ ابراہام تھا۔ میں تھا۔ یہ تو بہر حال ثابت ہوگیا کہ مسیح نے ازلیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا دعوےٰ کیا اور نہ آپ کو یہوواہ کہا۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ اوس نے برخلاف اسکے اپنی اسی تقریر میں اسی باب میں اپنی انسانیت کا بہت صاف اقرار کیا۔ وہ اُن یہودیوں سے کہتا ہے۔ تم مجھے قتل کیا چاہتے ہو۔ جو ایسا شخص (آدمی) ہے کہ حق بات جو میں نے خدا سے سنی تمہیں کہی۔ (یوحنا ۸/۴۰)۔ مگر چونکہ یہ لکھا ہے۔ کہ جب یسوع نے اُنسے کہا پیشتر اس سے کہ ابراہام ہوا میں ہوں۔ تب اُنہوں نے پتھر اوٹھائے کہ اوسے ماریں پر یسوع نے اپنے تئیں پوشیدہ کیا۔ مؤلف مسیح ابن اللہ کہتا ہے۔ دیکھیئے۔ یہودیوں نے ایسے بیان کا اصلی مطلب سمجھا۔ اور وہ دعوےٰ جو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ پہچانا۔ مگر اپنے ذاتی تعصب اور غضب سے پتھر اوٹھائے کہ۔ اوسے ماریں۔ (حاشیہ ص۵) کیا ہم ان دشمن یہودیوں کے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ہمارے خداوند پر پتھر اوٹھا کر ہمکو اوس کی الوہیت کا ثبوت دیا۔ ہمارے مخاطب سمجھتے ہیں کہ یہودی مسیح کو مارنے کا قصد ہمیشہ اسکی دعوےٰ الوہیت ہی کو سنکر کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔

یہودیوں نے مسیح سے حقارت اور غصہ سے پوچھا تھا۔ کیا تو ہمارے باپ ابراہام سے بزرگتر ہے۔ (آیت ۵۳) وہ ناصرت کے نبی کو ابراہام سے بزرگ ماننا ہرگز نہیں چاہتے تھے وہ جلتے تھے رشک کھاتے تھے۔ انکے نزدیک ابراہام سب سے بزرگ تھا۔ اُن کو صرف یہ سننا کہ مسیح ابراہام سے بزرگتر ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ مسیح کو سنگسار کرنے کے لئے کافی سے زیادہ تھا۔ وہ ایسے تعصب میں غرق تھے کہ مسیح نے اسوقت اُنکے درمیان زیادہ کلام کرنا مناسب نہ جانا۔ مسیح کی ایام میں ایسا کئی مرتبہ ظہور میں آیا۔ جب ناصرت کے عبادت خانہ میں مسیح نے وعظ کیا۔ تو یہودی اوس کی باتوں کو سنتے ہی غصہ سے بھر گئے۔ اور اوسے پہاڑی کی چوٹی پر لے چلے کہ اوسے سر کے بل گراویں۔ (لوقا ۴/۲۸ و ۲۹) جب مسیح نے بہت کے روز ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفلوج کو چنگا کیا۔ تو یہودیوں نے یسوع کو ستایا اور اسکے قتل کی گھات میں
کیونکہ اوس نے یہ کام سبت کے روز کیا۔ (یوحنا ۵/۱۶) یہودی اسبات سے ان
تھے۔ کہ خلقت مسیح کے پیچھے ہوئی جاتی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ ہم کیا کریں کہ یہ مرد
معجزہ دکھاتا ہے۔ اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اسپر ایمان لا وینگے۔ بہتر
ایک آدمی قوم کے بدلے مرے۔ نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔ (یوحنا ۱۱/۴۸ و ۵۰)
اونکتے کو ٹہیلتے کا بہانا اون کے پتھر اوٹھانے یا قتل کرنے کے منصوبوں کے۔ یہ
چلا لی حضرت داؤد کا قول مسیح کے حقمیں پورا ہو چکا۔ انہوں نے کینہ کی بات
سے مجھ کو گھیر لیا۔ وہ بے سبب مجھ سے لڑتے ہیں۔ اور دیکھو صفحہ ۴۲ "رسالہ
کے صفحہ ۴۳ میں جو مسٹر اکبر مسیح نے کہا ہے اسکا خلاصہ کہ یہودیوں نے مسیح کی کلام کے صحیح
معنے سمجھ کر انکو مدعی الوہیت نہیں جانا تھا۔ بلکہ پتھر اٹھانے کے لئے اُنہوں نے ایک
بنا لیا تھا کہ یہ مدعی الوہیت ہے۔

ازانجملہ پانچواں مقام یوحنا ۵/۱۷ ہے جس کا یہ بیان ہے اور اے
باپ اب تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے بیشتر تیرے
ساتھ رکھتا تھا۔ بزرگی دے۔ جسکو ڈپٹی آتھم نے فہرست ۲۵۔ مئی میں نقل کیا۔
اور اسکے اس لفظ سے کہ "دنیا سے پیشتر جلال رکھتا تھا۔ مسیح کی ازلیت نکالی ہے
مگر یہ ڈپٹی آتھم کی صرف غلط فہمی ہے۔ صرف دنیا سے پیشتر ہونا ازلیت ثابت
نہیں کرتا۔ ازلیت وہ ہے جسکی کوئی ابتدا نہ ہو۔ جو اس مقام مفقود ہے۔ بلکہ اس آیت
کے مابعد کی آیات ثابت کر رہی ہیں کہ یہ جلال اور جو کچھ مسیح کو دیا گیا ہے۔ خدا کی
طرف سے دیا گیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کو دیجاتی ہے وہ حادث ہوتی ہے
اور غیر ذاتی نہ قدیم و ازلی۔ اس آیت کے بعد آیت ۶ وغیرہ میں یوں لکھا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۶) میں نے تیرے نام کو اُن آدمیوں پر جنہیں تو نے دنیا میں سے مجھے دیا ظاہر کیا ہے۔ وے تیرے تھے اور تو نے انہیں مجھے دیا ہے۔ (۷) اور انہوں نے تیری کلام پر عمل کیا ہے۔ اب اُنہوں نے جانا ہے کہ سب چیزیں جو تو نے مجھے دیں تیری طرف سے ہیں۔ (۱۰) اور سب میری تیری ہیں۔ اور تیری میری ہیں۔ اور میں ان سے بزرگی پاتا ہوں (۱۱) میں دنیا میں آگے نہ رہونگا پر وے دنیا میں ہیں۔ اور میں تجھ پاس آتا ہوں اے قدوس باپ اپنے ہی نام سے اونہیں جنہیں تو نے مجھے بخشا حفاظت سے رکھ تاکہ وے ہماری طرح ایک ہو جائیں (۱۲) جب تک کہ میں اونکے ساتھ دنیا میں تھا تب تک میں نے تیرے نام سے اُنکی حفاظت کی۔ بلکہ جنہیں مجھے دیا ہے میں نے اُنکی نگہبانی کی۔ اور کوئی اُن میں سے سوائے ہلاکت کے فرزند کے ہلاک نہیں ہوا۔ تاکہ نوشتہ پورا ہووا۔ (۱۸) جسطرح تو نے مجھے دنیا میں بھیجا میں نے بھی اونہیں دنیا میں بھیجا ہے (۱۹) اور اُنکے واسطے میں اپنی تقدیق کرتا ہوں تاکہ وے بھی سچائی سے مقدس ہوں (۲۰) میں صرف اُنہیں کے لئے نہیں بلکہ اُنکے لئے بھی جو انکی کلام سے مجھ پر ایمان لاوینگے عرض کرتا ہوں (۲۱) تاکہ وے سب ایک ہوویں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور میں تجھ میں کہ وے بھی ہم میں ایک ہوں۔ تاکہ دنیا ایمان لاوے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ (۲۲) اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے۔ میں نے انہیں دیا ہے۔ تاکہ وے ایک ہوں جسطرح سے کہ ہم ایک ہیں۔ (۲۳) میں اُن میں اور تو مجھ میں تاکہ وے ایک ہوکے کامل ہوویں۔ اور کہ دنیا جانے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جسطرح کہ تو نے مجھے پیار کیا ہے۔ تو نے اونہیں بھی پیار کیا ہے۔ (۲۴) اے باپ میں چاہتا ہوں کہ وے بھی جنہیں تو نے مجھے بخشا ہے۔ جہاں میں ہوں میرے ساتھ ہوویں تاکہ وے میرے جلال کو جو تو نے مجھے بخشا ہے۔ دیکھیں کیونکہ تو نے مجھے دنیا کی پیدائش سے آگے پیار کیا ہے۔ ان آیات میں جو صفت مسیح نے اپنے لئے تجویز کی۔ ہے۔ اسکو خدا کی طرف سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اسکی ہی ہی صفت کہا ہے۔ اور اس میں اپنے پیروان کو بھی شامل کر لیا ہے۔ ایسی
صفت کوئی بیان نہیں ہوئی جو ازلی ہو۔ اور مسیح کے ذاتی جسمیں کوئی اور مخلوق مسیح کا شریک
از انجملہ چھٹا مقام یوحنا ۱/۳ و ۱۰ جسمیں یہ بیان ہے سب چیزیں اُ
سے موجود ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اسکے ہوئی۔ وہ جہان میں تھا۔ اور جہان
اسی سے موجود ہوا۔ اور جہان نے اسے نہ جانا۔

اور ساتواں مقام عبرانی ۱/۲ و ۳ ہے جسمیں یہ بیان ہے۔ ان
آخری دنوں تم سے بیٹے کے وسیلہ سے۔ بولا جس نے اوس کو ساری چیزوں کا وا
ٹھیرایا۔ اور جسکے وسیلہ سے اُس نے عالم بنائی وہ اسکے جلال کی رونق ہے۔ اور اُسکی
ماہیت کا نقش ہو کے سب کچھ اپنی ہی قدرت کی کلام سے سنبھال لیتا ہے۔

اور آٹھواں مقام تلسی ۱/۱۵ و ۱۶ و ۱۷ ہے جسمیں یہ بیان ہے ج
اَن دیکھے خدا کی صورت ہے۔ وہ ساری خلقت کا پلوٹھا ۱۶۔ کیونکہ اسی سے
ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر ہیں اور دیکھی اور اَن دیکھی کیا تخت کیا حکومتیں
کیا ریاستیں کیا مختاریاں پیدا کی گئی ہیں۔ ساری چیزیں اوسی سے اور اس کے لئے
پیدا ہوئیں۔ اور وہ سب کے آگے ہے۔ اور اوسی سے ساری چیزیں
بحال رہتی ہیں۔

اور نواں مقام افسی ۳/۵ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے۔ کہ خدا نے
سب کچھ یسوع مسیح سے پیدا کیا۔

ان چار مقامون کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ ۲۵ رمئی ۱۸۹۳ء کی
فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور ان سے مسیح کا خالق مخلوقات اور محافظ کل ہستی ہونا نکالا
ہے۔ مگر ان مقامات سے مسیح کی خالق اور محافظ ہستی ہونا نکالنا عبداللہ آتھم ہی کا
کام ہے جو پیرانہ سالی کے سبب مختل الحواس ہو رہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان مقامات سے تو مسیح کے خالق ہونے کی نفی نکلتی ہے۔ نہ اثبات پہلے مقام (یوحنا ۱/۱ و ۳ و ۱۰) میں اولاً آیت ۳ میں گو مجملاً کہا گیا ہے۔ کہ اس سے سب چیزیں موجود ہوئیں۔ مگر اخیر آیت میں صاف تصریح سے کہا گیا کہ وہ جہان میں یعنے مخلوقات میں تھا۔ اور وہ منجملہ مخلوقات جہان ایک مخلوق تھا۔ مگر ایسا مخلوق کہ اور مخلوقات کا مبدا تھا۔ کیونکہ اُور جہان اوسی سے ہوا۔ یعنے اُسکے بعد سلسلہ مخلوقات اسی سے چلا جسکو مصنف کتاب مذکور یوحنا نے آپنے مکاشفات ۳/۱۴ میں یوں تشریح کرکے ادا کیا کہ وہ خدا کی خلقت کا مبدا ہے۔ اور تیسرے اور چوتھی مقام (کلسی ۱/۱۵ وافسی ۳/۹) میں اسکو صاف اور تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ خلقت کا پہلوٹا ہے۔ اور خدا نے مسیح سے سب کچھ پیدا کیا۔

پھر ڈپٹی عبداللہ آتھم کا ان مقامات سے مسیح کی خالقیت نکالنا محتمل الحو اسی نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت مسیح کی نسبت عیسائیوں کا یہ دعوے کہ وہ مبدء خلق ہیں۔ ایسا ہے جیسا بعض اہل اسلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبت کہا ہے۔ کہ سب سے پہلے آپ ہی کا نور خدا نے پیدا کیا تھا۔ پھر اوسی سے سارا جہان پیدا ہوا۔ جس سے کوئی شخص آنحضرت صلعم کا خالق ہونا نہیں نکال سکتا۔ پھر ایسے ہی دعوے سے جو مسیح کی نسبت ہوا ہے اسکا خالق ہونا کیونکر نکالا جاسکتا ہے۔

اس تیسرے مقام میں جو مسیح کی نسبت یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ ساری چیزیں اوسی کے لئے پیدا ہوئیں یہ ایسا ہی دعوے بعض اہل اسلام نے آنحضرت صلعم کی نسبت کیا ہے۔ اور خدا تعالے کا یہ قول نقل کیا ہے۔ **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا** یعنے اگر میں تم کو اے رسول پیدا نہ کرتا تو آسمان اور دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس پھر اگر دعوے سے مسیح کی خالقیت ثابت ہوتی ہے۔ تو اسکے پہلے مستحق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرت صلعم ہیں۔ اس مقام سوم میں جو کہا گیا ہے کہ۔ اسی سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔ پھر اس بناء پر دعوے کیا گیا ہے کہ مسیح مبدء و مادہ عالم ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی مبدء کی فرع باقی ہے۔ گویا وہ چیز باقی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت ہونا نہیں آتا کہ۔ مبدء اس چیز کی علت فاعلی ہے۔ پس اگر مسیح کو مبدء عالم فرض کیا جاوے تو۔ آسے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عالم کا محافظ وقیم اور اسکے وجود کی علت فاعلی ہے۔ اس عالم کا محافظ وقیم ومفیض الوجود تو وہی ذات واجب الوجود ہے جس نے اس عالم اور اسکے مبداء کو پیدا کیا ہے۔

اب رہا دوسرا مقام عبرانی ۳/۲؎ ۱۲ سو وہ بھی مسیح کے خالق ہونے کی نفی کرتا ہے نہ اثبات۔ اسمیں بھی صاف تصریح ہے۔ کہ خدانے مسیح کے وسیلہ سے عالم بنائی مسٹر عبد اللہ آتھم نے آنکھ بند کرکے اس مقام سے مسیح کا خالق ہونا نکالا ہے۔ اور لفظ خدا اور لفظ وسیلہ کو اونکی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ **ع** پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند۔

اس مقام دوم میں جو مسیح کو خدا کی ماہیت کا نقش کہا گیا ہے۔ اور مقام سوم میں خدا کی اندیکھی صورت۔ اسکو اگرچہ مسیح کی خالقیت سے کوئی تعلق نہیں تاہم دونو لفظ بحث کے لائق ہیں۔ سو اس باب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ صرف مسٹر اکبر مسیح کی تحقیق کو پیش کردینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ سے کوئی ناواقف عیسائی یہ نہ سمجھ لے کہ۔ مسیح کی صورت مرئی خدا کی اصلی صورت تھی۔ اور اس کی ماہیت (انسانیت) خدا کی ماہیت تھی۔

مسٹر اکبر مسیح رسالہ تنقیح کے صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں مسیح کو خدا نہیں کہا۔ بلکہ اندیکھے خدا کی صورت کہا ہے۔ جب خدا کا جوہر ذاتی اور اس کی ماہیت اصلی نادیدنی ہے (امثلہ ۱۶/۶) تو کوئی صورت دیدنی خدا کی شبیہ تامہ

© rasailojaraid.com

نہیں ہو سکتی۔ کس طرح بھلا کوئی دیدنی صورت نادیدنی خدا کے برابر ہو سکتی ہے۔؟ تم ہی بتلاؤ کیا کبھی کوئی صورت اس شئے کے برابر ہو سکتی ہے جسکی وہ صورت ہو کیا تم اپنی تصویر کو اپنے برابر سمجھتے ہو۔ پھر کتنی بڑی نافہمی ہے کہ ان دیکھے خدا کی دیکھی صورت کو بھی خدا کہیں۔ کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ۔ آدم کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (پیدایش ۱/۲۷) کیا نہیں لکھا ہے کہ۔ مرد خدا کی صورت اور اسکا جلال ہے (۱ کر ۱۱/۷) سب آدمی خدا کی صورت پر پیدا ہوئے (یعقوب ۳/۹) تو کیا مسیح خدا کی صورت اور اسکے جلال کی رونق ہونے سے خدا ہو جائے گا۔ خدا کی صورت اور اسکا جلال سب ہیں۔ اگر صورت مختلف درجہ کی ہوتی ہے۔ مسیح خدا کی نہایت درجہ پاک و نفیس صورت ہے۔ اس سے بہتر ہمارے گمان میں ممکن نہیں۔ ہاں وہ خدا کا بہت صاف فوٹوگراف ہے۔ اسلئے جس نے اوسے دیکھا اوس نے خدا کو دیکھا۔ مگر یاد رکھو کہ وہ صرف خدا کی صورت ہے۔ خدا نہیں ہے۔

پھر صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں یہ کہنا کہ ایک شخص دوسرے کی صورت میں ہے۔ یہ نہیں کہا ہے کہ دونو شخص برابر یا ایک ہے۔ بلکہ مراد ہمیشہ یہی ہوتی ہے۔ بعض خاص امور میں ایک دوسرے کی مشابہہ ہے۔ کیونکہ دیکھئے بعینہ یہی الفاظ آیت ۷ میں یوں آئی ہے۔ اوس نے خادم کی صورت پکڑی ٭

ڈاکٹر وھیٹلے اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بہت سے مفسرین سمجھتے ہیں کہ خدا کی صورت سے رسول کا مطلب تھا۔ کہ مسیح در اصل اور در حقیقت خدا تھا۔ گو کہ یہ ایک

٭ یہ لفظ جو ہیں۔ اور انسان کی شکل بنا۔ اور آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر آپ کو پست کیا۔ یہ مسیح کی بھی انسانیت کی نفی نہیں کرتے۔ بلکہ مراد اس سے صرف یہ ہے کہ۔ مسیح انسانوں میں ظاہر ہو کر کوئی جلیل القدر بادشاہ یا کوئی صاحب ثروت و شوکت شخص نہیں تھا۔

© rasailojaraid.com

حقیقت مسلمہ ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اس جملہ کا یہ مطلب نہیں۔ او شے جارڈلیلوز سے یہ امر ثابت کیا ہے اور دلیل دوم میں لکھا ہے کہ یہ قول خدا کی صورت سے ماہیت الٰہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس قول سے کہ خادم کی صورت سے خادم کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے۔ کچھ زیادہ پائیدار نہیں ہے" مسیح در اصل خادم نہ تھا بلکہ اپنی پست حالت میں خادم سا نظر آتا تھا۔ اسی طرح مسیح خدا ہی نہ تھا۔ بلکہ صرف خدا کی صورت تھا۔ اور اپنی جلالی ہستی میں خدا نہیں۔ بلکہ خدا سا نظر آتا تھا۔ کیونکہ خدا کے بعد مسیح کے سوا کسی دوسرے کو یہ درجہ عطا نہیں ہوا"

پھر مسٹر اکبر مسیح نے عیسائی ہونے کی وجہ سے یہ کہا ہے مسلمانوں کے نزدیک یہ دعوے غلط ہے مسلمان بھی اعتقاد آنحضرت صلعم کی نسبت رکھتے ہیں ر ۵ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

پولوس کے تینوں خطوں عبرانی و افسی و قلسی کے جواب میں جو کچھ ہم نے یا مسٹر اکبر مسیح کہا ہے وہ ان خطوط کو الہامی فرض کر لینے کی صورت میں جواب ہے ۲ دوم اگر ہم اُن خطوں کا الہامی ہونا تسلیم نہ کریں تو ہم کو اُن جوابات کی جگہ یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ حضرت پولوس نے جو کہا ہے۔ انکی من گھڑت ہے۔ لہٰذا وہ لایق اعتبار نہیں۔

مسٹر اکبر مسیح تو صرف عبرانیون کے نام نامہ پولوس کو الہامی نہیں مانتے۔ اور اپنے رسالہ کے حاشیہ صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ مثل مرکاشفات کے ہم اس خط کو بھی رسولی تصنیف نہیں سمجھتے بہت سے تثلیثی عالم ہمارے ہم خیال ہیں۔ مگر چونکہ یہ خط انجیل میں بھی شامل ہے۔ اور اکثر لوگ اس کو مقدس پولوس کی تحریر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس پر بھی بحث کرنا ضروری ہوا۔ اس خط کا مصنف چاہے کوئی ہو۔ مگر وہ مسیح کو خدا نہ مانتا تھا"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہم پولوس کی کسی کلام یا تحریر کو الہامی نہیں مانتے اور اس پر منجملہ دلائل عدیدہ ایک یہ دلیل اسی پولوس کے اقوال ذیل پیش کرتے ہیں آپ اپنے نامہ اول قرنتیون کے باب ۹ میں فرماتے ہیں۔ ۱۹ اباوجودیکہ میں سب سے آزاد ہوں آپ کو سب کا غلام ٹھیرایا۔ تاکہ بہتیروں کو نفع میں پاؤں ۲۰ میں یہودیوں کے درمیان یہودی سا بنا تاکہ میں یہودیوں کو نفع میں پاؤں شریعت والوں میں شریعت والا تاکہ شریعت والوں کو نفع میں پاؤں (۲۱) اور بے شریعت لوگوں میں بے شریعت سا (ہرچند میں خدا کے نزدیک بے شریعت نہیں ہوا بلکہ مسیح کی شریعت کا تابعدار تھا۔) تاکہ میں بے شریعت لوگوں کو نفع میں پاؤں (۲۲) کمزوروں میں کمزور سا بنا تاکہ کمزوروں کو نفع میں پاؤں۔ میں سب آدمیوں کیواسطے سب کچھ بنا تا۔ کہ ہر ایک طرح سے کتنوں کو بچاؤں۔ (۲۳) اور میں یہ سب انجیل کے واسطے کرتا ہوں۔ تاکہ میں تمھارے ساتھ اسمیں شریک ہوں۔ اور آپ نامہ دوم بنام قرنتیوں کے باب ۱۱ میں فرماتے ہیں۔ ۱۷ جو کچھ میں کہتا ہوں سو خداوند کے راہ سے نہیں۔ بلکہ بے وقوفی کی راہ سے۔ اور اس استقلال سے جو فخر کے ساتھ ہوتا ہے کہتا ہوں۔ ۱۸۔ ازبسکہ بہت لوگ جسمانی طور پر فخر کرتے ہیں۔ تو میں بھی فخر کرونگا۔ کیونکہ تم بے وقوفوں کی برداشت خوشی سے کرتے ہو۔ اسلئے کہ آپ عقلمند ہو" یہ قول حضرت پولوس کا گویا اس پہلے قول کی شرح ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ اون لوگوں کے سامنے جو بیوقوفوں کی بات کی برداشت کرتے ہیں آپ بے وقوف بنگئے تھے۔ اب اگر ہم اُس کلام $\frac{11}{17}$ کو واقعی اور سچا کلام سمجھیں تو اس ماننا پڑتا ہے۔ کہ جو کچھ پولوس نے کہا ہے وہ بے وقوفی کا کلام ہے۔ الہامی نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس کلام کو واقعی نہ سمجھیں اور پولوسی پالیسی خیال کریں کہ اُنہوں نے عقلمند ہو کر اپنے آپ کو بے وقوف ٹھیرایا۔ تو یہ کلام جھوٹا ٹھیرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر ایسے جھوٹے کی کسی بات کا اعتبار ہے۔

اس سے بڑھکر اور سنو آپ رومیوں کے خط کے باب ۳ میں فرماتے ہیں۔ ۷۔ پھر اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اسکے جلال کے لئے ظاہر ہوئی تو مجھ پر کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے۔

اور آپ فلپیوں کے نام خط کے باب اول کے ۱۸۔ آیت میں لکھتے ہیں پس کیا ہے ہر طرح سے مسیح کی خبر دیجاتی ہے۔ خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے "یہ اقوال صاف بتاتے ہیں کہ آپ مسیح کے لئے نیک نیتی سے جھوٹ بھی بول لیا کرتے پس ایسے شخص کی بات کا کیا اعتبار ہے۔ اور کیوں جائز نہیں کہ جو کچھ اپنے مسیح کی تعریف میں کہا ہے اُسمیں جھوٹ ہی سے کام لیا ہو الہام کا اسمیں کچھ بھی دخل نہو۔

از انجملہ دسواں مقام عبرانی ۱۳/۸ ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ۔ یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکسان ہے جسکو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے فہرست پرچہ ۲۵ مئی میں نقل کیا ہے۔ اور اسکے ساتھ عبرانی ۱/۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ اور زبور ۱۰۲/۲۵ و ۲۶ و ۲۷ کا حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نکالا ہے کہ مسیح کی ذات لاتبدیل ہے۔ مگر اے حضرات ناظرین یہ پولوس کا خط بنام عبرانیاں ہے جس کا حال ابھی مذکور ہوا۔ ولہذا اسکی نسبت کوئی خاص اسلامی رائے ظاہر کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تاہم عیسائیوں کے پاس خاطر سے اُسکی نسبت رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اس سے مسیح کی ذات کا لاتبدیل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ انکے دین اور نیک۔ اخلاق اور ہدایت کا جسکو روحانی بادشاہی کہا گیا ہے۔ کیونکہ عبرانی ۱/۸ و ۹ میں جسکا اس خط عبرانی ۱۳/۸ کی تفصیل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ الہی بادشاہی کا ذکر ہے۔ نہ ذات مسیح کا اس کی عبارت یہ ہے ۸۔ مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ۔ اے خدا تیرا تخت ابد تک ہے۔ راستی کا عصا تیری بادشاہت کا عصا ہے۔ ۹۔ تو نے راستی سے الفت اور بدی سے عداوت رکھی۔ اسی سبب سے اے خدا تیرے خدا نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا۔ ۱۰۔ اور یہ کہ اے خداوند تو نے ابتدا میں زمین کی نیو ڈالی۔ اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں وے سب نابود ہو جاوینگے۔ پر تو باقی ہے۔ اور وے سب پوشاک کی مانند پرانے ہونگے۔ ۱۲۔ اور چادر کی طرح تو انہیں لپیٹیگا۔ اور وے بدل جائینگے پر تو وہی ہے۔ اور تیرے برس جاتے نرہینگے۔

ان آیات میں سے آیت ۸ صاف بتاتی ہے کہ مسیح کی بادشاہی اور تخت کو ہمیشہ رہنے والا کہا ہے۔ نہ اسکی ذات کو لہذا یہ آیت عبداللہ آتھم کے دعوے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ شاید یہاں یہ سوال ہو کہ ان آیات میں مسیح کو خدا کہا گیا ہے۔ اس قول کا جواب مسٹر اکبر مسیح نے کافی دیدیا ہے۔ اسمقام میں نقل کر دینا کافی ہے آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ (عبرانیوں کو خط $\frac{1}{\text{۸ و ۹}}$) اس آیت کی یونانی متن ذو معنے ہے۔ اور مترجمین میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر ولیم شرلاک اپنے رسالہ Vindication of the Trinity۔ صفحہ ۲۰۰۔ میں فرماتے ہیں کہ جملہ زیر بحث میں لفظ خدا اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور منادی بھی ڈاکٹر ارلسیمس کہتا ہے کہ۔ یہ مشتبہ ہے کہ ذیل کے ترجموں میں سے کونسا ترجمہ درست معنے ادا کرتا ہے۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ یا خدا ہی تیرا تخت ہے ابد تک کیونکہ یونانی متن ذو معنے ہے۔ وکلف کا ترجمہ۔ خدا تیرا تخت ہر ابد تک۔ ٹنڈل کا ترجمہ۔ خدا تیرا مسند ہوگا ابد تک۔ گریسباخ کے متن کا ترجمہ خدا ہے تیرا تخت ابد تک۔ روزن ملر کہتا ہے بعض اہل کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ خدا ہے تیرا تخت یعنے تیرے تخت یعنے سلطنت کو خدا ابد تک سنبھالیگا۔ کیونکہ تخت سے اکثر از روئے استعارہ سلطنت مراد ہوتی ہے۔ اور ایک نئے استعارہ سے خدا کو تخت کہا۔ کیونکہ وہ اس سلطنت کا موجد اور حامی ہے۔ اسی طریق سے نبی ملہم بسا اوقات

© rasailojaraid.com

خدا کو چٹان اور قلعہ اور اپنی خوشی کہتا ہے۔ یعنے اپنے امن اور خوشی کا موجد۔ یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ عبرانی ۱/۸ زبور ۴۵/۶ کا اقتباس ہے۔ اور بقول جان کالون و دیگر مفسرین زبور ۴۵ یقیناً حضرت سلیمان کی شان میں تصنیف ہوا تھا۔ اور حضرت سلیمان کی نسبت خدائے پاک کا وعدہ ہوا تھا۔ کہ میں اس کی سلطنت کو قائم رکھونگا۔ وہ میرے لئے گھر بناوے گا۔ اور میں اسکا تخت ابد تک پائدار رکھونگا۔ میں اسکا باپ ہونگا۔ اور وہ میرا بیٹا ہوگا (۱ تواریخ ۱۷/۱۱ و ۱۴) پس آیت متنازعہ کے یہ معنے خدا ابدی۔ تیرا تخت ہے ابد تک قرین قیاس ہیں۔ قطع نظر اسکے اگر ہم ترجمہ مروجہ قبول بھی کرلیں تو بھی ہم نہیں جانتے کہ اوس سے الوہیت مسیح کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس زبور میں ابتداءً حضرت سلیمان کو خطاب کیا گیا تھا۔ جو کچھ اسمیں لکھا ہے وہ سب حضرت سلیمان کی نسبت ہے۔ جو اسرائیل کے ایک بڑے جلیل القدر بادشاہ اور نبی تھے۔ عبرانیوں کے خط میں وہ آیات اسی زبور سے لئے گئے ہیں۔ اگر واقعی اوس زبور میں حضرت سلیمان کو لفظ خدا سے خطاب کیا ہے تو ضرور کسی مجازی و ادنے معنے میں کیا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے ساتھ ہی لکھا ہے خدا تیرے خدا نے تجھے ممسوح کیا۔ یہ ممسوح کسی طرح اپنے قادر مطلق خدا کا ہمسر نہیں ہوسکتا جو اوسکو ممسوح کرتا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں لفظ خدا مجازی طور پر نبیوں اور دوسرے اسرائیلی بزرگوں کی نسبت استعمال کیا گیا ہے*۔ اگر حضرت سلیمان اسلئے

* اصل عبرانی الفاظ جنکا ترجمہ خدا ہوتا ہے۔ الوہیم اور ایل ہیں۔ عبرانی بیبل میں لفظ الوہیم ۲۵۵۵ دفعہ آیا ہے جسمیں سے ۲۴۵ آیات میں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لئے مجازاً ہوا۔ چنانچہ موسی (خروج ۷/۱ و ۴/۱۶) سموئیل کی روح (۱ سموئیل ۲۸/۱۳ و ۱۴) قاضی (خروج ۲۱/۶ و ۲۲/۸ و ۹ و ۲۸) اور دوسرے بادشاہ اور حاکم بھی (زبور ۸۲/۱ و ۶) مجازاً الوہیم کئے گئے ہیں۔ اسیطرح

© rasailojaraid.com

کہ سب سے پہلے اون کو اسطرح خطاب کیا گیا۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ خدا نہیں ہو سکتے۔ تو مسیح کیونکر اسلئے خدا ہو سکتے ہیں کہ بعد میں وہی خطاب ان سے منسوب کر دیا گیا۔ اگر محض وہ لفظ خدا مطلقاً الوہیت پر دال ہے۔ تو نہ صرف مسیح بلکہ اون سے پہلے حضرت سلیمان کو بھی خدا ہونا چاہیئے۔ دو نوں جگہ اس آیت کے ایک ہی معنے ہوں گے۔

مگر ابھی تو اسی میں شک ہے کہ۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ درست ترجمہ ہے۔ اس آیت کے کئی ترجمے کئے گئے ہیں۔ جیسا اوپر دکھلایا گیا۔ بہت سے نامور عبرانی دان کہتے ہیں کہ عبرانی عبارت کا درست ترجمہ یہہ ہونا چاہیئے۔ تیرا خدا کا یعنے تیرا خدا کا دیا ہوا* تخت ابد تک ہے۔ کہ یہی معنے درست ہیں۔ اور بطریق النسب عبرانی عبارت کی ایسی تعبیر کی جاتی ہے۔ ہمارے ریوائیزڈ ورشن کے مترجمان تسلیم کرتے ہیں وہ زبور ۴۵-۶ کا ترجمہ مروجہ متن میں لکھ کر اوس عبارت کا دوسرا ترجمہ حاشیہ پر یہہ لکھتے ہیں یا تیرا تخت خدا کا تخت ہے۔ پس لازم ہوا کہ اصل عبرانی کے موافق عبرانیوں کے خط میں بھی اس اقتباس کو درست طور سے یوں پڑہیں۔ تیرا خدا کا دیا ہوا تخت ابد تک ہے کیونکہ یہاں یونانی کے درست معنے صحیح عبرانی پر منحصر ہیں۔ دیکھو اس میں مسیح کو کسی مجازی معنی میں بھی خدا نہیں کہا۔ بلکہ مسیح کو خدا تخت دیتا ہے۔ اس سے عبودیت ظاہر ہوتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۴۳) لفظ ایل کا بھی منجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی استعمال ہوا ہے۔ یسعیاہ ۹/۶ میں ہمارے مترجمان نے اس کا ترجمہ خدا کیا ہے۔ مگر جب بعینہ وہی لفظ نبوخدنضر بادشاہ وغیرہ کے حق میں آیا (حزقیل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱) تو اسکا ترجمہ انہوں نے زبردست یا زور آور کر دیا درست طور سے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کرنا واجب ہے یعنے زبردست حاکم یا بادشاہ۔

* اینڈلٹ لیسز صاحب پرانے عہد نامہ کے ترجمہ میں بھی قبول کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کہ الوہیت۔

ہم نے اوپر ثابت کیا کہ۔ اگر بالفرض مسیح کو مصنف خط عبرانیاں مجازی طور سے خدا بھی لکھتا تو بھی مسیح کی الوہیت نہ ثابت ہوسکتی۔ اب دیکھو کہ مسیح کی الوہیت کے خیال کا ان آیات میں پورا ابطال ہو جاتا ہے۔ ذرا ان کلمات کو غور و توجہ سے پڑھو۔ اسی سبب سے خدا* تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ ممسوح کیا (عبر $\frac{1}{9}$ زبور $\frac{45}{7}$) کیا بزرگ خدا کا بھی کوئی خدا ہو سکتا ہے۔ کیا اوس بزرگ خدا کے شریک ہو سکتے ہیں۔ کیا خدا زیادہ ممسوح کیا جا سکتا ہے۔؟ پھر اگر در اصل مسیح حقیقی خدا ہے تو یہ سب کفر ہمکو قبول کرنا پڑے گا۔

اگر بالفرض اسمقام میں مسیح کو مجازی طور سے خدا بھی کہا ہوتا تو بھی کیا وہ اُسکے برابر ہو سکتا۔ جو اسکا (تیرا) خدا ہے۔ اور جو اوس کو اس کے شریکوں سے زیادہ ممسوح کرتا ہے۔ مگر عقل نہیں قبول کرتی۔ کہ ایسے مقام میں کسی کو جس کی نسبت خدا تیرے خدا کا مذکور آیا ہو۔ مجازاً بھی خدا کہا ہو۔ مگر یہ کتنے سنجیدہ اور پاکیزہ معنے ہیں کہ خدا قادر باپ اپنے جو ہماری نجات کے پیشوا مسیح کا خدا ہے۔ اوسکو اُسکے کُل شریکوں سے زیادہ ممسوح کیا۔ کیونکہ اگرچہ ہم سب خدا کے وارث اور میراث میں مسیح کے شریک ہیں (روم $\frac{8}{17}$) تاہم خدا نے اُسے بہت سرفراز کیا۔ اور اوس کو ایک ایسا نام بخشا جو سب ناموں سے بزرگ ہے۔ (فلپی $\frac{2}{9}$) تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹا ٹھیرے۔ (روم $\frac{8}{29}$)

ازانجملہ گیارہواں مقام مکاشفات $\frac{2}{23}$ ہے جسمیں یہ بیان ہے اور سارے کلیساؤں کو معلوم ہوگا۔ کہ میں وہی ہوں۔ جو دلوں کو اور گردوں کا

* بعض الوہیت کے معتقد اس جملہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اے خدا تیرا خدا۔ مگر یہ بالکل نادرست ہے۔ کیونکہ یہی الفاظ (زبور $\frac{45}{7}$) میں بھی آئے ہیں۔ اور وہاں ان کا ترجمہ یہی ہوا خدا تیرا خدا۔ اے کی گنجائش نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جانچنے والا ہوں۔ جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے فہرست ۲۵ مئی میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے مسیح کا ہمہ دان ہونا نکالا ہے۔

مگر ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ کتاب مکاشفات یوحنا۔ عیسائیوں میں اتفاق کے ساتھ الہامی تسلیم نہیں کی گئی۔ لہذا ہم کو اُسکی نسبت کوئی نئی اسلامی رائے ظاہر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ تاہم مزید اہتمام افہام و افحام کے لیئے اُسکے رد والبطال کے لئے ایسے معارضات پیش کرتے ہیں۔ جنکو قبول کرنے میں عیسائیوں کو عذر و کلام نہیں ہے۔ اور اُنکے قبول کرنے سے عیسائیوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ۔ اس مقام مکاشفات میں جو مسیح کی نسبت کہا گیا ہے۔ وہ محض دروغ بے فروغ ہے

مرقس ۵/۲۵ وغیرہ و لوقا ۸/۴۳ وغیرہ میں بیان ہے کہ۔ مسیح کو ایک بیمار عورت نے پیچھے سے آکر چھوا۔ وہ بیماری سے اچھی ہوگئی۔ تو مسیح نے کو اسوجہ سے کہ اسمیں سے قوت نکل گئی۔ یہہ جان لیا کہ اوس کو کسی نے چھوا ہے۔ پر یہہ نہ جانا کہ کس نے چھوا ہے بناء علیہ اپنے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے کپڑوں کو کس نے چھوا ہے۔ اوس کے شاگردوں نے کہا۔ تو دیکھتا ہے کہ لوگ تجھ پر گرے پڑتے ہیں۔ پھر تو کہتا ہے۔ مجھے کس نے چھوا۔ تب اوس نے چاروں طرف نگاہ کی تاکہ اُسے جس نے یہہ کام کیا تھا دیکھے۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ وہ چھپتی نہیں تو وہ کانپتی ہوئی آئی۔ اور اقبالی ہوگئی"۔

یہہ قصہ صاف بتاتا ہے کہ۔ مسیح دلوں اور گردوں کے جاننے والے اور ہمہ دان نہ تھے۔ ہوتے تو فوراً اوس عورت کو جان لیتے۔ اور اوس کی بابت کسی سے سوال نہ کرتے۔

مسیح کا اتنا جان لینا کہ مجھے کسی نے چھوا ہے۔ ہمہ دانی و غیب دانی نہیں بلکہ یہ اپنی ذاتی و اندرونی قوت کو جاننا ہے۔ اور اس قوت کے نکل جانے سے کسی

© rasailojaraid.com

غیر متعین شخص کو جسنے انکو چھوا۔ اور انکی قوت کو نکال لیا۔ جان لینا ہے۔ اس عورت کے شفا پانے سے مسیح کی قوت کے نکل جانے سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح میں جو بیماروں کو اچھی کرنے کی قوت تھی۔ وہ معجزانہ اور وہبی اور غیبی نہ تھی۔ بلکہ کسبی اور عملی تھی۔ کیونکہ وہبی اور غیبی قوت ظہور تاثیر سے کم نہیں ہوتی۔ یہ قوت عملی اور کسبی کی شان ہے کہ جب عامل کثرت سے عمل کرتا ہے۔ تو وہ کم ہوجاتی ہے۔ یا بالکل معدوم ہوجاتی ہے۔

کرنل الکاٹ تھیوصوفیسٹ۔ جب ہندوستان میں آئے اور انہوں نے اس عمل کی قوت سے بیماریوں کو اچھا کیا۔ تو ایک مشہور جنٹلمین نے اپنے رسولی کا علاج ان سے کرانا چاہا۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ اب میری قوت کثرت عمل سے کم ہوگئی ہے۔ لہذا میں اسکا علاج نہیں کرسکتا۔ یہ بات اُن ہی دنوں اخباروں میں چھپ کر مشتہر ہوگئی تھی۔

عیسائی ان کتابوں کو الہامی اور آسمانی جانتے ہیں۔ تو انکو اس امر کی تسلیم سے کہ۔ مسیح کی قوت بالکل گئی۔ مسیح کے اس معجزہ سے انکار کرنا اور مسیح کو صرف ایک عامل ماننا پڑے گا۔ ہم اہل اسلام چونکہ ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کو قرآن اور حدیث نے تصدیق نہیں کیا یقین نہیں رکھتے۔ اور اس یقین سے حدیث لا تصدقوا اھل الکتٰب ولا تکذبوھم کو (جس کی شرح اشاعت السنۃ جلد (۱۱) میں ہوچکی ہے۔) مانع پاتے ہیں۔ لہذا ہمارا یہی ایمان و یقین ہے۔ کہ حضرت مسیح وہبی اور اعجازی طاقت سے اور خدا کے اذن سے بیماریوں کو اچھا کرتے تھے۔ اور اس قصہ کے مفہوم سے وہ معجزات مسیح سے انکار نہیں کرسکتے۔ عیسائیوں کو وہ انکار لازم ہے یا اسکا کافی جواب دینا ضروری ہے۔

اور مرقس ۱۴/۱۵ وغیرہ اور لوقا ۲۲/۶۴ میں ہے کہ ظالموں نے حضرت مسیح کی آنکھ
[illegible]

© rasailojaraid.com

تجھے کس نے مارا ہے۔ تو اس موقعہ پر بھی حضرت مسیح نے کسی کا نام نہ بتایا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مارنے والوں کو نہ جانا۔ جانتے تو ضرور اس موقع پر اون کے نام بتلاتے۔ اور اُن ظالموں کو شرمندہ کرتے۔ یہ قصہ بھی صریح دلیل ہے۔ کہ آپ ہمہ دان وغیب داں نہ تھے۔

اور مرقس ۱۳/۳۲ میں ہے کہ آپ نے قیامت کے حالات و علامات بیان کرکے صاف فرمایا۔ مگر اوس دن اور اسی گھڑی کی بابت سوائے باپ نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں۔ اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا۔ یہ بھی نص قطعی ہے کہ آپ ہمہ داں نہ تھے۔

اور انجیل لوقا ۶/۱۳ وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو بلا کر ان میں سے بارہ کو چن لیا۔ اور اس کا نام رسول رکھا۔ اور اُنکے حق میں یہ کلمات فرمائے۔ "(۲۰) مبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خدا کی بادشاہت تمہاری ہے۔ (۲۱) مبارک ہو تم جو اَب بھوکے ہو۔ کیونکہ آسودہ ہوگے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو۔ کیونکہ ہنسوگے۔ (۲۲) مبارک ہو تم جب ابن آدم کے لئے لوگ تم سے کینہ رکھیں۔ اور تمہیں خارج کر دیں۔ اور ملامت کریں۔ اور تمہارا نام برا جانکے نکالیں۔ (۲۳) اسدن تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو۔ اسلئے کہ دیکھو آسمان پر تمہارا بڑا بدلا ہے"

حضرت مسیح ان الفاظ میں شہادت دیتے ہیں کہ۔ وہ بارہ کے بارہ خدا کے مقبول، ومبارک ہوئے۔ اور آسمان پر انکا آجر لکھا گیا۔ حالانکہ ان بارہ میں سے ایک یہودا اسکریوطی بھی تھا۔ جو آخر مرتد ہوگیا۔ اور حضرت مسیح کو اُس نے پکڑ وایا۔ اور آسمان کی بادشاہت سے خارج ہوا۔

یہ فعل یہودا کا گو آخر حضرت مسیح کو معلوم ہوگیا تھا۔ اور آپ نے اشارۃً بتا بھی دیا تھا۔ چنانچہ لوقا ۲۲/۲۱ اور متی ۲۶/۲۱ و ۲۳ مرقس ۱۴/۱۸ یوحنا ۱۳/۲۱ وغیرہ میں آیا ہے۔ مگر اس انتخاب کے وقت آپ کو اس کا علم نہ ہوا تھا۔ ہوتا تو آپ یہودا کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشمول بارہ رسولوں کے آسمانی اجر کا مستحق نہ بناتے۔ اور اسکے حق میں یہ شہادت نہ دیتے
اس شہادت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ غیب دان اور ہمہ دان نہ تھے۔

از انجملہ بارہواں مقام متی ۱۸/۲۰ ہے جسمیں مسیحؑ کا یہ قول منقول ہے کہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں۔ وہاں میں اُن کے بیچ ہوں۔ اور متی ۲۸/۲۰ ہے جسمیں یہ قول مسیح کا اپنے شاگردوں کے خطاب میں منقول ہے۔ میں زمانہ کے تمام ہونے تک برابر تمہارے ساتھ ہوں۔ اور یوحنا ۱/۴۸ ہے جسمیں نتنی ایل کے خطاب میں مسیح کا یہ قول منقول ہے کہ۔ اس سے پہلے کہ فیلبوس نے تجھے بلایا۔ جب تو انجیر کے درخت کے تلے تھا میں نے تجھے دیکھا۔ اور یوحنا ۳/۱۳ ہے جسمیں مسیح کا یہ قول منقول ہے۔ کوئی آسمان پر نہیں گیا۔ سوائے اوس شخص کے جو آسمان پر سے اترا ہے۔ یعنے ابن آدم جو آسمان پر ہے۔ ان اقوال اربعہ کو مسٹر عبداللہ نے فہرست ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں نقل کیا ہے۔ اور ان سے مسیح کا حاضر و ناظر مکانی و زمانی ہونا نکالا ہے۔

مسلمان انکی نسبت یہ کہتے ہیں کہ۔ جو حاضری ناظری ان اقوال اربعہ میں ہوئی۔ وہ بعض اشخاص اور بعض وقتوں اور جگہوں سے مخصوص محدود ہے۔

پہلے قول کی حاضری ان لوگوں یا جماعت سے مخصوص ہے۔ جو مسیح کے نام سے اکٹھے ہوں۔ نہ ایسے وسیع جو مسیح کے منکروں کو بھی شامل ہو۔ **دوسرے** قول کی حاضری مسیح کے شاگردوں سے مخصوص ہے۔ جو اس قول کے مخاطب ہیں۔ نہ ایسے وسیع جو بجز شاگردوں کے اور عیسائیوں کو بھی شامل ہو۔ **تیسرے** قول میں صرف ایک شخص نتھنی ایل کو اسکے آنے سے پہلے مسیح کا دیکھ لینا بیان ہوا ہے۔ نہ یہہ کہ مسیح تمام جہان یا تمام عیسائیوں کو (جن میں وہ عورت بھی شامل تھی۔ جس نے اون کو چھوا اور اُن کو اُس کا پتہ نہ لگا۔) دیکھ لینا۔ **چوتھے** قول میں مسیح کا صرف آسمان پر جانا اور ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ زمین کی ہر طرف و جانب و محل و مکان میں۔ اور ایسی حاضری و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناظری مسیح کو خدا نہیں بنا دیتی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا حاضر و ناظر ہونا ایسا محدود و مخصوص نہیں ہے کہ وہ خاص خاص لوگوں اور خاص خاص جگہوں اور وقتوں میں محصور ہو۔

عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ ایسا محدود و مخصوص حاضر و ناظر ہونا آنحضرت صلعم کی امت کے ولیوں اور آپ کے غلاموں میں پایا گیا ہے۔* آنحضرت صلعم کے عالیجناب کا تو کیا ذکر ہے۔ باایں ہمہ آنحضرت کو خدا نہیں مانا گیا۔ تو حضرت مسیح کو ایسی محدود و مخصوص حاضری و ناظری سے کیونکر خدا مانا جاسکتا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کا جواب بھی اسکے قریب قریب ہے۔ وہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔" اگر مسیح کسی طور سے کسی محدود دائرہ میں حاضر و ناظر ہو بھی تو اس سے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ یہاں تو مسیح صرف دنیا کے آخر ہونے تک صرف عیسائیوں کے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر خدا تو ازل سے ابد تک ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر ہے۔ اور رہے گا۔ وہ ہے اور تھا اور آنے والا قادر مطلق ہے

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس محدود دائرہ میں بھی مسیح خدا کی طرح حاضر و ناظر نہیں ہے۔ ہاں وہ موجود ہے۔ مگر کن روحانی قواعد و طاقتوں کی بدولت ہم ٹھیک نہیں جان سکتے مگر یہ جانتے ہیں کہ بغیر خدا کیطرح حاضر و ناظر ہونے انسان کی روح کو بھی کچھ اسی قسم کی طاقت حاصل ہوسکتی ہے۔

کیا ہم متعجب نہیں ہوتے جب ہم مقدس پولوس کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ

میں نے تو جسم سے غیر حاضر پر روح سے حاضر ہو کر اسی طرح کہ گویا حاضر ہوں۔ اس پر جس نے ایسا کام کیا۔ یہ حکم دیا کہ تم اور میری روح اس شخص کو کلیسیا سے خارج کرو (۱ قر ۵/۳ و ۴) اگرچہ میں جسم کی نسبت سے دور پر روح کی نسبت سے تمہارے پاس ہوں

* یا ساری الجبل کا قصہ حدیث اور عقائد کی کتابوں میں۔ ادر اشاعت ! جلد ۷ نمبر (۱۰) میں ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(قلمی ۲/۵) اسی طرح حضرت الیشا کی نسبت لکھا ہے۔ کہ جب نعمان مبروص چنگا ہو کر اس سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ تو بنی کا خادم جیحازی چھپ کر اسکے پیچھے دوڑا گیا۔ اور اور اس سے بنی کے نام سے کچھ تحفہ لینے لئے حاصل کر لیا۔ مگر جب وہ الیشا کے سامنے آیا۔ اوس نے جیحازی سے کہا کہ۔ میرا دل اس وقت جسوقت وہ شخص اپنی گاڑی پر سے اُتر کر تیری ملاقات کو پھرا تیرے ساتھ نہ گیا تھا۔ (۲ سلا ۵/۲۶) اور کل ماجرا جو جیحازی اور نعمان کے درمیان گذرا۔ اسطرح بیان کیا۔ گویا بنی اپنے جسم کے ساتھ موجود تھا۔ جو جو روحانی طاقتیں انسان کو دیجا سکتیں ہیں انکی انتہا کون بشر تبلا سکتا ہے۔

جب روح میں ہو کر مسیح کے ایک رسول کو اس قسم کی قدرت حاصل تھی کہ وہ باوجود قید قفس عنصری کے اپنے شاگردوں کے درمیان جو اوس سے دور تھے۔ ایک قسم سے موجود ہو سکتا تھا۔ تو کیا تعجب کہ اس سے رسول کا اوستاد خداوند اپنے اس جسم کی نئی طاقتوں کی بدولت جو اوسکو قبر سے زندہ ہونے پر عطا ہوا تھا۔ اور جکی عجیب و غریب قوتیں شاگردوں نے (جی) شاہدہ کی تھیں۔ دنیا کے آخر ہونے تک ہمیشہ اون کے ساتھ ہو۔ مگر اس سے ہرگز یہ لازم نہیں کہ وہ خدا کی طرح حاضر و ناظر ہو جاوے۔ چنانچہ مشہور و معروف رومن کیتھلک فقیہ کارڈنل بلرائن کہتا ہے۔ کہ متی ۱۸ و ۲۰۔ ۲۸ و ۲۰ سے مسیح کی نسبت یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل اور امداد کے وسیلہ حاضر ہے جسکے لئے اظہر ہے۔ کہ اوسکی جسمانی حاضری درکار نہیں کیا ہم کو عموماً نہیں معلوم کہ آدمیوں کے درمیان بادشاہ کو اپنی کل سلطنت پر اختیار ہے۔ مگر وہ اس سب پر بذریعہ اپنی حاضری کے قابض نہیں ہوتا۔

ہمارے* بھائیوں نے نوشتوں کو مقابلہ نہ کر کے اکثر مسیح کے حق میں ایسی غلطیاں کی ہیں۔ اگر کہیں کوئی الفاظ جو خدا کے حق میں مستعمل ہوتے ہیں۔ کبھی مسیح کے حق میں

* یہ وہ عبارت رسالہ تنقیح کی ہے جسکا وعدہ نقل ص ۳۱۳ رسالہ ہذا میں ہوا تھا۔

© rasailojaraid.com